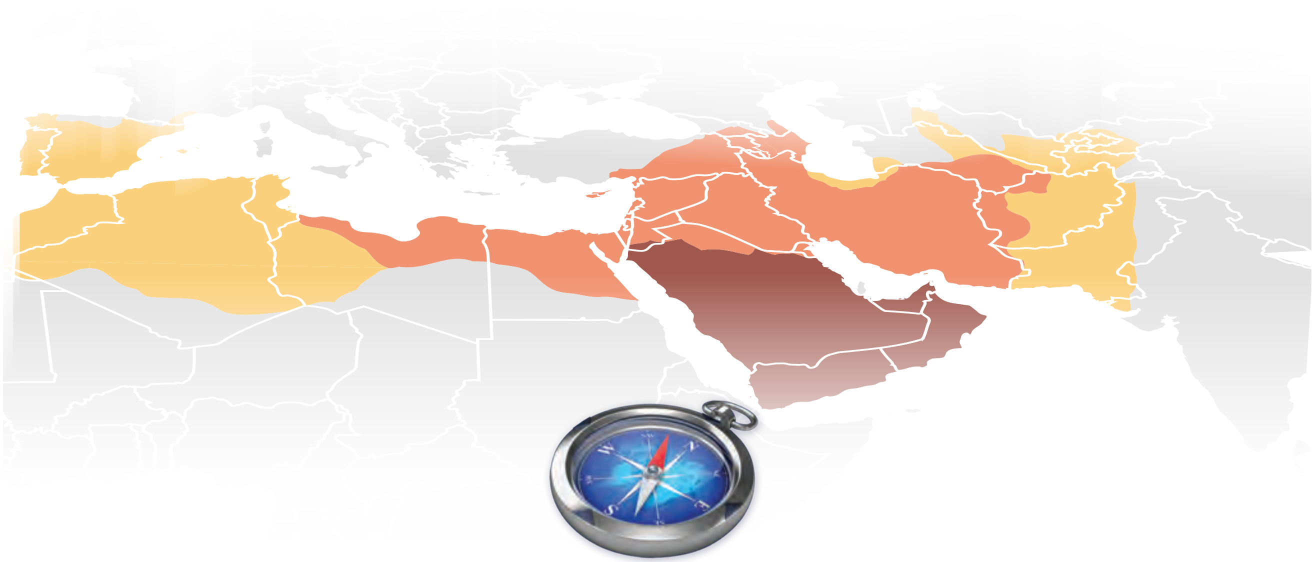

اسلامی فتوحات کا تابناک دور

پرنٹ لائن

اسلامی فتوحات کا تابناک دور

پروفیسر ڈاکٹر عبدالعزیز ابراہیم العمری

دارالسلام
DARUSSALAM

بسم الله الرحمن الرحيم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

فہرست

عرضِ ناشر — 12

عرضِ مترجم — 14

تمہید — 16

فتوحات کے مقاصد — 18

فتوحات سے پہلے — 22

فصل اول

نبیٔ اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں اسلامی فتوحات — 27

رسول اللہ ﷺ کا زمانۂ مبارک — 28

غزوۂ بدر — 33

غزوۂ اُحد — 52

غزوۂ احزاب (خندق) — 67

فتح خیبر — 84

معرکۂ موتہ — 92

فتح مکہ — 98

غزوۂ حنین و طائف — 108

غزوۂ تبوک — 118

فصل دوم

خلفائے راشدین کے دور میں اسلامی فتوحات	136
سلطنتِ ایران	136
سلطنتِ روم	139
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات	142
لشکرِ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما	143
جنگ یمامہ	146
فارس اور عراق کی فتوحات	152
جنگ ذات السلاسل (زنجیروں والی جنگ)	155
جنگ ولجہ اور جنگ الیس	156
حِیرہ اور اَنبار کی فتح	157
دومۃ الجندل کی فتح	160
روم کے زیرِ قبضہ شام کی فتوحات	162
جنگ یرموک	165
سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات	170
فارس (ایران) کی فتوحات	170
معرکۂ جِسر (پُل)	172
جنگِ قادسیہ	174
مدائن کی فتح	184
فتح نہاوند ''فتح الفتوح''	187
شام کی فتوحات	190
حمص اور قنسرین کی فتح	194

فلسطین اور بیت المقدس کی فتح — 196

طاعونِ عمواس — 199

الجزیرہ کی فتوحات — 199

مصر کی فتوحات — 200

اسکندریہ کی فتح — 206

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات — 210

افریقہ کی فتوحات — 210

اسکندریہ کی بغاوت — 210

نوبہ کا علاقہ — 214

فتح آرمینیا — 214

سمندری فتوحات — 216

فتح قبرص — 218

معرکہ ذات الصواری — 220

مشرقی فتوحات اور سلطنت فارس کا خاتمہ — 222

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات — 225

فصل سوم

بنوامیہ کا دورِ حکومت — 227

بنوامیہ کے دورِ حکومت میں اسلامی فتوحات — 227

رومی سلطنت میں اموی فتوحات — 227

مشرقی علاقوں میں اموی فتوحات — 232

سندھ کی فتوحات — 237

شمالی افریقہ کی فتوحات — 240

اندلس کی فتح 246
طارق بن زیاد کا حملہ 249
وادی لکّہ (شذونہ) کی جنگ 250
موسیٰ بن نصیر کا حملہ 253
بلاط الشہداء (میدانِ شہیداں) 256

فصل چہارم

عباسی خاندان کا دورِ حکومت 260
بنوعباس کے دورِ حکومت میں اسلامی فتوحات 260
رومیوں سے جنگیں 261
جنگ ملاذ گرد 267
مشرقی علاقوں کی فتوحات 270
غزنوی خاندان 271
سمندری فتوحات 273
جنگ زلاقہ 276

فصل پنجم

صلیبی جنگوں کا دَور 284
صلیبیوں کا پہلا حملہ اور بیت المقدس پر ان کا قبضہ 286
صلیبیوں کے خلاف جہاد کی ابتدا 297
عماد الدین زنگی کے جہادی کارنامے 301
رُہا کی فتح 310
نورالدین محمود کے جہادی کارنامے 314
صلاح الدین ایوبی کے جہادی کارنامے 334

مصر اور شام کے محاذوں کا اتحاد ______ 340
جہاد کی تیاری ______ 341
بحری جہاد ______ 345
بری جہاد ______ 348
بیت المقدس کی فتح کے لیے ابتدائی اقدامات ______ 354
حطین کا معرکہ ______ 356
بیت المقدس کی فتح ______ 365
بیت المقدس کی فتح کے بعد ______ 378
بیت المقدس کا دفاع اور رملہ کی صلح ______ 385
جہاد، صلاح الدین ایوبی کے بعد ______ 390
صلیبیوں کا پانچواں حملہ مصر پر ______ 392
سلطان کامل بیت المقدس عیسائیوں کے حوالے کرتا ہے ______ 396
ایوبی خاندان کی صلیبیوں سے آخری ٹکر ______ 399
ساتواں اور آخری صلیبی حملہ ______ 403
غلاموں کا صلیبیوں سے جہاد ______ 405
صلیبیوں کے آخری گڑھ کا خاتمہ ______ 414

فصل ششم

عالم اسلام پر منگولوں کی لشکر کشی ______ 419
سقوطِ بغداد اور خلافتِ عباسیہ کا خاتمہ ______ 424
منگولوں کا شام پر حملہ ______ 431
عینِ جالوت کا معرکہ ______ 432

فصل ہفتم

سلطنتِ عثمانیہ ______ 441
سقوطِ اندلس۔غرناطہ پر دشمنوں کا قبضہ ______ 442
سلطنتِ عثمانیہ کے دور کی فتوحات ______ 454
قسطنطنیہ کی فتح ______ 458
فتح قسطنطنیہ کی تیاری ______ 461
شہرِ قیصر پر حملہ ______ 466
قسطنطنیہ فتح ہوگیا ______ 482
مشرقی یورپ کی فتوحات ______ 488
جنگ کوسووا ______ 490
معرکہ نیکوپولس ______ 494
عثمانی سلطنت اور عالم اسلام کا دفاع ______ 496
بحیرۂ احمر (قلزم) کا دفاع ______ 499
الخلیج العربی (خلیج فارس) میں کشمکش ______ 502
بحرابیض متوسط (بحیرۂ روم) کا ساحل اور شمالی افریقہ ______ 509
عثمانیوں کا روس سے جہاد ______ 513
حرفِ آخر ______ 528

عرضِ ناشر

عرضِ ناشر

عرضِ مترجم

حق و باطل کی کشمکش تخلیق آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور قیام قیامت تک جاری رہے گی۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے کفر وشرک کا راستہ روکنے کے لیے دعوت وتبلیغ میں اپنی تمام صلاحیتوں سے کام لیا۔ اس طرح انھیں حالات کے مطابق باطل قوتوں کی سرکوبی کے لیے جہاد بالسیف کا حکم بھی دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا مکی دور دعوت وتبلیغ اور صبر واستقامت کا دور تھا۔ مدنی دور میں تعلیم وتزکیہ کے ساتھ ساتھ باطل کی بیخ کنی کے لیے جہاد وقتال کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اسی طرح خلافت راشدہ اور اس کے بعد کے ادوار میں جہاد وقتال اسلامی تاریخ کا اہم ترین حصہ رہا ہے۔ ہمارے سلف صالحین کی قربانیوں کے صلے میں آج مسلمانوں کی آزاد ریاستیں قائم ہیں۔ زیر نظر کتاب ''الفتوح الاسلامیۃ عبر العصور'' میں ڈاکٹر عبدالعزیز العمری نے اسلامی تاریخ کے اس پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ نے فتح کے معنی ومفہوم واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی جہاد کے اغراض ومقاصد بھی بیان کیے ہیں جن سے اسلامی جہاد کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں رفع ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں سے ہر دور کی چند ایک فتوحات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس میں دورِ نبوت اور دورِ خلافت راشدہ سے لے کر سلطنت عثمانیہ کے دور تک کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس میں صلیبی جنگوں پر خاص طور سے بہت تفصیل سے کلام کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے کیسے ہر طرح کی قربانی دے کر اسلام کی شمع کی حفاظت کی ہے اور کس طرح امت کی غفلت کے نتیجے میں مسلمان مصائب وآلام کا شکار ہوئے۔ اس طرح یہ کتاب صرف ماضی کی قصہ گوئی پر مشتمل نہیں بلکہ ہمارے سامنے اپنے احتساب کے لیے ایک آئینہ اور مستقبل کے لیے ایک واضح لائحہ عمل بھی پیش کرتی ہے۔

میں دارالسلام کے اکابر کا شکر گزار ہوں کہ ان کی عنایت سے مجھے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کرنے کی

سعادت حاصل ہوئی۔ ترجمہ، بہر حال، اصل تصنیف کے معیار کا تو نہیں ہوسکتا، تاہم میں نے کوشش کی ہے کہ مصنف کے خیالات حسبِ استطاعت اردو قارئین تک پہنچا سکوں۔ اللہ عزوجل کے حضور دعا گو ہوں کہ وہ اس حقیر کوشش کو اہل اسلام کے لیے فائدے اور اصلاح کا باعث بنا دے اور یہ میرے لیے آخرت میں مغفرت کا بہانہ بن جائے۔ آمین!

عطاء اللہ ساجد

مبارک کالونی۔ گوجرانوالا

6 رجب 1440ھ

مطابق 14 مارچ 2019ء

إنا فتحنا لك فتحا مبينا

تمہید

(فتح کا مفہوم)

عربی زبان میں ’’فتح‘‘ کھولنے کو کہتے ہیں جو ’’اِغلاق‘‘ (بند کرنے) کا متضاد ہے۔ یہاں اس سے مراد دارالحرب کو فتح کرنا اور دشمن کے علاقے میں داخل ہونا ہے۔ اس کے علاوہ ’’فتح‘‘ کا لفظ مدد اور غلبے کے معانی میں بھی آتا ہے۔ ’’فتح‘‘ کا لفظ قرآنِ مجید میں متعدد آیات میں آیا ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝﴾

’’ہم نے آپ کو واضح فتح عطا فرمائی۔‘‘ (الفتح 48:1)

اور فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ○﴾

”اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہوا، جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔ وہ جانتا تھا جو اُن کے دلوں میں ہے، چنانچہ اُس نے ان پر تسکینِ قلب نازل کر دی، اور انعام کے طور پر انھیں قریب کی فتح عطا فرمائی۔“ (الفتح 18:48)

مزید فرمایا:

﴿وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾

”وہ تمھیں ایک دوسری (نعمت) بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو، وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح ہے اور مومنوں کو خوشخبری دے دیجیے۔“ (الصف 13:61)

اور فرمایا:

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ○﴾

”جب اللہ کی مدد اور فتح آ گئی۔“ (النصر 1:110)

مزید فرمایا:

﴿وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○﴾

”کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، حالانکہ آسمانوں کی اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی، وہ (دوسرں کے) برابر نہیں (بلکہ) اُن کا درجہ بعد میں خرچ کرنے والوں اور جنگ کرنے والوں سے بڑا ہے۔ اور اللہ نے بہترین (ثواب) کا وعدہ سب سے کیا ہے۔ اور تم جو عمل کرتے ہو، اللہ اس سے باخبر ہے۔“ (الحدید 10:57)

فتح کا مفہوم صرف فوجی فتوحات تک محدود نہیں بلکہ اس میں مختلف عسکری، ادبی اور اخلاقی میدانوں کی فتوحات بھی شامل ہیں۔ یہ سب فتوحات مل کر فوجی یلغار سے فتح ہونے والے علاقوں میں عوام کے برضا و رغبت اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنی ہیں۔ انھی کی بنا پر اُن ملکوں میں عقیدۂ توحید نے شرک کے عقیدے پر فتح پائی ہے۔

اس وسیع مفہوم کے لحاظ سے ''فتح'' کے لفظ سے وہ تمام اعمال مراد ہیں جو مسلمانوں نے انجام دیے، یعنی جہاد کرنا، شہروں کو فتح کرنا، اللہ کی طرف بلانے کے لیے زمین ہموار کرنا، اللہ کے بندوں کو اسلام کی تبلیغ کرنا اور برائی کی ان قوتوں کی سرکوبی کرنا جو مختلف علاقوں میں مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کے لیے ان مقاصد کے حصول میں رُکاوٹ بنتی ہیں۔ اس میں فوجی کارروائیاں بھی شامل ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ چلنے والی وہ دعوت بھی جس کی ابتدا رسول اللہ ﷺ سے ہوئی۔ اپنے خاص مفہوم کے لحاظ سے یہ بابرکت عمل جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے خلفائے راشدین کے دور میں وسیع پیمانے پر اور واضح طور پر سامنے آیا۔ اس کے بعد دوسرے اسلامی ادوار میں بھی جاری رہا، مثلاً: دورِ بنی امیہ، دورِ بنی عباس، خاندانِ ایوبی، خاندانِ غلاماں (ہندوستان)، ممالیکِ مصر و شام، عثمانی سلطنت اور دوسری اسلامی سلطنتوں کا زمانہ جو ان کی ہم عصر تھیں یا ان کے بعد قائم ہوئیں۔ ان تمام ادوار میں جو نمایاں جہادی تحریکیں سامنے آئیں، ان سب کو فتوحات اور جہاد کے واقعات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ ان میں وہ دفاعی جہادی تحریکیں بھی شامل ہیں جن کا مقصد دشمن کو روکنا اور مفتوحہ علاقوں کی حفاظت کرنا تھا۔

فتوحات کے مقاصد

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول جنابِ محمد ﷺ کو دینِ اسلام دے کر تمام دنیا کے لوگوں کی طرف بھیجا تھا، جیسے ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف خوشخبری دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ (یہ حقیقت) نہیں جانتے۔'' (سبا 28:34)

اور اللہ تعالیٰ نے اس دین کی مدد اور غلبے کا وعدہ کیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾

”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، خواہ مشرکوں کو ناگوار ہو۔“ (التوبۃ 33:9)

اسی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ نے جدوجہد کی اور پوری کوشش فرمائی کہ اس دین کو تمام لوگوں تک پہنچا دیں لیکن ان سے یہ دین زبردستی قبول نہ کروائیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾

”دین میں زبردستی نہیں۔“ (البقرۃ 256:2)

اور فرمایا:

﴿مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ﴾

”رسول کے ذمے تو محض پہنچانا ہے، اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔“ (المآئدۃ 99:5)

مکہ مکرمہ اور دوسرے علاقوں میں موجود شرک کی مختلف قوتوں نے پوری کوشش کی کہ آپ ﷺ کو تبلیغ سے روک دیں اور لوگوں کو آپ ﷺ کی بات نہ سننے دیں۔ جب قریش نے آپ ﷺ کو شہید کرنے اور آپ سے خلاصی پانے کی کوشش کی تو آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے پر مجبور ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے مشرکینِ عرب، یہود اور دیگر اسلام دشمنوں کے خلاف جہاد شروع کیا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے دنیا کے ان بادشاہوں کو خط کتابت کے ذریعے سے اسلام کی دعوت پیش کرنا شروع کر دی جو آپ ﷺ کے زمانے میں موجود تھے۔ آپ ﷺ نے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام اور مملکتِ فارس (ایران) کے بادشاہ کسریٰ [1] کے نام خطوط ارسال فرمائے۔ یہ دونوں اُس وقت دنیا کی سب سے طاقتور مملکتیں تھیں۔ آپ ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی لیکن وہ لوگ کفر اور مخالفت پر اڑے رہے۔

---

[1] شاہانِ ایران میں سے ساسانی خاندان (226ء تا 651ء) کے حکمرانوں کو عربوں نے کسریٰ کہا ہے۔ یہ دراصل خسرو اوّل نوشیرواں اور اس کے پوتے خسرو پرویز بن ہرمز چہارم (610ء تا 628ء) کے نام ”خسرو“ کا معرب ہے۔

اس دوران میں آپ ﷺ جہادی معرکوں میں بھی مشغول رہے اور جزیرہ نمائے عرب میں فتوحات حاصل کرتے رہے۔ اگرچہ آپ ﷺ کی زندگی کے آخری برسوں میں کہیں کہیں ارتداد کے واقعات بھی پیش آئے، تاہم یہ پورا علاقہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں اسلام کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔

آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت جہاد اور فتوحات کی ایک اور لہر اُٹھی۔ سب سے پہلے اس کا رُخ عرب کے ان قبائل کی طرف ہوا جو مرتد ہو گئے تھے۔ اسلامی فوجیں جونہی فتنۂ ارتداد کی سرکوبی سے فارغ ہوئیں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا رخ فی الفور ان دو مملکتوں کی طرف کر دیا جو اُس وقت دنیا کی سب سے طاقتور حکومتیں تھیں، یعنی فارس اور روم کی سلطنتیں۔

جہاد کا سب سے پہلا مقصد ان ملکوں کے عوام تک اسلام کی دعوت پہنچانا تھا جہاں کی قابض قوتیں اس کی راہ میں رکاوٹ بن رہی تھیں۔ وہاں کی انتظامیہ نے عوام کی آنکھوں پر ایک پردہ ڈال رکھا تھا جس کی وجہ سے وہ اسلام کا رخِ روشن دیکھنے سے قاصر تھے۔ فتح پانے والے مجاہدین اسلام میں تبلیغ کے مقام و مرتبے سے اچھی طرح آگاہ تھے اور یہ بھی بخوبی جانتے تھے کہ اسلام میں زبردستی نہیں، اس لیے وہ دشمنوں سے کوئی معرکہ شروع کرنے سے پہلے ان کے سامنے تین امور رکھتے تھے: اسلام قبول کر لیں یا اسلامی سلطنت کی اطاعت قبول کر کے جزیہ دینا شروع کر دیں، ورنہ جنگ کریں، یعنی جنگ کی باری سب سے آخر میں آتی تھی، چنانچہ اگر وہ اسلام قبول کر لیتے تو انھیں دوسرے مسلمانوں کے برابر مقام حاصل ہوتا، ان کے وہی حقوق ہوتے جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں اور ان پر وہی فرائض عائد ہوتے جو دوسرے مسلمانوں پر عائد ہوتے ہیں۔ اگر وہ جزیہ دینے پر آمادہ ہو جاتے تو ان کے وہ حقوق ہوتے جن کو پوری طرح ادا کرنے میں مسلمانوں کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ مسلمان ان کے سامنے حکمت اور افہام و تفہیم کے ساتھ اسلام کی دعوت پیش کرتے۔ کسی کو زبردستی اسلام میں داخل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ﴾

”اہلِ کتاب میں سے جو لوگ اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، اللہ اور اس کے رسول

کے حرام کیے ہوئے کو حرام نہیں مانتے اور دینِ حق کی اطاعت قبول نہیں کرتے، ان سے جنگ کرو، حتیٰ کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔'' (التوبة 29:9)

جہاد اور فتوحات کا ایک مقصد ان مظلوموں اور بے کسوں کو ظلم سے نجات دلانا بھی تھا جو شیطان کے دوستوں اور سرکش طاغوتوں کے پنجے میں گرفتار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝﴾

''کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان لاچار مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے جنگ نہیں کرتے جو کہہ رہے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے حمایتی اور مددگار مقرر فرما دے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جنھوں نے کفر کیا، وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔ سو تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو۔ یقیناً شیطان کی تدبیر کمزور ہے۔'' (النسآء 4:75، 76)

اس کے علاوہ کافروں کی یہ کوشش تھی کہ اگر ممکن ہو تو جنگ کے ذریعے سے دینِ اسلام کو نیست و نابود کر دیں۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا﴾

''وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں، اگر وہ ایسا کر سکیں۔'' (البقرة 2:217)

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہے کہ مسلمانوں کی اپنے دشمنوں سے جو جنگیں ہوئی ہیں، ان میں مسلمانوں کا مقصود انسانوں کو قتل کرنا یا ان کے مال چھیننا یا لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانا نہیں تھا بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو انتخاب کی مکمل آزادی حاصل ہو اور اگر وہ سچے دین کو قبول کرنا چاہیں تو کوئی طاقت

اور کوئی سلطنت انھیں روک نہ سکے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾

”جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کافر بن جائے۔“ (الکھف 29:18)

اس آزادی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مفتوحہ علاقوں کے عوام طاغوتی طاقتوں کے طرح طرح کے دباؤ سے آزاد ہو کر سوچنے سمجھنے اور عقلِ سلیم سے کام لینے لگے، چنانچہ ان میں اسلام کی دعوت وتبلیغ نے بہت کامیابی حاصل کی اور مفتوحہ علاقوں کے عوام، اللہ کے وعدے کے مطابق، جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے بلکہ اسلام کے دفاع کے لیے اسی طرح سربکف ہو گئے جس طرح پہلے مسلمان اسلام کا دفاع کر رہے تھے۔ اس طرح اللہ کا نام بلند ہو گیا، اور یہ بھی اسلامی فتوحات کا ایک اہم مقصد تھا جس کے حصول کے لیے مسلمانوں نے ہر دور میں جہاد کیا ہے۔

فتوحات سے پہلے

اسلام کی دعوت ابتدائی ایام ہی سے عالمگیری شان کی حامل ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝﴾

”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور حق کا دین دے کر مبعوث فرمایا تاکہ اُسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرکوں کو ناگوار ہو۔“ (الصف 9:61)

قرآن کریم نے مسلمانوں کی تربیت ایمان اور عملِ صالح کی بنیادوں پر کی ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ اپنے اندر یہ صفات پیدا کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور انھیں زمین کی سرداری عطا فرمائے گا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝﴾

”تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، اُن سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ انھیں زمین میں اسی طرح خلافت عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا فرمائی تھی، اور ان کے لیے ان کے دین کو محکم کر دے گا، جسے وہ ان کے لیے پسند کر چکا ہے اور ان کے خوف و خطر کو امن سے بدل دے گا۔ وہ (صرف) میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں، وہی فاسق ہیں۔“ (النور24:55)

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾

”ہم زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔“ (الأنبياء21:105)

مزید فرمایا:

﴿وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ﴾

”پھر ہم نے چاہا کہ ان پر کرم فرمائیں جنھیں زمین میں کمزور کر دیا گیا تھا اور انھی کو پیشوا اور وارث بنائیں۔“ (القصص28:5)

اسی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ خود کو، اپنے ساتھیوں کو اور باقی امت کو بھی اس نئے دین کے ذریعے سے پوری دنیا کو فتح کرنے کے لیے تیار فرماتے تھے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی بشارتیں دیتے تھے، جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَاللّٰهِ لَيَتِمَّنَّ هٰذَا الْأَمْرُ حَتّٰى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ»

”قسم ہے اللہ کی! یہ کام ضرور پورا ہو کر رہے گا، حتی کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا، اور (دورانِ سفر) اُسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔“ [1]

[1] صحيح البخاري، حديث:6943.

ہجرت سے پہلے جب رسول اللہ ﷺ ایامِ حج میں مختلف قبائل کو دعوت دیتے تھے، اس دوران میں آپ ﷺ نے قبیلہ بکر بن وائل کو پیشکش کی کہ آپ ﷺ ہجرت کرکے ان کے پاس آنا چاہتے ہیں، بشرطیکہ وہ اردگرد کے لوگوں کے خلاف آپ ﷺ کی مدد کریں مگر انھوں نے اپنے ہمسایہ ایرانیوں کے خلاف مدد کا وعدہ کرنے سے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ ہم کسریٰ سے معاہدہ کرکے یہاں رہ رہے ہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ان سے فرمایا تھا کہ جو کوئی اللہ کے دین کی مدد کرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے ہر طرف سے محفوظ رکھے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہ بھی فرمایا تھا: ”تھوڑی مدت ہی میں اللہ تعالیٰ تمھیں اہلِ فارس کی زمین اور مال و دولت کا مالک بنا دے گا۔“ اس وفد میں سیدنا مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ [1]

اسی طرح ابنِ اسحاق نے اپنی سند سے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

«لَتَفْتَحَنَّ أَرْضَ كِسْرٰى عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ»

”مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کی سرزمین کو یقیناً فتح کرے گی۔“ [2]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تاکید کے ساتھ بیان فرما رہے تھے کہ مسلمان بہت جلد فارس اور دیگر علاقوں کو، جن میں عراق بھی شامل تھا، فتح کریں گے اور وہاں دین کی تبلیغ کریں گے اور جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے راستے میں تھے تو سراقہ بن مالک آپ ﷺ سے ملا۔ آپ ﷺ نے اسے بتایا کہ ایک وقت آئے گا جب کسریٰ کے کنگن تمھارے ہاتھوں میں اور اس کا تاج تمھارے سر پر ہو گا۔ اس کا مطلب یہی بنتا ہے کہ مسلمان فارس کے علاقے فتح کریں گے جن میں عراق وغیرہ کے علاقے بھی شامل ہوں گے جو اس وقت اہلِ فارس کے قبضے میں تھے۔ [3]

5ھ میں غزوۂ احزاب سے پہلے جب خندق کھودی جا رہی تھی تو ایک سخت چٹان سامنے آ گئی۔ اسے توڑنے کے لیے رسول اللہ ﷺ بنفسِ نفیس تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ نے اس پر ضرب لگائی تو بجلی کی سی ایک چمک ظاہر ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور مسلمانوں نے بھی بیک آواز

---

[1] سبل الهدٰى و الرشاد: 596/2. [2] السيرة النبوية لابن إسحاق، ص: 271، و مسند أحمد: 100/5.
[3] الإصابة: 19/2.

اللہ اکبر کہا۔ دوبارہ ضرب لگائی تو دوبارہ چمک ظاہر ہوئی۔ آپ ﷺ نے پھر اللہ اکبر فرمایا، تو سب نے اللہ اکبر کہا۔ تیسری بار ضرب لگائی تو پھر چمک ظاہر ہوئی۔ آپ ﷺ نے پھر اللہ اکبر فرمایا، تو آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔

پہلی ضرب کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الشَّامِ، وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُبْصِرُ قُصُورَهَا الْحَمْرَاءَ السَّاعَةَ»

”اللہ اکبر، مجھے شام کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے اس وقت اس کے سرخ محلات نظر آرہے ہیں۔“

دوسری ضرب لگائی تو فرمایا:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ فَارِسَ، وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُبْصِرُ قَصْرَ الْمَدَائِنِ الْأَبْيَضَ»

”اللہ اکبر، مجھے فارس کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے مدائن کا سفید محل نظر آرہا ہے۔“

پھر تیسری ضرب لگائی تو فرمایا:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْيَمَنِ، وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُبْصِرُ أَبْوَابَ صَنْعَاءَ مِنْ مَّكَانِي السَّاعَةَ»

”اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے اس وقت یہاں سے صنعاء کے دروازے نظر آرہے ہیں۔“[1]

اسی وجہ سے نبیٔ اکرم ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ہمراہ موجود صحابہ رضی اللہ عنہم کو مکمل یقین تھا کہ وہ ان ممالک پر غلبہ حاصل کریں گے اور ان کے شہروں کو فتح کریں گے جن میں روایات کے مطابق حیرہ اور دوسرے شہر شامل تھے[2] جو اس وقت اہلِ فارس کے قبضے میں تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان ایام کے منتظر تھے اور ان کے لیے تیاری کر رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب مسلمان مدائن کو فتح کرنے سے پہلے اس کے قریب پہنچے

---

[1] مسند أحمد: 303/4 اور اسے متعدد علماء نے حسن قرار دیا ہے، مثلاً: ابن حجر۔ دیکھیے: ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری کی السيرة النبوية الصحيحة: 423/2 اور ڈاکٹر مہدی رزق اللہ احمد کی السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصلية، دراسة تحليلية، ص: 449، حاشیہ: 42)

[2] دیکھیے: بلاذری کی فتوح البلدان، ص:245.

اور انھیں سفید محل نظر آیا تو انھوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا: ''اللہ اکبر! کسریٰ کا سفید محل جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کیا ہوا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے جنگ اور جہاد سے پہلے صلح جوئی کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے ان سے خط کتابت کے ذریعے سے رابطہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے مکاتیبِ گرامی کے ذریعے سے انھیں اسلام کی دعوت دی تھی اور انھیں اسلام کا پیغام پہنچا دیا تھا، تاکہ ان سے جنگ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی آپ ﷺ کا عذر موجود ہو اور بندوں کو بھی آپ ﷺ کے حق پر ہونے کا یقین ہو۔

باب 1

نبیِ اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں اسلامی فتوحات

نبیٔ اکرم ﷺ کی
حیاتِ مبارکہ میں اسلامی فتوحات

رسول اللہ ﷺ کا زمانۂ مبارک

اہلِ مکہ کے لیے اسلام ایک نیا مذہب تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ منصبِ نبوت پر فائز ہونے کے بعد تین سال تک خفیہ طور پر اس کی تبلیغ کرتے رہے، چنانچہ اس مرحلے میں آپ ﷺ کو مکہ کے مشرکین اور مخالفین کی طرف سے قابلِ ذکر مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کھلم کھلا تبلیغ کا حکم دیتے ہوئے یہ حکم نازل فرمایا:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾

''آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے، اسے ڈنکے کی چوٹ بیان کیجیے اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجیے۔'' (الحجر 15:94)

یہ اسلام کی تاریخ میں ایک نئے مرحلے کی ابتدا تھی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں۔ انھوں نے ان تکلیفوں کو صبر و استقامت سے برداشت کیا کیونکہ انھیں یہی حکم دیا گیا تھا۔ اس مرحلے میں ان کی جدوجہد کا رخ کفارِ مکہ کا مقابلہ کرنے کی طرف نہیں تھا بلکہ ان میں سے بہت سے افراد اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ وہ سیدنا ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں خفیہ طور پر جمع ہوتے تھے تاکہ رسول اللہ ﷺ اور دوسرے مومن افراد سے رابطے میں رہیں۔ یہ مرحلہ تقریباً دس سال کے عرصے پر محیط ہے۔ اس کے آخری حصے میں آپ ﷺ نے اپنے لیے اور اپنے ساتھیوں کے لیے ایک ٹھکانا تلاش کرنا شروع کر دیا تھا، جہاں انھیں پناہ مل سکے اور وہ اپنی قوم کی ایذا رسانیوں سے محفوظ رہ سکیں۔ ہجرت کے لیے مناسب مقام کی تلاش کے وقت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کی اجازت ملنے کا انتظار کرتے ہوئے، آپ ﷺ کے پیشِ نظر یہ مقاصد تھے کہ وہ مقام اسلام کی دعوت کا مرکز، ان کی حکومت کا صدر مقام اور ان کے لشکر کی چھاؤنی بنے گا۔

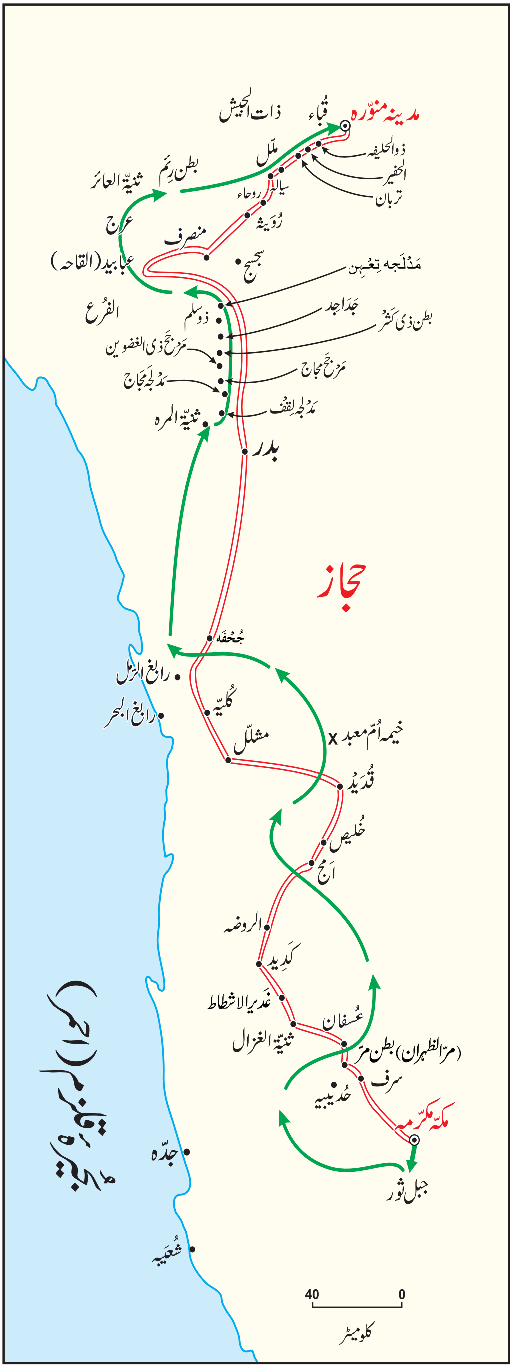

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے بیعتِ عقبہ میں انصار سے چند شرائط پر اتفاق کیا تھا اور ہجرت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملنے پر رسول اللہ ﷺ کے لیے جہاد کرنا ممکن تھا۔

مدینہ منورہ کی ایک پرانی تصویر

آخرکار نبیٔ اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھ کر اسلامی سلطنت کی تعمیر شروع کر دی۔ آپ ﷺ مختلف جہادی دستے بھیج کر اور عمومی مشقوں کے ذریعے سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت کرنے لگے لیکن آپ ﷺ نے مشرکین کے خلاف عملاً جہاد اس وقت شروع کیا جب یہ آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں:

﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ
اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ
كَثِيْرًا ؕ وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾

”جن سے لڑائی کی جاتی ہے، انھیں (جوابی اقدام کی) اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے، جنھیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا، محض اس لیے کہ وہ کہتے تھے: ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا تو (راہبوں کے) حجرے، گرجے، (یہودیوں کے) معبد اور وہ مسجدیں جہاں اللہ تعالیٰ کا نام بہت لیا جاتا ہے، (سب) گرا دیے جاتے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مدد ضرور کرے گا جو اُس (کے دین) کی مدد کرے اور اللہ تعالیٰ قوت والا اور غالب ہے۔“ (الحج 22:39، 40)

مسلمانوں کو جنگ کی اجازت تب ملی جب ان کی ریاست اور سلطنت قائم ہو چکی تھی اور انھیں اتنی قوت حاصل ہو چکی تھی کہ وہ جہاد کر سکتے تھے۔ اجازت کے بعد وہ مرحلہ آیا جب ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنا فرض قرار دیا گیا جو مسلمانوں سے جنگ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝﴾

"اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور ظلم نہ کرو۔ اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (البقرة 190:2)

اور آخر میں تمام مشرکوں سے جنگ کرنے کا حکم دے دیا گیا اور یہ حکم نازل ہو گیا:

﴿قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾

"سب مل کر کافروں سے لڑو، جس طرح وہ سب مل کر تم سے جنگ کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔" (التوبة 36:9)

اس طرح مومنوں پر جہاد کا حکم نازل ہو گیا۔ [1]

---

[1] معين السيرة النبوية للشامي، ص:178.

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں بہت سے معرکوں میں حصہ لیا۔ آپ ﷺ کے غزوات کی تعداد ستائیس تک پہنچتی ہے اور آپ ﷺ نے جو مختلف جہادی مہمات روانہ فرمائیں، ان کی تعداد سینتالیس سے زیادہ ہے،[1] ان مہمات کو سرایا کہتے ہیں۔ ہم تمام غزوات اور سرایا پر گفتگو نہیں کریں گے بلکہ چند معرکے منتخب کریں گے جن کے اثرات ہمارے خیال میں کافر قوتوں سے کشمکش میں زیادہ ہمہ گیر ہیں، اگرچہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہر جہادی مہم (غزوہ یا سریہ) کا اپنے اپنے مقام پر ایک معروف و خاص کردار تھا جسے معمولی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

---

[1] غزوات الرسول ﷺ و سرایاہ، ص:6.

غزوۂ بدر

(17 رمضان المبارک 2ھ)

یہ معرکہ اسلامی تاریخ میں ہر لحاظ سے مشہور ترین معرکہ شمار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسے ﴿یَوْمَ الْفُرْقَانِ﴾ (حق و باطل میں امتیاز کا دن) قرار دیا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

''اور جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر (حق و باطل میں فرق کر دینے والے دن نازل فرمایا، جس دن دو جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (الأنفال 41:8)

اس کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے اور کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔ انھوں نے آپ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تکلیفیں دی تھیں، انھیں ان کے گھروں سے بے گھر کیا تھا، ان کے مال چھین لیے تھے اور بعض کو قید کر کے اذیتیں دی تھیں۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا تجارتی قافلہ شام سے مکہ جا رہا ہے اور وہ اس وقت مدینہ کے قریب ہے۔ جو صحابۂ کرام اس وقت موجود تھے، آپ ﷺ نے انھیں روانہ ہونے کا حکم دے دیا۔[1] اور آپ ﷺ خود بھی ان کے ہمراہ کسی خاص تیاری کے بغیر تیزی سے روانہ ہو گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ تین سو دس سے زیادہ افراد تھے،[2] جن میں سے اکثر پیدل تھے۔ ان کے پاس صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔[3] ان کا خیال تھا کہ وہ کفار کے تجارتی قافلے کو جا لیں گے اور جنگ نہیں کرنی پڑے گی، اس لیے وہ لڑائی کے لیے پوری طرح تیار نہیں تھے۔

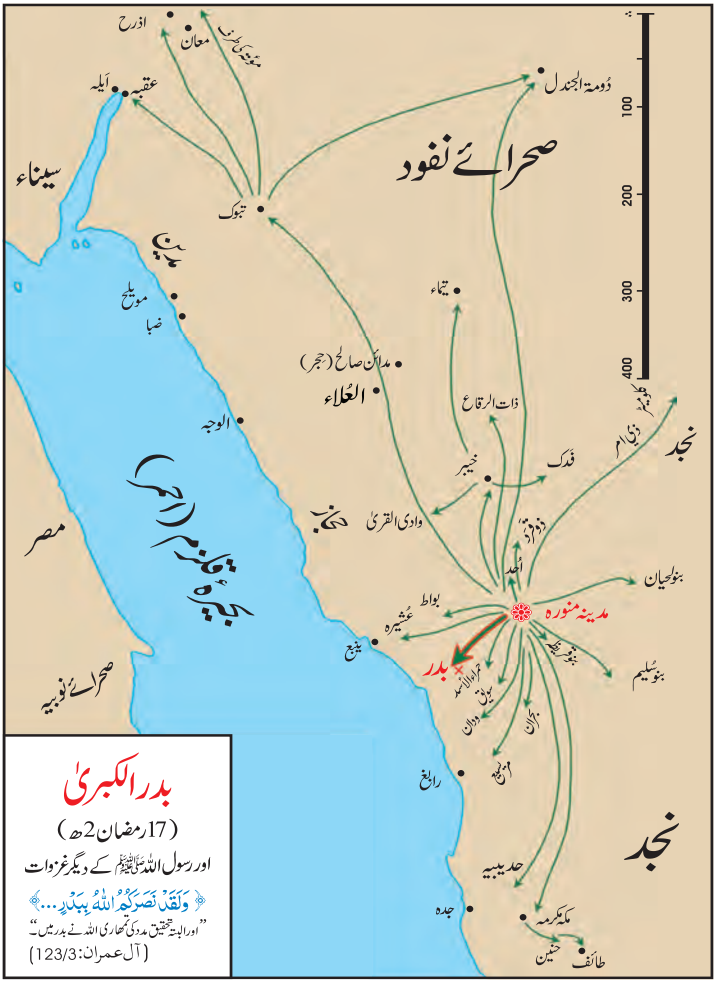

قریش کے قافلے کے قائد ابوسفیان بن حرب (رضی اللہ عنہ) تھے۔ انھیں اپنے قافلے کے مال و اسباب پر مسلمانوں کے حملے کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا، اس لیے وہ بہت محتاط تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ مسلمانوں کی نقل و حرکت کے بارے میں معلوم ہوتا رہے۔ انھیں کسی طرح پتا چل گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے قافلے کی طلب میں نکلے ہیں، چنانچہ انھوں نے قافلے کا راستہ تبدیل کیا اور ساحل کے ساتھ ساتھ اس راستے پر ہو لیے جس کے بارے میں مسلمانوں کو توقع نہ تھی اور

---

[1] فتح الباري:147/15، یہاں یہ پوری حدیث اور ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی جو شرح کی ہے، ملاحظہ فرمائیے، نیز دیکھیے: السيرة النبوية لابن هشام: 606/2. [2] مکمل حدیث کے لیے دیکھیے: فتح الباري: 156/15. [3] المغازي للواقدي: 27/1، و الطبقات الكبرىٰ:12/2.

ساتھ ہی قریش مکہ کو پیغام بھیج دیا کہ اپنے قافلے کو مسلمانوں سے بچانے کے لیے نکلیں۔ قریش کی فوج اپنے خیال میں قافلے کو بچانے کے ارادے سے تیزی سے روانہ ہوئی۔ اس فوج کا کمانڈر ابوجہل حکم بن ہشام تھا۔[1] اس کے ہمراہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی رکھنے والے، قریش کے دوسرے بڑے بڑے سردار اور سورما اور کفار کے سر برآوردہ افراد بھی تھے۔[2] ابوسفیان رضی اللہ عنہ قافلے کو مسلمانوں سے بچانے میں کامیاب رہے اور خطرے سے نکل کر خیریت سے مکہ کے قریب پہنچ گئے۔ تب انھوں نے اہلِ مکہ کو خبر دینے کے لیے آدمی بھیج دیا کہ قافلہ بچ نکلا ہے، لہٰذا وہ واپس مکہ آ جائیں لیکن کفار قریش کا سردار اپنے فخر و تکبر پر اڑا رہا۔ اس نے اعلان کر دیا کہ وہ بدر کے چشمے پر ضرور جائے گا۔ وہاں اونٹ ذبح کیے جائیں گے، کھانے اور شراب کی دعوت ہو گی، لونڈیاں نغمہ و ساز کے فن کا مظاہرہ کریں گی اور جشن منایا جائے گا۔ عرب کے دوسرے لوگوں کو اس کی خبر ملے گی تو ہمیشہ کے لیے ہماری دھاک بیٹھ جائے گی۔ اس فیصلے کے بعد انھوں نے اپنے مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لیے سفر جاری رکھا۔[3]

---

[1] یہاں مصنف سے غالباً سبقتِ قلم کی وجہ سے نام غلط لکھا گیا ہے۔ ابوجہل کا اصل نام عمرو بن ہشام تھا، اہل مکہ اسے ابوالحکم کہتے تھے۔ ہجرت سے پہلے ایک بار نبیٔ اکرم ﷺ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے تو چند مشرکین نے اونٹ کی گندی بچہ دانی آپ ﷺ کی پشت مبارک پر ڈال دی تھی جسے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آ کر ہٹایا تھا۔ اس وقت آپ ﷺ نے ان کے نام لے کر بد دعا دی تھی جو ان کے جنگ بدر میں قتل ہونے کی صورت میں پوری ہوئی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس دعا کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ اس کا نام ابوجہل بن ہشام ذکر کیا ہے۔ (صحيح البخاري، المغازي، حديث: 3960، دوسری روایت میں اس کا نام عمرو بن ہشام ذکر کیا ہے۔ صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 520) [2] فتح الباري: 147/15، و السيرة النبوية لابن هشام: 209/2، و الطبقات الكبرٰى: 13/2. [3] السيرة النبوية لابن هشام: 618/2، و الطبقات الكبرٰى: 13/2، و المغازي للواقدي: 42/1.

رسول اللہ ﷺ کو قریش کی روانگی کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشورے کے لیے طلب فرما لیا۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی رہنمائی حاصل تھی اور آپ ﷺ معصوم عن الخطا تھے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ اہم معاملات صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورے سے طے کرتے تھے۔ اس عمل کے بڑے اہم مقاصد تھے، ان میں سے دو اہم تر ہیں:

اوّل: مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد قائم رکھنا اور ان کی دل جوئی کرنا۔ اس موقع پر اس چیز کی اہمیت بہت بڑھ گئی تھی، خصوصاً انصار کی دل جوئی زیادہ ضروری تھی کیونکہ وہ شہر کے باشندے تھے۔

دوم: زیادہ صحیح فیصلے تک پہنچنا۔

آپ ﷺ نے معاملہ اپنے ہم سفر اصحاب کے سامنے رکھا اور فرمایا:

«أَشِيرُوا عَلَيَّ أَيُّهَا النَّاسُ!»

”لوگو! مجھے مشورہ دو۔“

مہاجرین میں سے متعدد حضرات نے بات کی، ان میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ سیدنا مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی بات کی۔ انھوں نے فرمایا: ”اللہ کے رسول! قسم ہے اللہ کی! ہم آپ سے وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی:

﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾

”آپ اور آپ کا رب جا کر لڑائی کیجیے، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔“ [1]

لیکن (ہم یہ کہتے ہیں کہ) آپ اور آپ کا رب تشریف لے چلیے۔ ہم آپ کی قیادت میں جنگ کریں گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہم کو برک الغماد تک لے چلیں گے، [2] تو ہم آپ کی قیادت میں، راستے میں آنے والوں سے لڑتے لڑتے، وہاں تک ضرور پہنچیں گے۔“

رسول اللہ ﷺ نے انھیں دعائے خیر دی، پھر فرمایا: ”لوگو! مجھے مشورہ دو۔“ اصل میں آپ ﷺ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ شہر کے اصل باشندے تھے اور ان کی اکثریت تھی۔ آپ ﷺ ان

---

[1] المآئدۃ 24:5، اس مشورے کی تفصیلات کے لیے دیکھیے السيرة النبوية لابن هشام: 215/2 نیز ملاحظہ کیجیے فتح الباري: 151/15. [2] برک الغماد یمن کی جانب سعودی صوبہ عسیر میں ساحل پر واقع ہے۔ آج کل یہ البرک کہلاتا ہے۔

کے دل جیتنا چاہتے تھے، نیز آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ ان کو مطمئن کرکے کوئی قدم اٹھائیں تاکہ مسلمانوں میں یکجہتی قائم رہے۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی افواج، یعنی مہاجرین اور انصار کا قریش کے اور کفر کے سرداروں سے پہلا مقابلہ تھا، چنانچہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جلدی سے فرمایا: ''اللہ کے رسول! شاید آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمیں سمندر پر لے جائیں اور اس میں قدم رکھ دیں تو ہم سب آپ کے ساتھ سمندر میں گھس جائیں گے، ہم میں سے ایک آدمی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہمیں اس بات کی کوئی فکر نہیں کہ کل آپ کے حکم سے ہمارا سامنا دشمن سے ہونے والا ہے۔ ہم جنگ میں ثابت قدم رہنے والے ہیں اور سچے دل سے جہاد کرنے والے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ اللہ کی توفیق سے آپ ہماری وہ کارکردگی دیکھیں گے کہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ آپ اللہ کی برکت کے ساتھ روانہ ہو جائیں۔'' [1]

رسول اللہ ﷺ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کو اور مہاجرین و انصار کو دعائیں دیں اور جنگ کے بارے میں اپنے لشکر کے خیالات سن کر پوری طرح مطمئن ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ روانہ ہو گئے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑے۔ آپ ﷺ ان سے فرما رہے تھے: ''چلو اور خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دونوں میں سے ایک جماعت کا وعدہ کیا ہے۔'' اس وعدے کا ذکر اس آیتِ مبارکہ میں ہے:

﴿وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾

''اور جب اللہ تعالیٰ نے تم سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا کہ وہ تمھارے لیے ہے اور تم چاہتے تھے کہ تمھیں بغیر اسلحہ والی جماعت ملے۔ اور اللہ کی مرضی یہ تھی کہ وہ اپنے فرامین کے ساتھ حق کو قائم کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے۔'' (الأنفال 7:8)

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ہمراہی بدر کی طرف چلے جا رہے تھے کہ انھیں قریش کا تجارتی قافلہ مل جائے گا یا ان کا لشکر۔

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 615/2، اس واقعے کی مفصل تخریج کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر اکرم عمری کی السيرة الصحيحة: 359/2 اور ڈاکٹر مہدی رزق اللہ کی السيرة النبوية، ص:341.

مسلمان بدر کے قریب جا ٹھہرے اور وہ دشمنوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ نبی ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ دشمن کی تعداد نو سو سے ایک ہزار افراد تک ہے۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لشکر میں قریش کے کون کون سے سردار موجود ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«هٰذِهِ مَكَّةُ قَدْ أَلْقَتْ إِلَيْكُمْ أَفْلَاذَ كَبِدِهَا»

”مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمھارے سامنے لا پھینکے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ ان کا سامنا مکہ کے سورماؤں اور شہسواروں سے ہو گا اور قافلہ ان کی پہنچ سے دور نکل چکا ہے۔

مسلمان بدر کے قریبی چشمے پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ سیدنا حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑے احترام سے اپنی رائے پیش کرتے ہوئے عرض کی: ”اللہ کے رسول! کیا آپ اللہ کے حکم سے اس مقام پر ٹھہرے ہیں یا یہ آپ ﷺ کی ذاتی رائے اور جنگی اقدام ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تو ایک رائے اور جنگی اقدام ہے۔“ انھوں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ! یہ جگہ ٹھہرنے کے لیے مناسب نہیں۔ آپ لوگوں کو لے کر یہاں سے کوچ کریں اور دشمن سے قریب ترین چشمے پر جا ٹھہریں۔ پھر ہم دوسرے تالابوں اور کنووں کو (جن سے انھیں پانی ملنے کی امید ہو) پاٹ دیں گے اور اس چشمے پر حوض بنا کر پانی سے بھر لیں گے، چنانچہ ہمارے پاس پینے کے لیے پانی موجود ہو گا اور ان کے پاس نہیں ہو گا۔“

رسول اللہ ﷺ نے انھیں دعا دی اور فرمایا:

«لَقَدْ أَشَرْتَ بِالرَّأْيِ»

”تم نے بہت معقول مشورہ دیا ہے۔“[1]

فوج کے کمانڈر رسول اللہ ﷺ کے اس عمل میں ایک اہم سبق ہے۔ وہ یہ کہ بہتر موقف تک پہنچنے کے لیے کمانڈر کو اپنے فوجیوں کی بات سننی چاہیے اور دنیوی مادی اسباب اختیار کرنے چاہئیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسا بھی رکھنا چاہیے۔ آپ ﷺ کے تمام اقدامات میں اللہ پر توکل کو ایک بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔

---

[1] روایت ابن اسحاق۔ السيرة النبوية لابن هشام: 620/2، اس واقعے کی تخریج کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر مہدی رزق اللہ کی السيرة النبوية، ص:345، انھوں نے اس روایت کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

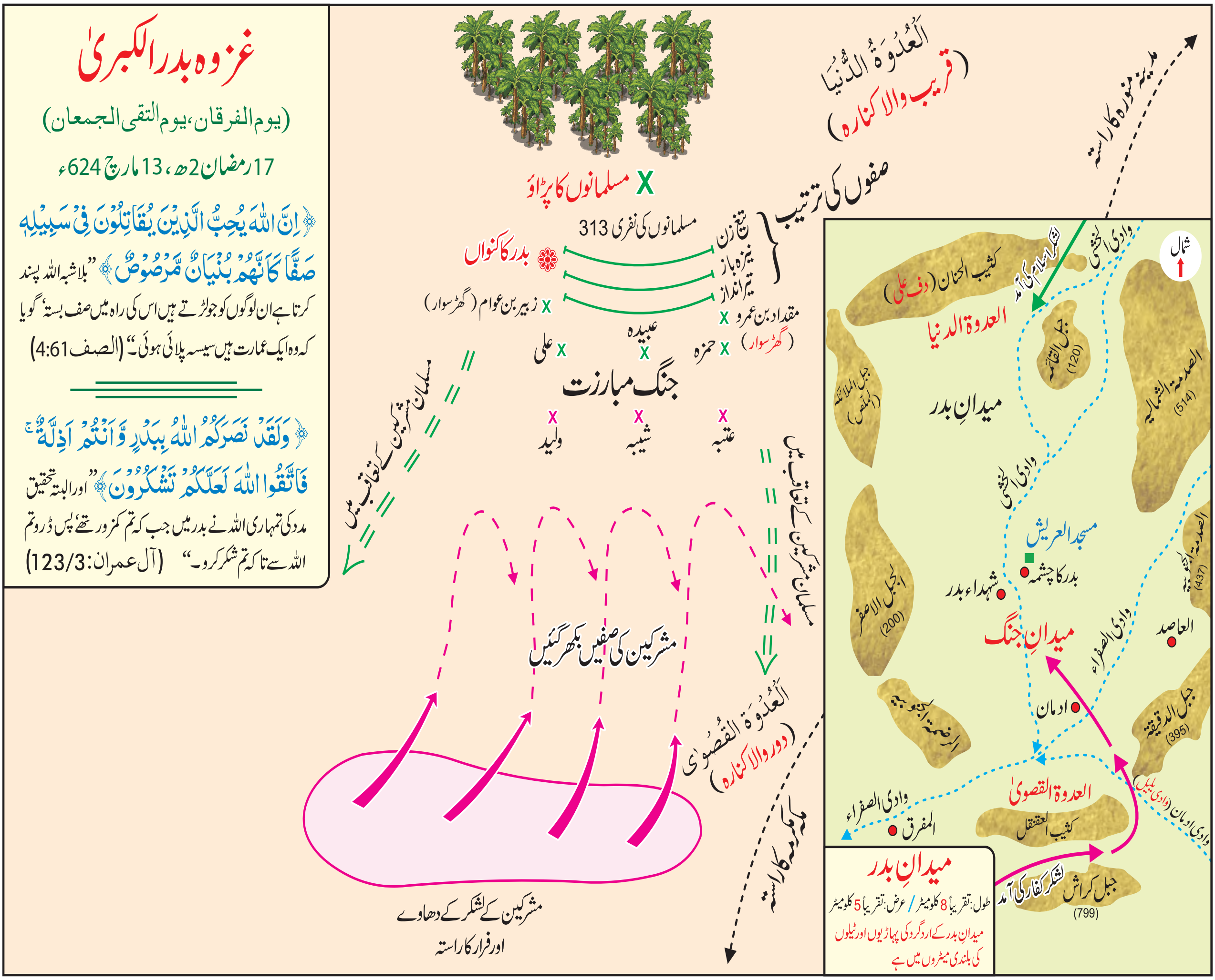

رسول اللہ ﷺ نے مشرکینِ قریش کے متعدد سرداروں کے ہلاک ہونے کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہ جگہیں بھی دکھائیں جہاں ان کفار کو گر کر مرنا تھا۔[1] اس طرح اللہ کی مدد پر مجاہدین کا یقین مزید پختہ ہو گیا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک چھپر تیار کر دیا تھا،[2] تاکہ آپ ﷺ وقتاً فوقتاً تنہائی

---

[1] المغازي للواقدي: 49/1، و السيرة النبوية لابن هشام: 615/2، اس کی تخریج کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر اکرم عمری کی السیرة الصحیحة: 359/2 اور ڈاکٹر مہدی رزق اللہ کی السیرة النبویة، ص: 344. [2] فتح الباري: 254/18، و المغازي للواقدي: 49/1، تخریج کے لیے دیکھیے: اکرم عمری کی السیرة الصحیحة: 362/2 اور ڈاکٹر مہدی رزق اللہ کی السیرة النبویة، ص: 346.

میں نماز ادا کر سکیں اور دعا کر سکیں اور جنگ کے دوران میں اگلی صفوں میں بھی موجود رہیں کیونکہ آپ ﷺ تمام سورماؤں سے بڑھ کر بہادر تھے۔

معرکے سے پہلے قریش میدان میں پہنچ گئے۔ جب وہ آئے تو نبی ﷺ نے ان الفاظ میں دعا فرمائی:

«اَللّٰهُمَّ هٰذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ أَقْبَلَتْ بِخُيَلَائِهَا وَفَخْرِهَا تُحَادُّكَ وَتُكَذِّبُ رَسُولَكَ، فَنَصْرَكَ الَّذِي وَعَدْتَّنِي، اَللّٰهُمَّ اَحِنْهِمُ الْغَدَاةَ»

”اے اللہ! یہ قریش تجھ سے دشمنی کرتے ہوئے اور تیرے رسول کی تکذیب کرتے ہوئے فخر و غرور کے ساتھ آ گئے ہیں۔ اے اللہ! اپنی مدد نازل فرما جس کا تُو نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے۔ اے اللہ! صبح انھیں پسپا کر دے۔“ [1]

قریش کے بعض حلیم الطبع بزرگوں نے کوشش کی کہ اپنی قوم کو جنگ سے روک دیں اور انھیں واپس مکہ جانے پر رضامند کر لیں لیکن ابوجہل اور اس جیسے کافر سرداروں نے معاملہ خراب کر دیا اور قریش کو قائل کر لیا کہ وہ دشمنی قائم رکھیں اور جنگ میں شریک ہوں۔ اس کے نتیجے میں اللہ کا فیصلہ پورا ہو کر رہا۔ [2]

بدر میں مسلمان رات بھر اللہ تعالیٰ سے بڑی عاجزی کے ساتھ مدد اور دشمنوں پر فتح پانے کی دعائیں کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینت نازل فرما دی، چنانچہ وہ مطمئن ہو گئے اور انھیں اونگھ آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے:

﴿إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝﴾

”جب اللہ تعالیٰ امن کے طور پر اپنی طرف سے تم پر اونگھ ڈال رہا تھا، اور تم پر آسمان سے پانی نازل کر رہا تھا تاکہ تمھیں پاک کر دے، تم سے شیطان کی پلیدی دور کر دے، تمھارے دل مضبوط کر دے اور تمھارے قدم جما دے۔“ (الأنفال 8:11)

اس رات نبی ﷺ نماز پڑھتے رہے اور عجز و نیاز کے ساتھ رو رو کر اللہ سے مومنوں کے لیے مدد کی دعائیں کرتے رہے۔ اسی رات یا اس صبح کو آپ ﷺ نے چھپر میں دعا مانگتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

---

[1] المغازي:59/1. [2] المغازي للواقدي:63/1، و السيرة النبوية لابن هشام:622/2.

«اَللّٰهُمَّ أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ، لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ أَبَدًا»

”اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد و پیمان یاد دلاتا ہوں، (یعنی تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے وعدے کے مطابق ہماری مدد فرما۔) اے اللہ! اگر تیری مشیت ہوئی (اور مسلمانوں کو شکست ہو گئی) تو آج کے بعد کبھی تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔“

اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کی: ”اللہ کے رسول! کافی ہے۔ آپ نے رب سے بہت عاجزی سے دعا کر لی ہے۔“ چنانچہ آپ ﷺ زرہ پہنے ہوئے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ۝﴾

”لشکر شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے بلکہ ان سے قیامت کے دن کا وعدہ ہے اور قیامت بہت خوفناک اور نہایت تلخ ہے۔“ (القمر 54:45، 46، و صحيح البخاري، حديث: 2915)

اس کے برعکس مشرکینِ قریش رات بھر طعام خوری اور شراب نوشی میں مشغول رہے، لونڈیاں ساز بجاتی رہیں اور وہ اپنی طاقت اور مادی اسباب پر فخر کرتے رہے۔ وہ اپنے کفر و شرک اور اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی پر اڑے رہے۔

جس دن معرکہ برپا ہوا، اس دن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فجر کی نماز نبیٔ اکرم ﷺ کی اقتدا میں ادا کی۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے ان سے خطاب فرمایا اور انھیں جنگ کرنے اور ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے بنفسِ نفیس مسلمانوں کی صف بندی کا معائنہ فرمایا اور انھیں ہدایات دیں۔ ایک ہدایت یہ تھی:

«إِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَارْمُوهُمْ وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ»

”جب وہ تمھارے قریب (اور تمھارے تیروں کی زد میں) آ جائیں تو ان پر تیر چلانا اور (اندھا دھند تیر برسانے کے بجائے) اپنے تیروں کو بچا کر رکھنا۔“ [1]

---

[1] صحيح البخاري، حديث: 3984.

نبی ﷺ تیر اندازی پسند کرتے اور اس کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اسی دوران میں یہ واقعہ بھی ہوا کہ نبی ﷺ صفیں سیدھی کر رہے تھے کہ سیدنا سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ صف سے کچھ آگے بڑھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں تیر تھا۔ اس کے ساتھ انھیں برابر کرتے ہوئے فرمایا: ''سواد! برابر ہو جاؤ۔'' انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، مجھے قصاص دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے قصاص دینے کے لیے اپنے شکم مبارک سے کپڑا ہٹا دیا تو وہ حضور ﷺ کے شکم مبارک کو چومنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَا حَمَلَكَ عَلٰى هٰذَا يَا سَوَادُ؟»

''سواد! تجھے اس عمل پر کس چیز نے اُبھارا؟''

انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! جنگ کی جو کیفیت ہے، وہ آپ کے سامنے ہے۔ میں نے چاہا کہ زندگی کے آخری وقت میں میرا جسم آپ کے جسم سے مس ہو جائے۔ آپ ﷺ نے انھیں دعا دی۔ [1]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنگ شروع کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے منتظر تھے۔ تب رسول اللہ ﷺ دوبارہ چھپر میں تشریف لے گئے اور اللہ سے دعائیں کرنے لگے:

---

[1] المغازي للواقدي: 1/56، 57.

«اَللّٰھُمَّ إِنْ تَھْلِكْ ھٰذِہِ الْعِصَابَةُ الْیَوْمَ، لَا تُعْبَدْ، اَللّٰھُمَّ أَنْجِزْلِي مَا وَعَدْتَّنِي»

”اے اللہ! اگر آج یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو تیری عبادت کبھی نہ ہوگی۔ اے اللہ! تُو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے، پورا فرما دے۔“ [1]

آپ ﷺ دعا کرتے رہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے، انھیں آپ ﷺ پر ترس آنے لگا۔ انھوں نے عرض کی: ”اللہ کے رسول! آپ کی یہ دعائیں کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے کیا ہوا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔“ پھر آپ ﷺ کو اونگھ کی جھپکی آگئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَبْشِرْ یَا أَبَا بَكْرٍ! أَتَاكَ نَصْرُ اللّٰہِ، ھٰذَا جِبْرِیلُ، أٰخِذٌ بِعَنَانِ فَرَسِہٖ یَقُودُہٗ»

”ابوبکر! خوش ہو جائیں! آپ کے لیے اللہ کی مدد آگئی ہے۔ یہ جبریل (علیہ السلام) ہیں، وہ اپنے گھوڑے کی باگ تھامے اس کے آگے آگے چلے آ رہے ہیں!“

پھر نبی ﷺ مسلمانوں کے پاس تشریف لائے تو آپ یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے:

﴿سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُھُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْھٰی وَ اَمَرُّ ۝﴾

---

[1] فتح الباري: 18/254.

بدر کا قبرستان

”لشکر شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے بلکہ ان سے قیامت کے دن کا وعدہ ہے اور قیامت بہت خوفناک اور نہایت تلخ ہے۔“ [1]

نبی ﷺ جنگ کے لیے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھانے لگے، انھیں جنت کا شوق دلانے لگے اور فرشتوں کے نازل ہونے کی بشارت دینے لگے۔ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں انھی حضرات کا ذکر کیا گیا ہے:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝﴾

”جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمھاری دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں، جو آگے پیچھے آ رہے ہیں۔“ (الأنفال 9:8)

اور اس آیت مبارکہ میں بھی انھی کا ذکر ہے:

﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝﴾

”جب آپ کا رب فرشتوں کو وحی کر رہا تھا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں، تم مومنوں کے دلوں کو مضبوط کرو۔ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ تم گردنوں کو اوپر سے مارو اور ان کے ہر جوڑ پر مارو۔“ (الأنفال 12:8)

دوسری طرف کافروں نے بھی صف بندی کر لی اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔

ایک قریشی نے کوشش کی کہ مسلمانوں کی صفیں چیر کر چشمے تک پہنچ جائے اور پانی پی لے۔ سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اس کا راستہ روکا اور اسے قتل کر دیا۔ [2]

پھر معرکے کی پہلی انفرادی لڑائی شروع ہوئی۔ مشرکین میں سے عتبہ بن ربیعہ، اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید بن عتبہ باہر نکلے۔ مسلمانوں میں سے سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب، علی بن ابی طالب اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم ان کے مقابلے کے لیے آئے۔ یہ تینوں حضرات نبی ﷺ کے خاندان میں سے تھے۔ اس انفرادی لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تینوں مشرک قتل ہوئے اور سیدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے جو بعد میں شہید ہو گئے۔ [3]

اس کے بعد دونوں فوجیں گتھم گتھا ہو گئیں اور بھرپور لڑائی شروع ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے کنکریوں کی

---

[1] القمر 45:54، 46، دیکھیے: فتح الباري مذکورہ بالا حدیث: 256/16. [2] السيرة النبوية لابن هشام: 624/2، و المغازي للواقدي: 68/1. [3] سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث: فتح الباري: 161/15.

ایک مٹھی لی اور دشمنوں کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: «شَاهَتِ الْوُجُوهُ» ”چہروں کا حلیہ بگڑ جائے۔“[1]
اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَ لِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾

”انھیں تم نے قتل نہیں کیا، انھیں تو اللہ نے مارا ہے۔ (اے نبی!) جب آپ نے (کنکریاں) پھینکی تھیں تو وہ آپ نے نہیں پھینکیں، بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں تاکہ اللہ مومنوں کو اپنی طرف سے (ان کی محنت کا) اچھا صلہ دے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔“ (الأنفال 17:8)

فریقین میں جنگ تیز ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ اگلی صفوں میں موجود تھے حتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی خود کو آپ ﷺ کے قریب محفوظ تصور کرتے تھے۔ اس معرکے میں بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بہادری کے عظیم کارنامے انجام دیے۔ مسلمانوں کی فتح کے آثار نظر آنے لگے۔ آخر مشرکین شکست کھا کر پسپا ہو گئے۔ ان کے بڑے بڑے سردار جیسے ابوجہل[2] اور امیہ بن خلف وغیرہ[3] قتل ہو گئے۔ ان کے مقتولوں کی تعداد ستر تک پہنچ گئی اور جو باقی بچے وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔[4]

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 706:2. [2] ابوجہل کے قتل کی تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح الباري: 158/15، باب قتل أبي جهل. وہاں یہ حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے مذکور ہے۔ [3] غزوۂ بدر میں 70 کفار ہی گرفتار ہوئے۔ قیدیوں میں نبی ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور داماد سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ [4] فتح الباري: 167/15، حديثِ أنس رضی اللہ عنہ، و السيرة النبوية لابن هشام: 625/2، 631، 634، 638، 642، 708، والمغازي للواقدي: 82/1، 85، 88، 92، 100.

مسجد العریش (بدر)

جنگ ختم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ اور مجاہدین تین دن تک بدر میں ٹھہرے رہے۔ اس دوران میں انھوں نے اپنے شہداء کو دفن کیا جن کی تعداد چودہ تھی۔ [1] مشرکین کی لاشیں بدر کے کنویں میں پھینک دی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور کنویں کے کنارے کھڑے ہو کر ان کے نام لے لے کر آواز دی:

«يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ! يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ! أَيَسُرُّكُمْ أَنَّكُمْ أَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ؟ فَإِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا، فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟»

"اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا تمھاری خواہش ہے کہ تم نے اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کی ہوتی؟ ہمارے رب نے ہم سے (مدد اور فتح کا) جو وعدہ کیا تھا، ہم نے دیکھ لیا کہ وہ سچا ہے۔ (تم بتاؤ) تمھارے رب نے تم سے (انکار کی صورت میں جہنم میں داخلے کا) جو وعدہ کیا تھا، وہ بھی سچا ہوا یا نہیں؟"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ ان لاشوں سے کیا کلام فرما رہے ہیں جن میں جان ہی نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میں جو کہہ رہا ہوں، اُسے تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔" قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کیا۔ انھیں ڈانٹنے اور ذلیل کرنے، نیز انھیں غم اور ندامت میں مبتلا کرنے کے لیے آپ ﷺ کے الفاظ سنا دیے۔ [2]

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے ہمراہیوں سمیت فتح یاب ہو کر سلامتی سے مدینہ منورہ کی طرف لوٹ آئے۔ مدینہ طیبہ میں مسلمانوں نے انتہائی خوشی کے عالم میں آپ ﷺ کا استقبال کیا کیونکہ آپ ﷺ خیریت سے تشریف لے آئے تھے اور مسلمانوں کو واضح فتح حاصل ہوئی تھی۔ [3]

البتہ مدینہ کے دوسرے باشندے مسلمانوں کی فتح پر غصے (اور افسوس) سے پیچ و تاب کھا رہے تھے کیونکہ یہودیوں، منافقوں اور مدینہ کے دوسرے مشرکوں کے لیے مسلمانوں کی قوت اور فتح بہت ناگوار تھی۔

غزوۂ بدر کے واقعات کے بارے میں بعض آیات نازل ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ○ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ○ وَاِذْ

---

[1] شہدائے بدر کے اسمائے گرامی کے لیے دیکھیے: السيرة النبوية لابن هشام: 2/706، 707. [2] فتح الباري: 15/168.

[3] السيرة النبوية لابن هشام: 2/643، و المغازي للواقدي: 1/144.

يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ
لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ○ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ
يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ○ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ
مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ○ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ
قُلُوْبُكُمْ ۚ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ
النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ يُذْهِبَ
عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَ لِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ○ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ
اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا
الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا
اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ ذٰلِكُمْ
فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ○ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ
مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ فَلَمْ
تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَ لِيُبْلِيَ
الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ ذٰلِكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ
الْكٰفِرِيْنَ ○ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ
اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّ لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ○

”جیسے آپ کو آپ کے رب نے آپ کے گھر سے حق کے ساتھ روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی۔ وہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد اس کے بارے میں آپ سے اس طرح تکرار کر رہے تھے جیسے کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لیے جاتا ہو اور وہ (موت کو) دیکھ رہے ہوں۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے تم سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا کہ وہ تمھارے لیے

ہے اور تم چاہتے تھے کہ تمھیں بغیر اسلحہ والی جماعت ملے اور اللہ کی مرضی یہ تھی کہ وہ اپنے فرامین کے ساتھ حق کو قائم کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے، خواہ مجرموں کو ناگوار ہو۔ اور یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اللہ نے تمھاری دعا قبول کی (اور فرمایا) کہ میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں جو آگے پیچھے آ رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کے ساتھ) یہ امداد اس لیے کی کہ تمھارے لیے خوش خبری ہو، اور تمھارے دلوں کو اس سے اطمینان ہو جائے۔ (ورنہ) مدد تو صرف اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔ اور (یاد کرو) جب اللہ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اپنی طرف سے تسکین کے لیے اور آسمان سے تم پر پانی برسا رہا تھا کہ اس کے ذریعے سے تمھیں پاک کر دے اور شیطانی وسوسہ تم سے دور کر دے اور تمھارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس کے ساتھ (تمھارے) قدم جما دے۔ اور (یاد کرو) جب آپ کا رب فرشتوں کو وحی کر رہا تھا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں، تم مومنوں کے دلوں کو مضبوط کرو۔ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ تم گردنوں کو اوپر سے مارو اور ان کے ہر جوڑ پر مارو۔ یہ (سزا) اس لیے ہے کہ انھوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، اور جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اللہ (ایسے لوگوں کو) سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ (سزا) چکھو، اور یقین کرو کہ کافروں کے لیے جہنم کا عذاب (مقرر) ہے۔ اے مومنو! جب تم میدانِ جنگ میں کافروں کے مقابل آؤ تو اُن سے پشت مت پھیرنا۔ اور جو شخص اس موقع پر ان سے پیٹھ پھیرے، سوائے اس کے کہ وہ لڑائی کے لیے پینترا بدلتا ہو، یا (اپنی) جماعت سے آ ملنے کے لیے پلٹتا ہو، (ورنہ جو ایسا کرے گا) وہ اللہ کے غضب میں آ جائے گا، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ پہنچنے کی بری جگہ ہے۔ انھیں تم نے قتل نہیں کیا، بلکہ انھیں رب نے مارا ہے اور جب آپ نے (کنکریاں) پھینکی تھیں تو وہ آپ نے نہیں پھینکیں، بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں تاکہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنی طرف سے (ان کی محنت کا) اچھا عوض دے۔ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔ (ایک بات تو) یہ ہے اور (دوسری بات یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنے والا تھا۔ اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمھارے سامنے آ چکا۔ اور (اب) اگر تم باز آ جاؤ تو تمھارے لیے بہتر ہے۔ اگر تم دوبارہ (اسی طرح) کرو گے،

مقامِ شہدائے بدر

تو ہم بھی دوبارہ (اسی طرح) کریں گے اور تمھاری جماعت تمھارے کچھ کام نہ آئے گی، خواہ کتنی ہی زیادہ ہو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔'' (الأنفال 8:5-19)

اللہ تعالیٰ نے اسی سورت میں ایک اور مقام پر اس غزوے کے واقعات کے بارے میں فرمایا:

﴿وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ وَ لٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۬ۙ لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا ؕ وَ لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ لَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ

سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا
وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○

’’جان لو کہ تم جو کچھ غنیمت حاصل کرو، اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا، رسول کا، (رسول کے) قرابت داروں کا، یتیموں کا، مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے، اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس پر جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر فرقان کے دن نازل فرمایا، جس دن دونوں جماعتیں ایک دوسری کے مقابل ہوئیں، اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ جب تم قریب والے کنارے پر تھے، اور وہ دور والے کنارے پر اور قافلہ تم سے بہت نیچے (ساحل کی طرف) تھا۔ اگر تم آپس میں وعدے کرتے تو تم وقتِ معین پر پہنچنے میں اختلاف کرتے لیکن اللہ کو تو ایک کام کر ہی ڈالنا تھا جو مقرر ہو چکا تھا تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل دیکھ کر ہلاک ہو، اور جو زندہ رہے وہ دلیل کے ساتھ (حق پہچان کر) زندہ رہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے خواب میں آپ کو وہ کم دکھائے۔ اور اگر وہ تمھیں ان کی تعداد زیادہ دکھاتا تو تم دل ہار بیٹھتے اور اس کام کے بارے میں آپس میں اختلاف کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ یقیناً وہ دلوں کے راز جانتا ہے۔

بدر کا کنواں

جب تمھارا آمنا سامنا ہوا تو اللہ تعالیٰ انھیں تمھاری نظروں میں کم کرکے دکھا رہا تھا اور تمھیں ان کی نظروں میں کم کرکے دکھا رہا تھا تاکہ اس کام کو انجام تک پہنچا دے جو ہو جانے والا تھا۔ اور تمام کام اللہ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔‘‘

(الأنفال 8:41-44)

سورۂ انفال کے باقی حصے میں بھی کلام کا موضوع جہاد، بالخصوص غزوۂ بدر سے تعلق رکھنے والے بعض واقعات و مسائل ہیں، چنانچہ یہ سورت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سورۃ الجہاد کے نام سے معروف ہوئی اور مسلمانوں کا مختلف فتوحات میں یہ معمول رہا کہ وہ جنگ شروع ہونے سے پہلے جنگ کی صفوں میں یہ سورت پڑھتے تھے۔ خلفائے راشدین کے دور میں تو ہر لشکر میں کچھ حضرات باقاعدہ اس لیے مقرر کیے جاتے تھے کہ وہ مجاہدین کے سامنے یہ سورت پڑھیں، کیونکہ اس سورت کی تلاوت اور اس کا علم حاصل کرنا بہت اہمیت کا حامل ہے، اس لیے کہ اس میں جہاد کے مقاصد اور اس کے اصول و قواعد بیان ہوئے ہیں۔ [1]

غزوۂ بدر مشرکینِ مکہ پر مسلمانوں کی پہلی فتح تھی اور اس کے حالات و واقعات عربوں میں مشہور ہو گئے۔ اس جنگ کے بعد سب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ مسلمان اب ایسی قوت بن چکے ہیں جسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

[1] السيرة النبوية لابن إسحق، ص:301.

غزوۂ اُحد

(شوال 3 ھ)

بدر میں قریش کو بری طرح شکست ہوئی تھی، اسی لیے وہ اس کے بعد خاموش نہیں بیٹھے بلکہ مسلمانوں پر مدینہ منورہ میں حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ اس میں ان سب لوگوں نے حصہ لیا جن کے باپ یا بیٹے یا کوئی اور رشتہ دار مارے گئے تھے۔ وہ لوگوں کے پاس جا جا کر انھیں رسول اللہ ﷺ اور آپ کا ساتھ دینے والے مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے لگے۔ مکہ میں یہودی گھومتے پھرتے تھے اور وہاں کے سرداروں کو جنگ کی ترغیب دیتے تھے اور مدینہ کے منافقین قریش سے عہد و پیمان کر رہے تھے کہ اگر وہ محمد (ﷺ) اور آپ کا ساتھ دینے والے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے آئیں گے تو وہ ان کی مدد کریں گے اور جنگ کی تیاری کا مالی بوجھ برداشت کریں گے۔ اس آیت مبارکہ میں انھی کا ذکر ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۝﴾

”بے شک جنھوں نے کفر کیا وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے روک دیں۔ وہ (مزید) مال خرچ کریں گے، پھر وہ مال ان کے لیے حسرت کا باعث ہوں گے، پھر وہ مغلوب ہو جائیں گے، اور جنھوں نے کفر کیا، وہ اکٹھے کر کے جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔“ (الأنفال 36:8) [1]

قریش اور ان کے حلیف قبائل نے، جن کا تعلق تہامہ وغیرہ سے تھا، اپنی تیاری مکمل کر لی۔ ان کا لشکر ہتھیار بند ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ لشکر میں آزاد مرد بھی تھے اور غلام بھی۔ کچھ عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ ان کے جنگجو افراد کی تعداد تین ہزار سے زیادہ تھی۔ [2]

اس دوران میں مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کے جاسوس قریش کی نقل و حرکت کے بارے میں تفصیل

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 60/3، و المغازي للواقدي: 199/1، و سبل الهدى و الرشاد: 271/1. [2] السيرة النبوية لابن إسحاق، ص: 302، و المغازي للواقدي: 202/1، 203، و سبل الهدى و الرشاد: 273/4.

سے خبریں پہنچا رہے تھے۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے معمول کے مطابق مسلمانوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا تو مختلف آراء سامنے آئیں۔ اکثر حضرات کی رائے تھی کہ مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ بعض حضرات کے خیال میں مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرنا زیادہ مناسب تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا میلان دوسری رائے کی طرف تھا، یعنی مدینہ کے اندر ٹھہرنا چاہیے۔[2] لیکن دشمن سے مقابلے کے لیے باہر نکلنے کی رائے رکھنے والے بہادر حضرات تھے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بار بار عرض کی، چنانچہ آپ ﷺ گھر کے اندر تشریف لے گئے، پھر زرہ پہن کر، ہتھیار سجا کر اور جنگ کے لیے تیار ہو کر باہر تشریف لائے۔ تب جن حضرات نے مدینہ سے باہر جانے پر اصرار کیا تھا، انھیں ندامت ہوئی۔ انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو مجبور کیا۔ یہ ہمارے لیے مناسب نہیں تھا۔ آپ چاہیں تو شہر کے اندر تشریف رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ لِنَبِيٍّ إِذَا لَبِسَ لَأْمَتَهُ أَنْ يَّضَعَهَا حَتّٰى يُقَاتِلَ»

”نبی کے لیے مناسب نہیں کہ جب ہتھیار پہن لے، تو جنگ کیے بغیر انھیں اتار دے۔“[3]

رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب دیکھا تھا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا تھا۔ بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے اپنی تلوار لہرائی تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔ اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ اُحد کی جنگ میں مسلمانوں کو تکلیف پہنچی۔ پھر میں نے وہ تلوار دوبارہ لہرائی تو وہ پہلے سے بھی بہتر ہو گئی۔ اس کی تعبیر اللہ کی دی ہوئی فتح اور مسلمانوں کا اتحاد تھا۔ میں نے اس خواب میں کچھ گائیں دیکھیں۔ اللہ بہتری والا ہے۔ اس سے مراد وہ پریشانی تھی جو مسلمانوں کو اُحد میں پیش آئی۔“[4]

قریش مدینہ کے قریب ایک وادی میں ٹھہرے۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے ایک ہزار افراد کے ساتھ باہر نکلے۔ اُحد کے راستے میں منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی ابن سلول[5] ایک تہائی لشکر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ وہ مدینہ میں رہ کر جنگ کرنا چاہتا تھا

---

[1] المغازي للواقدي:207/1، و الطبقات الكبرٰى:37/2، و سبل الهدٰى و الرشاد:273/4. [2] السيرة النبوية لابن إسحاق، ص: 303، و المغازي للواقدي:310/1، و سبل الهدٰى و الرشاد: 275/4. [3] مسند أحمد: 351/3، نیز دیکھیے: السيرة النبوية، ص:381 پر اس حدیث کے لیے ڈاکٹر مہدی رزق اللہ کی تخریج۔ [4] فتح الباري:123/14، دوسری روایات کے لیے دیکھیے: سبل الهدٰى و الرشاد:274/4. [5] عبداللہ کے باپ کا نام ابی اور ماں کا نام سلول تھا، دیکھیے: صحيح البخاري، الأدب، حديث:6207 اور دیگر مقامات۔

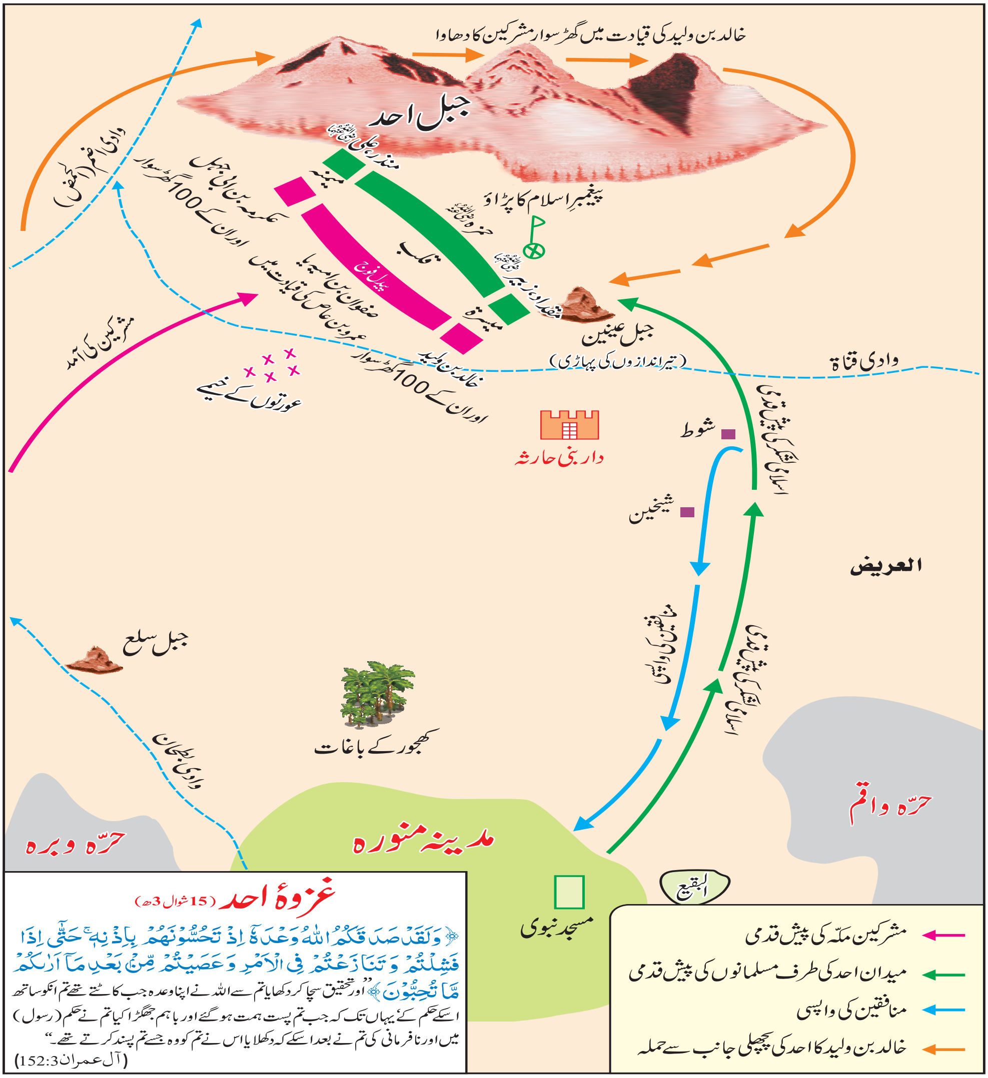

(لیکن اس کی بات نہیں مانی گئی)۔ [1]

رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کا ساتھ دینے والوں کی منزل اُحد تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ مقام خود منتخب فرمایا اور وہاں مسلمانوں کی صفیں ترتیب دیں۔ آپ ﷺ نے گھاٹی کو لشکر کا مرکز بنایا جبکہ اُحد پہاڑ ان کے پیچھے تھا۔ آپ ﷺ نے حملہ آوروں کے سامنے کی ایک پہاڑی پر سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرمایا۔ آپ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ دوسرا حکم آنے تک وہیں ٹھہرے رہیں اور تیر اندازی کے ذریعے سے مسلمانوں کا دفاع کریں تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں۔ آپ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ جنگ کا نتیجہ کچھ بھی ہو، وہ وہیں ٹھہرے رہیں اور رسول اللہ ﷺ کی

---

[1] المغازي للواقدي: 219/1، و الطبقات: 39/2، و فتح الباري: 232/15.

طرف سے صادر ہونے والے حکم کا انتظار کریں۔ صحیح بخاری میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: اس دن ہمارا مقابلہ مشرکین سے ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کا دستہ (پہاڑی پر) بٹھا دیا۔ ان کا امیر عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں وہاں ٹھہرنے کا حکم دیا اور مزید فرمایا:

«إِنْ رَّأَيْتُمُونَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوا، وَ إِنْ رَّأَيْتُمُوهُمْ ظَهَرُوا عَلَيْنَا فَلَا تُعِينُونَا»

''اگر تم دیکھو کہ ہم ان (کافروں) پر غالب آ گئے ہیں، تب بھی جگہ نہ چھوڑنا، اور اگر تم دیکھو کہ وہ ہم پر غالب آ گئے ہیں تب بھی (اپنی جگہ چھوڑ کر) ہماری مدد کے لیے نہ آنا۔'' [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کا علم اٹھانے کے لیے سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا اور جہاد کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفوں کو خود ترتیب دیا۔ انھیں یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جنت کا وعدہ کیا ہے، نیز جنگ میں صبر اور ثابت قدمی اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی، پھر بعض کم عمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو واپس مدینہ بھیج دیا۔ [2]

جبکہ مشرکین کی طرف ان کے سردار ابوسفیان اپنے جنگجو تیار کر رہے تھے۔ ان کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی جو مسلمانوں سے چار گنا سے بھی زیادہ تھی۔ ابوسفیان نے پہلے اپنی سپاہ کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا۔ میمنہ پر خالد بن ولید کو مقرر کیا۔ ان کے بلند آواز افراد لوگوں کو جنگ کے لیے جوش دلانے لگے۔ وہ کہہ رہے تھے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھ آنے والے مسلمانوں کو ختم کر دو۔ قریش کی عورتیں بھی مردوں کو جوش دلانے لگیں اور گزشتہ سال بدر میں ان کے قتل ہونے والے مردوں کا ذکر کرنے لگیں۔ [3]

دونوں فوجوں نے اپنی اپنی جگہ سنبھالی اور جنگ شروع ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تلوار تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نکال کر فرمایا:

«مَنْ يَّأْخُذُ هٰذَا بِحَقِّهِ؟»

---

[1] صحيح البخاري، حديث: 4043، و السيرة النبوية لابن إسحاق: 305، و المغازي للواقدي: 119/1، و سبل الهدى و الرشاد: 282/4. [2] السيرة النبوية لابن إسحاق، ص: 203، 308، و المغازي للواقدي: 221/1، و سبل الهدى و الرشاد: 282/4، 283. [3] السيرة النبوية لابن إسحاق، ص: 306، و المغازي لابن قتيبة: 220/1، و الطبقات لابن سعد: 41/2، و سبل الهدى و الرشاد: 283/4.

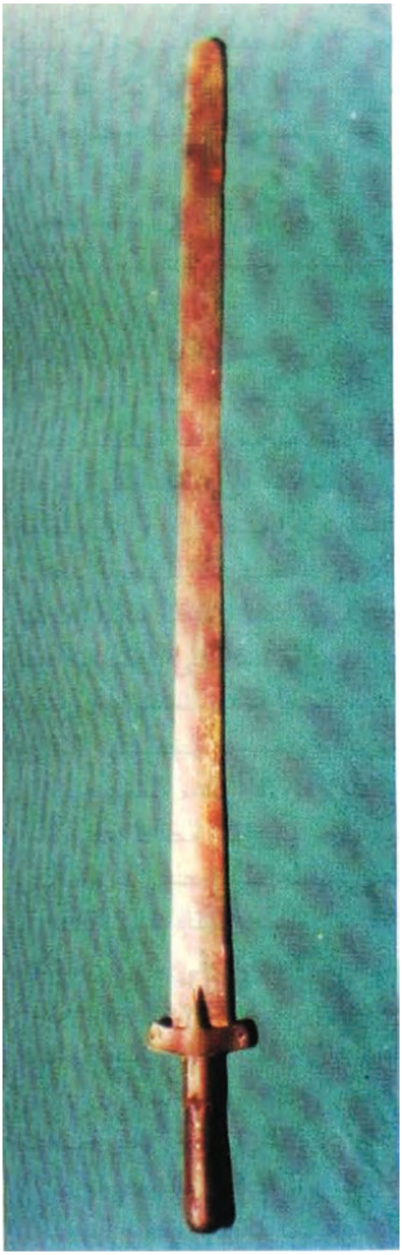

نبی ﷺ کی تلوار عضب

''کون اسے لے کر اس کا حق ادا کرے گا؟''

سیدنا ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عرض کی:

''اللہ کے رسول! اس کا حق کیا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْ تَضْرِبَ بِهِ هَامَ الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يَنْحَنِيَ»

''اسے مشرکین کی کھوپڑیوں پر مارو حتی کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔''

سیدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے تلوار لے لی، پھر اپنی جیب سے ایک سرخ پٹی نکال کر سر پر باندھ لی، پھر تلوار لے کر فاخرانہ چال سے آگے بڑھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ هٰذِهِ مِشْيَةٌ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا فِي مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ»

''یہ چال اللہ اور اس کے رسول کو سخت ناپسند ہے مگر ایسے مقام پر پسندیدہ ہے۔''

جنگ شروع ہوئی تو سیدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے ساتھ بہادروں کی طرح جنگ کی۔[1] اسی طرح سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے بے مثال شجاعت کا مظاہرہ فرمایا۔ دوسرے مسلمان بھی بہادری سے جنگ کرتے رہے حتی کہ مشرکین کی صفوں میں شکست کے آثار نظر آنے لگے اور مومنوں کو واضح فتح کا احساس ہونے لگا۔ آخر مشرکین میدان چھوڑ کر بھاگے اور مسلمان ان کا تعاقب کر کے انھیں جہنم رسید کرنے لگے۔ پھر مسلمانوں نے غنیمت کا مال جمع کرنا شروع کر دیا۔ جب تیر اندازوں نے پہاڑی کے اوپر سے یہ منظر دیکھا تو اپنی جگہ

---

[1] السيرة النبوية لابن إسحاق، ص:305، والمغازي للواقدي:241/1، والإصابة:58/4.

چھوڑنے لگے۔ سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا حکم یاد دلا کر انھیں روکنے کی کوشش کی لیکن انھوں نے توجہ نہ دی اور (مالِ غنیمت جمع کرنے کے لیے) چلے گئے۔ ابن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چند افراد رہ گئے جن کی تعداد دس بھی نہ تھی۔ [1]

خالد بن ولید کے ساتھ قریش کے گھڑسواروں کا دستہ تھا جو ٹیلوں پر سے صورت حال کا جائزہ لے رہے تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ (پہاڑی پر) تیراندازوں کی تعداد اتنی کم ہوگئی ہے کہ وہ سواروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو ان پر حملہ کرکے انھیں اور ان کے سربراہ کو شہید کر دیا۔ پھر گھڑسواروں کے ساتھ مسلمانوں پر ہلا بول دیا کیونکہ ان کی پشت غیر محفوظ ہو چکی تھی۔ انھوں نے پیچھے کی طرف سے حملہ کیا اور قریش کی فوج بھی گھڑسواروں کی مدد سے دوبارہ میدانِ جنگ میں آ گئی۔ اس طرح جنگ کا پانسا پلٹ گیا اور صورتِ حال مشرکین قریش کے حق میں ہوگئی۔ [2]

ان کی کوشش تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس تک پہنچ کر آپ ﷺ کو شہید کر دیں۔ ان کے بہادر اس مقصد کے لیے ایک دوسرے پر بازی لے جانے کے خواہش مند تھے۔

رسول اللہ ﷺ استقامت کا پہاڑ بن کر میدان میں ڈٹے رہے اور انتہائی جانبازی سے لڑتے رہے۔ آپ ﷺ نے اُبَي بن خلف کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا جو آپ ﷺ کا شدید دشمن تھا اور اس کی انتہائی خواہش تھی کہ آپ ﷺ کو شہید کر دے۔ وہ بار بار کہہ رہا تھا: اگر محمد (ﷺ) بچ گئے تو اللہ کرے میں زندہ نہ رہوں! رسول اللہ ﷺ نے کسی صحابی کو اس کی طرف بڑھنے کی اجازت نہ دی، بلکہ آپ ﷺ بنفسِ نفیس ایک برچھی لے کر اس کے سامنے آئے۔ برچھی اس کی گردن پر لگی، بعد میں وہ اسی زخم سے مرا۔ [3]

---

[1] فتح الباري: 225/15، و السيرة النبوية لابن إسحاق، ص: 306، و المغازي للواقدي: 229/1. [2] فتح الباري: 225/15، و السيرة النبوية لابن إسحاق، ص: 307، و المغازي للواقدي: 235/1، و الطبقات: 41/2. [3] السيرة النبوية لابن إسحاق: 310، و المغازي للواقدي: 252/2، و سبل الهدٰى و الرشاد: 307/4.

اس جنگ میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے۔ آپ ﷺ کے سر میں زخم آئے، رباعی دانت شہید ہوگیا اور ہونٹ بھی زخمی ہوگیا۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی بے مثال استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔ انھوں نے آپ ﷺ کے دفاع کے لیے جانیں لڑا دیں۔ ان میں سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان میں سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے جو مسلمانوں کے پرچم بردار تھے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے شہید ہوئے۔ ان میں سیدنا علی بن ابی طالب، ابودجانہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ جب نبی ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے تیر چلا رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان سے یہ فرمایا تھا:

«اِرْمِ، فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي» ''تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان!'' [2]

رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنے والوں میں سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ [3]

مشرکین نے افواہ اڑا دی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو شہید کر دیا ہے۔ اس سے مسلمانوں کی ہمت ٹوٹ گئی۔ یہ دیکھ کر سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ [4] اُٹھے اور ساتھیوں سے فرمایا: ''کیوں بیٹھ گئے ہو؟'' انھوں نے کہا: ''محمد رسول اللہ ﷺ شہید ہوگئے۔'' فرمایا: ''پھر تم لوگ آپ ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ اٹھو، جس مقصد کے لیے رسول اللہ ﷺ نے شہادت پائی ہے، تم بھی اس مقصد کے لیے جان دے دو۔'' پھر کفار کی طرف بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ اس دن ان کے جسم پر ستر زخم لگے۔ ان کی لاش کو کوئی نہ پہچان سکا، ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ [5]

اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے جن صحابہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا، ان کی تعداد ستر تک پہنچ گئی۔ ان میں آپ ﷺ کے چچا سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انھیں وحشی نے شہید کیا جو ایک حبشی غلام تھا۔ [6] ان کے علاوہ سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ، [7] سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، [8] سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ، [9]

---

[1] فتح الباري: 243/15، و السيرة النبوية لابن إسحاق، ص:311، و المغازي للواقدي:247/1، و سبل الهدٰى والرشاد: 310/4. [2] صحيح البخاري، حديث: 2905. [3] فتح الباري: 235/15، والسيرة النبوية لابن إسحاق: 307، والمغازي للواقدي: 240-243، 268. [4] شہیدِ اُحد سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ خادمِ رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا تھے۔ [5] السيرة النبوية لابن إسحاق: 309، و تاريخ الطبري: 18/3. [6] فتح الباري: 245/15، و السيرة النبوية لابن إسحاق: 308، و سبل الهدٰى والرشاد: 318/4. [7] المغازي للواقدي:293/1، و سبل الهدٰى والرشاد: 326/4. [8] فتح الباري: 229/15. [9] سبل الهدٰى والرشاد: 322/4.

سیدنا حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ عنہ اور بہت سے دوسرے حضرات نے شہادت پائی۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم گھاٹی کی طرف سمٹ آئے۔ ابوسفیان، جو اس وقت دشمن فوج کا سالار تھا، پہاڑ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں تک چڑھ آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اَللّٰهُمَّ لَا يَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ يَّعْلُونَا» ”یا اللہ! ان لوگوں کا ہم تک چڑھ آنا مناسب نہیں۔“ چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے پتھر مار مار کر نیچے اتار دیا۔ تب ابوسفیان نے کہا: ”کیا لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا تُجِيبُوهُ» ”اسے جواب نہ دو۔“ اس نے پھر کہا: ”کیا لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا (ابوبکر رضی اللہ عنہ) موجود ہے؟“، ”کیا لوگوں میں عمر بن خطاب موجود ہے؟“ جواب نہ ملنے پر اس نے کہا: ”یہ سب مارے گئے۔ زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود پر قابو نہ رکھ سکے اور فرمانے لگے: ”اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہتا ہے۔ اللہ نے تجھے رسوا کرنے کے لیے انھیں زندہ رکھا ہے۔“ ابوسفیان نے کہا: أُعْلُ هُبَلُ (ہبل زندہ باد!) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جواب دو۔“ عرض کی: ”کیا کہیں؟“ فرمایا: ”کہو: «اَللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلُّ» ”اللہ زیادہ بلند اور زیادہ شان والا ہے۔“ ابوسفیان نے کہا: لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ. ”ہمارے پاس عزّیٰ ہے، تمھارے پاس کوئی عزّیٰ نہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جواب دو۔“ صحابہ نے عرض کی: ”کیا کہیں؟“ فرمایا: ”کہو: «اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ» ”اللہ ہمارا مددگار ہے، تمھارا کوئی مددگار نہیں۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ بھی فرمایا: ”ہمارے شہید جنت میں ہیں اور تمھارے مقتول جہنم میں۔“ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا: ”اگلے سال بدر میں مقابلہ ہوگا۔“ [1]

قریش میدانِ جنگ سے واپس ہوئے تو ان کے چوبیس آدمی ہلاک ہو چکے تھے۔ مسلمانوں نے اپنے زخمیوں کا علاج کیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمیوں میں شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کا جنازہ پڑھایا، جن کی تعداد ستر تک پہنچ چکی تھی۔ مسلمانوں نے انھیں (اسی جگہ) دفن کر دیا۔ [2]

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی مدینہ واپس آ گئے۔ جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو عورتیں اپنے شہیدوں پر رو رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا بہت اثر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اشک بار ہو گئے۔ [3]

---

[1] فتح الباري: 227/15، و السيرة النبوية لابن إسحاق: 313، و المغازي للواقدي: 297/1، و سبل الهدٰى والرشاد: 325/4. [2] فتح الباري: 225/15، و السيرة النبوية لابن إسحاق: 313، و المغازي للواقدي: 301/1، 310، و سبل الهدٰى و الرشاد: 326/4-330. [3] المغازي للواقدي: 311/1، 316,315، و السيرة النبوية لابن هشام: 98، و فتح الباري: 256,255/15، و سبل الهدٰى والرشاد: 334/4.

آپ ﷺ محتاط تھے۔ آپ ﷺ کو خطرہ محسوس ہوا کہ قریش دوبارہ مدینہ کی طرف نہ پلٹ آئیں۔ چنانچہ آپ ﷺ اگلے دن ہی قریش کو خوفزدہ کرنے کے لیے ان کے تعاقب میں روانہ ہوگئے تاکہ وہ دوبارہ مدینہ کا رخ نہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَخْرُجْ مَعَنَا إِلَّا مَنْ حَضَرَنَا بِالْأَمْسِ»

’’ہمارے ساتھ صرف وہ افراد آئیں جو کل ہمارے ساتھ شریک تھے۔‘‘ [1]

مسلمان حمراء الاسد تک پہنچ گئے جو مدینہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے اور وہاں تین دن سے زیادہ قیام پذیر رہے۔ قریش کو بھی یہ خبر مل گئی۔ وہ لوگ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے واپس آنے کا سوچ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس تعاقب نے انھیں اس سے باز رکھا، چنانچہ وہ تیزی سے مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ [2]

احد میں مسلمانوں کو جو حالات پیش آئے، ان کے تذکرے پر مشتمل قرآن مجید کی کئی آیات نازل ہوئیں، جن میں یہ آیات بھی ہیں:

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ○ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓي اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَاۗىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ

---

[1] فتح الباري: 253/15، و المغازي للواقدي: 334/1، و الطبقات الكبرٰى: 48/2، و السيرة النبوية لابن هشام: 101/3. [2] المغازي للواقدي: 49/1، و السيرة النبوية لابن هشام: 104/3، و سبل الهدٰى والرشاد: 442-438/4.

لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○﴾

’’اور یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کردکھایا جب تم (احد میں) اس کے حکم سے کافروں کو قتل کررہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے کم ہمتی اختیار کی اور حکمِ (رسول) کے بارے میں جھگڑنے لگے اور جونہی اللہ نے تمھیں وہ چیز (مال غنیمت کی جھلک) دکھائی جس سے تم محبت کرتے تھے تو تم نے نافرمانی کی (اس لیے کہ) تم میں سے کچھ لوگ دنیا چاہتے تھے اور کچھ لوگ آخرت کی خواہش رکھتے تھے، پھر اللہ نے تمھیں کافروں سے پھیر دیا تاکہ تمھاری آزمائش کرے۔ بلاشبہ (پھر بھی) اس نے تمھیں معاف کردیا۔ اور اللہ مومنوں پر فضل کرنے والا ہے۔ جب تم بھاگے چلے جارہے تھے اور کسی کی طرف پلٹ کر نہ دیکھتے تھے اور رسول (ﷺ) تمھارے پیچھے سے تمھیں آوازیں دے رہے تھے، پھر اللہ نے تمھیں غم پر غم دیے تاکہ تمھیں یہ سبق ملے کہ جو کچھ تمھارے ہاتھ سے چوک جائے یا جو مصیبت تم پر نازل ہو، اس پر تمھیں غمگین نہیں ہونا چاہیے اور تم جو عمل کرتے ہو، اللہ اس کی خوب خبر رکھتا ہے، پھر اس نے غم کے بعد تم پر سکون نازل کیا جس سے تمھارے ایک گروہ پر اونگھ طاری ہوگئی اور دوسرا گروہ جن کے نزدیک ساری اہمیت یقیناً اپنی ذات ہی کی تھی، وہ اللہ کے بارے میں ناحق جاہلیت کا گمان کرنے لگے۔ وہ کہتے تھے: کیا اس معاملے میں ہمارا بھی کوئی اختیار ہے؟ کہہ دیجیے: بے شک سب اختیار اللہ ہی کا ہے۔ وہ اپنے دلوں میں وہ بات چھپاتے ہیں جو آپ (ﷺ) کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اس معاملے میں ہمارا بھی کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ کہہ دیجیے: اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو بھی جن کی قسمت میں قتل ہونا لکھا تھا، وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف ضرور نکل آتے اور یہ اس لیے ہوا کہ جو کچھ تمھارے سینوں میں ہے، اللہ اسے آزمائے اور تاکہ تمھارے دلوں میں سے وسوسے

کوہِ اُحد کے دامن میں جبل رماۃ

صاف کردے اور اللہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے۔ بے شک جب دولشکر (احد میں) آپس میں ٹکرائے تھے تو تم میں سے جن لوگوں نے راہِ فرار اختیار کی، یقیناً وہ اپنی بعض کوتاہیوں کے سبب شیطان کے بہکاوے میں آگئے تھے اور بلا شبہ اللہ نے انھیں معاف کردیا، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت حوصلے والا ہے۔'' (آل عمران 3:152-155)

اللہ تعالیٰ نے اسی سورت میں دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿أَوَلَمَّآ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ
أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ وَمَآ أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ
فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ○ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا
قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ
يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ
أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ○ الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ
فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ○ فَرِحِينَ بِمَآ آتَاهُمُ اللَّهُ مِن
فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت گاہ (پس منظر میں کوہِ اُحد)

لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ۚۛ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ
لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ
قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝
فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ
ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝

’’بھلا (تمھارا کیا حال ہے) جب (احد میں) تم پر مصیبت آ پڑی تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آئی ہے؟ حالانکہ (بدر میں) تم نے اس سے دگنی مصیبت کافروں کو پہنچائی تھی۔ کہہ دیجیے کہ یہ مصیبت تمھاری اپنی لائی ہوئی ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ اور احد کے دن جب دونوں لشکر باہم ٹکرائے تو تمھیں جو (نقصان) پہنچا وہ اللہ کے حکم سے تھا اور اس لیے تھا کہ اللہ جان لے کہ مومن کون ہیں اور یہ بھی جان لے کہ منافق کون ہیں۔ اور ان منافقوں سے کہا گیا تھا: آؤ! اللہ کے راستے میں لڑو یا مدافعت کرو۔ انھوں نے کہا: اگر ہمیں جنگ ہونے کا یقینی علم ہوتا تو ہم ضرور تمھارے ساتھ چلتے۔ وہ اس روز ایمان کی نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنے مونہوں سے وہ بات کہہ رہے تھے جو ان کے دلوں میں نہیں تھی اور اللہ وہ بات خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے

ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو خود تو پیچھے بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں سے (جو لڑائی میں مارے گئے) کہنے لگے: اگر وہ ہماری بات مانتے تو قتل نہ ہوتے۔ (ان سے) کہہ دیجیے: اگر تم اس بات میں سچے ہو تو اپنی موت آنے پر اسے ٹال کر دکھانا۔ ان لوگوں کو مردہ خیال نہ کرو جو اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں، انھیں ان کے رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے۔ جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا، اس پر وہ خوش ہیں اور ان (مومنوں) کے بارے میں بھی خوشی محسوس کرتے ہیں جو ابھی تک ان سے نہیں ملے اور ان کے پیچھے (دنیا میں) رہ گئے ہیں کہ انھیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ اللہ کی نعمت اور اس کا فضل عطا ہونے پر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اور بے شک اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے جنگ میں زخم لگنے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا۔ ان میں سے جو لوگ نیکوکار اور پرہیز گار ہیں، ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ انھی سے لوگوں نے کہا تھا کہ تمھارے خلاف ایک بڑی فوج یقیناً جمع ہوئی ہے، لہٰذا تم ان سے ڈرو، تو اس بات نے ان کے ایمان میں اضافہ کر دیا اور انھوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ پھر وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے، انھیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور انھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔" (آل عمران 3:165-174)

اس طرح یہ غزوہ مومنوں کے لیے ایک امتحان ثابت ہوا اور مومنوں کی صفیں (منافقوں سے) پاک ہو گئیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بعض حضرات کو شہادت کے منصب کے لیے منتخب فرما لیا اور منافقوں کا پردہ فاش کر دیا اور مومنوں پر رحمت فرمائی۔ اس طرح یہ رسول اللہ ﷺ کا ایک اہم غزوہ ثابت ہوا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے خود شرکت فرمائی اور آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت سے زخم آئے۔

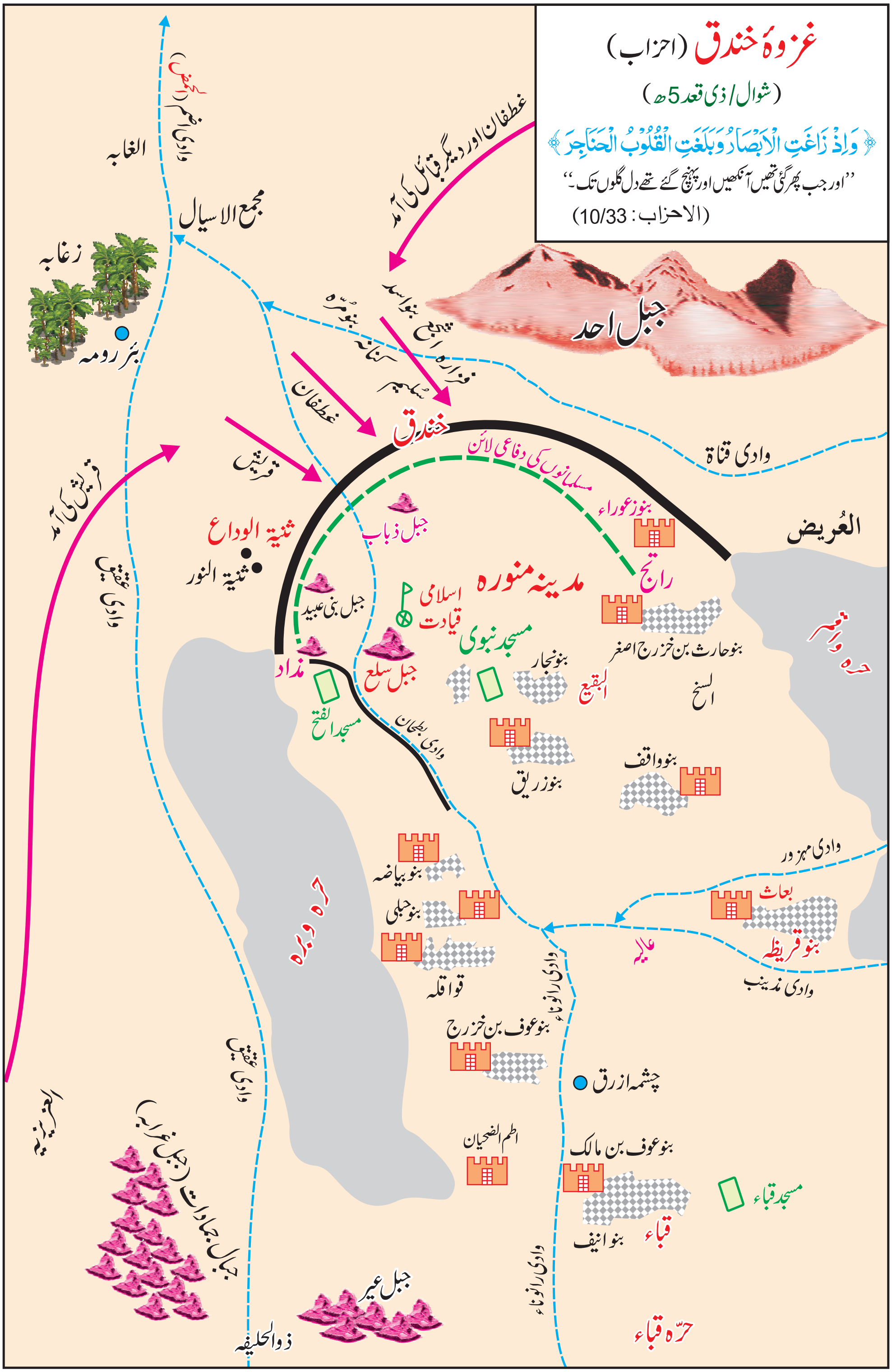

غزوۂ خندق (احزاب)
(شوال/ذی قعد 5ھ)
﴿وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ﴾
"اور جب پھرگئی تھیں آنکھیں اور پہنچ گئے تھے دل گلوں تک۔"
(الاحزاب: 10/33)
غطفان اور دیگر قبائل کی آمد
جبل احد
الغابہ
مجمع الاسیال
زغابہ
بئر رومہ
فزارہ اشجع بنو اسد
کنانہ بنو مرہ
سلیم
غطفان
قریش
خندق
مسلمانوں کی دفاعی لائن
وادی قناۃ
العُریض
بنوزعوراء
راتج
ثنیۃ الوداع
ثنیۃ النور
جبل ذباب
مدینہ منورہ
اسلامی قیادت
جبل بنی عبید
مسجد نبوی
بنونجار
بنوحارث بن خزرج اصغر
قریش کی آمد
مذاد
جبل سلع
البقیع
السنح
مسجد الفتح
وادی بطحان
بنوزریق
بنوواقف
بنوبیاضہ
وادی مہزور
بنوحبلی
بعاث
عالیہ
بنوقریظہ
قواقلہ
وادی مذینب
بنوعوف بن خزرج
چشمہ ازرق
اطم الضحیان
بنوعوف بن مالک
مسجد قباء
قباء
بنوانیف
جبل عیر
ذوالحلیفہ
حرّہ قباء

غزوۂ احزاب (خندق)

اس غزوے کا سبب یہ ہوا کہ مدینہ کے چند یہودی سردار مکہ گئے اور قریش کو رسول اللہ ﷺ سے جنگ کے لیے اور مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اُکسانے لگے۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ محمد ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو ختم کرنے کے لیے قریش کی مدد کریں گے۔ انھوں نے یہ فتویٰ دیا کہ قریش کا دین محمد ﷺ کے دین سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان انھی کے بارے میں نازل ہوا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝﴾

”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا؟ (ان کا حال یہ ہے کہ) وہ بتوں اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان لانے والوں سے زیادہ ہدایت والے ہیں۔“ (النسآء 51:4) [1]

ابوسفیان کی قیادت میں قریش نے یہود کی بات مان لی، پھر یہی یہودی سردار نجد کے قبائل غطفان وغیرہ سے ملے اور انھیں بھی مدینہ میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دی اور ان سے بھی اسی طرح وعدے کیے جس طرح قریش سے کیے تھے۔ اس طرح یہودی مختلف جماعتوں (احزاب) کو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے جنگ کے لیے اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ [2]

رسول اللہ ﷺ اپنے معمول کے مطابق قریش اور دیگر دشمن قبائل کی حرکات پر نظر رکھتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ کے جاسوسوں نے دشمن کے روانہ ہونے سے پہلے اس منصوبے کی خبر آپ ﷺ کو پہنچا دی۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرما لیا تاکہ ان سے مشورہ لیں کہ متوقع حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے

---

[1] المغازي للواقدي: 442/2، و السيرة النبوية لابن هشام: 215/3، و سبل الهدى و الرشاد: 513/4، مفصل تخریج کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر مہدی رزق اللہ کی السيرة النبوية: 445. [2] فتح الباري: 275/15، و السيرة النبوية لابن هشام: 215/3، و المغازي للواقدي: 443/2، و سبل الهدى و الرشاد: 513/4.

خندق کا مقام (پس منظر میں کوہِ اُحد)

کیا اقدامات کیے جائیں۔ خاص طور پر یہ مشورہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور مدینہ والوں کے لیے ان فوجوں کا مقابلہ کرنا مشکل محسوس ہو رہا تھا۔

مختلف آراء جو سامنے آئیں، ان میں سے ایک رائے وہ بھی تھی جو سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے پیش کی تھی کہ مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھود لی جائے جو دشمن کی پیدل اور سوار فوجوں کو مدینہ میں داخل ہونے سے روک سکے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو دفاع میں بھی فائدہ دے، بالخصوص اس لیے بھی کہ مدینہ کی جغرافیائی پوزیشن اس کے لیے بہت سازگار تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا[1] اور مجوزہ خندق کے مقام کی نشاندہی فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام صحابہ پر تقسیم کر دیا۔ دس دس افراد کے حصے میں چالیس چالیس ہاتھ خندق آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ خندق کھودنے میں شریک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس ہاتھوں میں کدال پکڑ کر کھدائی کرتے اور اپنے ہاتھوں سے مٹی نکالتے تھے۔

خندق کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم مٹی اٹھاتے رہے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم مبارک غبار آلود ہو کر مٹی میں چھپ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَّاقَيْنَا
إِنَّ الْأُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

---

[1] فتح الباري: 275/15، و المغازي للواقدي: 445/2، و سبل الهدى والرشاد: 514/4، اس کی مفصل تخریج کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر اکرم عمری کی السيرة الصحيحة: 420، اور ڈاکٹر مہدی رزق اللہ کی السيرة النبوية: 446.

”اللہ کی قسم! اگر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ صدقہ کرتے، نہ نماز پڑھتے۔ (اے اللہ!) تو ہم پر تسکینِ قلب نازل فرما دے اور مقابلے کے وقت ہمیں ثابت قدمی عطا فرمانا۔ ان لوگوں نے ہم پر زیادتی کی ہے، جب انھوں نے فتنہ برپا کرنا چاہا تو ہم نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔“ [1]

کچھ منافق اپنے ذمے لگنے والا فرض ادا کرنے سے بچنے کے لیے چوری چھپے نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾

”تم رسول کے بلانے کو اپنے درمیان ایک دوسرے کو بلانے کے مانند نہ بنا لو، یقیناً اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں، لہٰذا چاہیے کہ جو لوگ اس (رسول) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اس (بات) سے ڈریں کہ انھیں (دنیا میں) کوئی آزمائش آ پڑے یا انھیں (آخرت میں) دردناک عذاب پہنچے۔“ (النور 63:24)

مومنوں میں سے کسی کو جب کسی ضرورت کے تحت (محاذ سے) جانا پڑتا تو وہ تب تک نہیں جاتا تھا جب تک رسول اللہ ﷺ اسے اجازت نہ دے دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

”مومن تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ رسول کے ساتھ کسی جمع کرنے والے کام پر ہوتے ہیں تو آپ سے اجازت لیے بغیر (وہاں سے) نہیں جاتے،

---

[1] فتح الباري: 284/15.

جبل سلع اور مسجد الفتح
(مسجد ابو بکر، مسجد علی اور مسجد سلمان فارسی رضی اللہ عنہم بھی نظر آ رہی ہیں)

(اے نبی!) بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں، لہٰذا جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دیں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت مانگیں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (النور62:24)

خندق کی کھدائی کے موقع پر مسلمانوں کے سامنے ایک سخت چٹان آ گئی۔ رسول اللہ ﷺ اسے توڑنے کے لیے خود تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ نے اسے ضرب لگائی تو اس میں سے ایک چمک ظاہر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اَللّٰهُ أَكْبَرُ فرمایا۔ تمام مسلمانوں نے آپ ﷺ کے ساتھ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کا نعرہ بلند کیا، پھر آپ ﷺ نے دوسری ضرب لگائی تو دوبارہ ایک چمک ظاہر ہوئی۔ آپ ﷺ نے دوبارہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ فرمایا، تو مسلمانوں نے آپ ﷺ کے ساتھ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کا نعرہ بلند کیا، پھر آپ ﷺ نے تیسری ضرب لگائی تو آپ نے اَللّٰهُ أَكْبَرُ فرمایا۔ مسلمانوں نے پھر آپ ﷺ کے ساتھ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کا نعرہ بلند کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلی ضرب کے بعد فرمایا تھا: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الشَّامِ، وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُبْصِرُ قُصُورَهَا الْحَمْرَاءَ السَّاعَةَ» ''اللہ اکبر، مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے اس وقت اس کے سرخ محلات نظر آ رہے ہیں۔'' دوسری ضرب لگائی تو فرمایا: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ أُعْطِيتُ

مَفَاتِيحَ فَارِسَ، وَاللهِ إِنِّي لَأُبْصِرُ قَصْرَ الْمَدَائِنِ الْأَبْيَضَ» ''اللہ اکبر، مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے مدائن کا سفید محل نظر آرہا ہے۔'' پھر تیسری ضرب لگائی تو فرمایا: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْيَمَنِ، إِنِّي لَأُبْصِرُ أَبْوَابَ صَنْعَاءَ مِنْ مَّكَانِي السَّاعَةَ» ''اللہ اکبر، مجھے ملک یمن کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ مجھے اس وقت یہاں سے صنعاء کے دروازے نظر آرہے ہیں۔'' [1] مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔ آپ ﷺ اور آپ کے ہمراہ صحابہ کرام کو یقین ہوگیا کہ وہ ان بادشاہوں پر غالب آئیں گے اور ان کے علاقے فتح کریں گے۔ انھوں نے اللہ اور رسول ﷺ کے وعدے کو سچ مانا۔ البتہ منافقین رسول اللہ ﷺ کی زبان سے اللہ کا یہ وعدہ سن کر مذاق اڑانے لگے۔

﴿وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا۝﴾

''اور جب منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض تھا، کہہ رہے تھے: اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے نہیں وعدہ کیا مگر دھوکے فریب کا۔'' (الأحزاب 12:33)

قریش اور ان کی حامی دوسری جماعتیں مدینہ پہنچ گئیں۔ یہ لشکر دس ہزار جنگجو افراد پر مشتمل تھا۔ انھوں نے مدینہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ وہ خندق دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ اہل عرب میں اس کا رواج نہ تھا۔ مسلمانوں نے عورتوں اور بچوں کو انصار کے قلعوں میں ٹھہرا دیا۔ رسول اللہ ﷺ تقریباً تین ہزار مجاہدین کے ساتھ خندق پر آٹھہرے۔ [2]

یہ بہت مشکل وقت تھا۔ مسلمانوں کو رات دن اپنے متعلق خطرہ رہتا تھا، بالخصوص اس لیے کہ مدینہ کے ایک حصے میں بنوقریظہ رہائش پذیر تھے۔ اگرچہ ان سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا کہ دونوں فریق مشترکہ طور پر مدینہ کا دفاع کریں گے، تاہم یہ خطرہ موجود تھا کہ یہودی اپنے وعدے پر قائم نہیں رہیں گے، اس لیے مسلمانوں کو ہر طرف خطرہ منڈلاتا محسوس ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس صورتِ حال کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے:

---

[1] اسے امام احمد نے مسند: 303/4 میں روایت کیا ہے اور متعدد علماء نے اسے حسن قرار دیا ہے جن میں ابن حجر رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔ دیکھیے: ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری کی السيرة النبوية الصحيحة: 423/2 اور ڈاکٹر مہدی رزق اللہ کی السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصلية دراسة تحليلية، ص:449، حاشیہ:42. [2] السيرة النبوية لابن هشام: 219/3، و المغازي للواقدي: 443/2، و سبل الهدى والرشاد: 524/4.

﴿إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَ مِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَ إِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّونَ بِاللّٰهِ الظُّنُونَا ○ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَ زُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ○﴾

’’جب دشمن تم پر تمھارے اوپر (کی طرف) سے اور تمھارے نیچے (کی طرف) سے چڑھ آئے اور جب آنکھیں (خوف و ہراس کی وجہ سے اصل جگہ سے) ہٹ گئیں اور کلیجے حلقوں کو پہنچ گئے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ وہاں مومن آزمائے گئے اور شدت سے ہلا مارے گئے۔‘‘ (الأحزاب33:10،11) [1]

دشمن کے جائزہ لینے والے دستے اس تلاش میں تھے کہ خندق میں کہیں ایسی جگہ ملے جہاں سے وہ خندق کو پار کر کے دوسری طرف پہنچ سکیں۔ آخر کار قریش کے چند سوار ایک جگہ سے خندق عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے لیکن سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں کے لشکر نے انھیں روک دیا اور ان میں سے کچھ افراد کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قریش کے مقتولین کی لاشیں انھیں واپس کر دی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عوض کچھ بھی لینا پسند نہ فرمایا۔ [2]

مسلمان دن رات خندق پر پہرہ دیتے تھے تاکہ دشمن اسے پار نہ کر سکے، بالخصوص زیادہ خطرے والے مقامات پر پہرہ دینے کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اہتمام فرماتے تھے، چنانچہ دشمن افواج نے مسلمانوں کے حفاظتی انتظامات کو کمزور کرنے کے لیے کوئی اور طریقہ تلاش کرنے کی کوشش کی۔ یہودیوں کے بعض افراد قریش کا ساتھ دے رہے تھے جن میں سب سے نمایاں حیی بن اخطب تھا۔ وہ بنوقریظہ کے پاس ان کے قلعوں میں گیا اور طرح طرح کے حیلوں بہانوں اور اصرار کے ذریعے سے ان کے سردار کو مسلمانوں سے کیا ہوا معاہدہ توڑنے پر آمادہ کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوسوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک فوراً یہ خبر پہنچائی کہ حیی بن اخطب نے بنوقریظہ سے ملاقات کی ہے اور انھوں نے مسلمانوں سے کیا ہوا وعدہ توڑ دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف تعاون کا وعدہ کر لیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خبر سے بہت صدمہ ہوا لیکن آپ نے چاہا کہ خود اس کی تحقیق فرمائیں۔ اس کے

---

[1] فتح الباري: 283/15. [2] السيرة النبوية لابن هشام: 225/3، و الطبقات الكبرٰي: 68/2، و المغازي للواقدي: 464,473-474/1، و سبل الهدٰى و الرشاد: 532/4، 536.

ساتھ ساتھ آپ ﷺ یہ بھی چاہتے تھے کہ کسی مسلمان کو اس کا پتا نہ چلے تاکہ ان کی قوت کمزور نہ ہو اور ان کا حوصلہ پست نہ ہو، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے چار انصار صحابہ کو بھیجا جو بنوقریظہ کے ساتھ تعلقات رکھتے تھے اور ان کے حلیف بھی تھے۔ ان میں سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اَوس اور خزرج کے سردار تھے۔ آپ ﷺ نے ان حضرات کو حکم دیا کہ بنوقریظہ سے ان کے قلعوں میں جا کر ملیں اور خبر کی حقیقت معلوم کریں۔ اگر ان لوگوں نے واقعی عہد شکنی کی ہے تو اس خبر کو عام مسلمانوں سے پوشیدہ رکھیں اور رسول اللہ ﷺ کو ڈھکے چھپے الفاظ میں اس طرح بتائیں کہ آپ ﷺ کو معلوم ہو جائے۔

یہ حضرات روانہ ہوئے اور بنوقریظہ سے ملاقات کر کے اس موضوع پر بات کی۔ یہودیوں نے جواب میں سخت الفاظ استعمال کیے اور نبی ﷺ اور صحابۂ کرام کے بارے میں بہت نازیبا کلمات کہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا: ''کون ہے اللہ کا رسول؟ محمد سے ہمارا کوئی عہد و پیمان نہیں۔'' سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جو ان کے حلیف تھے، یہودیوں کو سمجھایا اور عہد شکنی کے سنگین نتائج سے آگاہ کیا لیکن انھوں نے جواب میں انتہائی گندی اور فحش زبان استعمال کی۔ وفد واپس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''عضل اور قارہ۔'' مطلب یہ تھا کہ جس طرح ان دو قبائل نے عہد شکنی کی تھی، یہود نے بھی اسی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔[1]

مسلمانوں پر سخت آزمائش آگئی۔ یہودیوں، مشرکوں اور منافقوں نے مل کر عہد شکنی کی یہ خبر خوب پھیلائی۔ اس طرح منافقین انتہائی واضح طور پر بے نقاب ہوگئے۔ ان کا نفاق ظاہر ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا۟ ۚ وَيَسْتَـْٔذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ ٱلنَّبِىَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِىَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۝﴾

''اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تھا: اے اہلِ یثرب! (آج) تمھارے لیے (لشکر کے ساتھ) کوئی جائے قرار نہیں، لہٰذا تم لوٹ چلو۔ اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگ رہا تھا۔ وہ کہتے تھے: بے شک ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے، وہ تو صرف (جنگ سے) فرار چاہتے تھے۔'' (الأحزاب 13:33)

---

[1] فتح الباري: 584/15، و السيرة النبوية لابن هشام، ص:221، و المغازي للواقدي: 458/2، و سبل الهدٰى والرشاد: 528/4.

مسلمانوں کی آزمائش اس وجہ سے بھی شدید تر ہوگئی تھی کہ بنوقریظہ کے مل جانے سے متحدہ دشمن کی طاقت میں اضافہ ہوگیا تھا۔ یہود کے بعض افراد نے قلعوں میں موجود مسلمان خواتین پر ہاتھ اٹھانے چاہے لیکن انھوں نے بڑی بہادری سے اپنا دفاع کیا جن میں سب سے نمایاں شخصیت نبی ﷺ کی پھوپھی جان سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی تھی۔ [1]

ان مشکل حالات میں سیدنا نُعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ غطفان سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کی فوج میں شامل ہوکر آئے تھے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور عرض کی: ''اللہ کے رسول! میں اسلام قبول کر چکا ہوں لیکن میری قوم کو میرے مسلمان ہونے کا علم نہیں۔ آپ مجھے جو چاہیں حکم فرمائیں (میں تعمیل کروں گا)۔'' رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ اس گمنام مجاہد سے زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک فائدہ اٹھائیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

«إِنَّمَا أَنْتَ رَجُلٌ وَّاحِدٌ فَخَذِّلْ عَنَّا مَا اسْتَطَعْتَ، فَإِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ»

''تم ایک آدمی ہو (اس لیے کوئی بڑا کام تو تمھارے ذمے نہیں لگایا جاسکتا، البتہ) تم سے جہاں تک ہوسکے، ہمارے دشمنوں کے باہمی تعاون کو ختم کرو، کیونکہ جنگ دھوکے کا نام ہے۔'' [2]

سیدنا نُعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے ہدایات لے کر روانہ ہوئے اور بنوقریظہ کے ہاں چلے گئے۔ ان سے آپ رضی اللہ عنہ کی جان پہچان زمانۂ جاہلیت سے چلی آرہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''مجھے تم سے جو محبت ہے، وہ تمھیں معلوم ہی ہے۔'' بنوقریظہ نے کہا: ''ہماری نظر میں تم قابل اعتماد ہو۔'' انھوں نے فرمایا: ''تم نے محمد (ﷺ) سے جنگ کرنے میں قریش اور غطفان قبیلوں کی مدد کی ہے لیکن ان کا معاملہ تم جیسا نہیں۔ یہ شہر تمھارا ہے، اس میں تمھارے مال اور تمھارے اہل و عیال ہیں، تم یہ شہر چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔ قریش اور غطفان کو اگر موقع اچھا معلوم ہوا اور غنیمت ملتی نظر آئی تو وہ ضرور مالِ غنیمت پر قبضہ کر لیں گے اور اگر دوسری صورت پیش آئی، تو وہ اپنے علاقے میں واپس چلے جائیں گے اور تمھیں محمد (ﷺ) کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور تم محمد (ﷺ) کا مقابلہ نہیں کرسکو گے۔'' پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''میری یہ رائے ہے کہ تم جنگ شروع نہ کرو جب تک ان کے چند سردار اپنے پاس بطورِ ضمانت

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 228/3، و المغازي للواقدي: 460/2-462، و سبل الهدى و الرشاد: 528,529/4. [2] فتح الباري: 126/12.

نہ رکھ لو تا کہ تمھیں تسلی رہے کہ جب تم محمد (ﷺ) کے مقابلے میں آؤ گے تو وہ تمھیں چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔''

اس کے بعد سیدنا نُعَیم رضی اللہ عنہ قریشیوں کے پاس گئے اور ان کے سردار ابوسفیان بن حرب اور ان کے ساتھیوں سے کہا: ''تم جانتے ہو کہ مجھے تم لوگوں سے محبت ہے اور محمد (ﷺ) سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنوقریظہ نے محمد ﷺ سے جو بدعہدی کی ہے، اب وہ اس پر نادم ہیں۔ انھوں نے محمد (ﷺ) کے پاس قاصد بھیج کر کہا ہے: اگر ہم قریش اور غطفان کے سرداروں میں سے چند افراد آپ کے حوالے کر دیں اور آپ انھیں قتل کر دیں، پھر ہم تمھارے ساتھ مل کر ان کے باقی ماندہ افراد کے خلاف کارروائی کریں تو کیا آپ ہم سے خوش ہو جائیں گے؟ محمد (ﷺ) نے جواب میں کہا ہے: ہاں۔'' پھر سیدنا نُعَیم رضی اللہ عنہ نے بظاہر قریش کو خبردار کرتے ہوئے کہا: ''اگر بنوقریظہ تم سے ضمانت کے طور پر کچھ مطالبہ کریں تو انھیں ایک آدمی بھی نہ دینا۔'' پھر قبیلہ غطفان میں جا کر ان سے بھی وہی باتیں کہیں جو قریشیوں سے کہی تھیں اور انھیں بنوقریظہ کے خطرے سے خبردار کیا۔

غطفان، قریظہ اور قریش تینوں نے یہ متفقہ فیصلہ کر لیا تھا کہ کل جنگ شروع کر دیں گے اور وہ اگلا دن ہفتے کا دن تھا۔ اس دن قریش نے بنوقریظہ کو پیغام بھیجا کہ مل کر جنگ شروع کریں۔ انھوں نے کہا: ''آج ہفتے کا دن ہے (اور ہمارا مذہب اس دن کوئی کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔) علاوہ ازیں ہم تمھارے

ساتھ مل کر جنگ نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے پاس کچھ افراد ضمانت کے طور پر نہ رکھو۔ ہمیں خطرہ ہے کہ تم اپنے شہر واپس چلے جاؤ گے اور ہمیں اس شخص (محمد ﷺ) سے نبٹنے کے لیے تنہا چھوڑ دو گے۔''

قریش اور غطفان والوں نے (آپس میں) کہا: ''اللہ کی قسم! نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا۔'' (اور یہود سے کہا:) ''واللہ! ہم ایک آدمی بھی تمھارے حوالے نہیں کریں گے۔'' قریظہ والوں نے بھی کہا: ''نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا۔'' اس طرح ان میں پھوٹ پڑ گئی اور ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے۔ [1]

چنانچہ رات ہو گئی اور وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکے۔ رات کو اللہ تعالیٰ نے دشمن کی جماعتوں پر سخت سردی اور تیز ہوا بھیج دی جس سے ان کے خیمے اُکھڑ گئے اور دیگیں اُلٹ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝﴾

''اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو، جب تمھیں (کفار کے) لشکروں نے آ لیا تھا، پھر ہم نے ان پر آندھی اور (فرشتوں کے) ایسے لشکر بھیجے جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور تم جو عمل کرتے ہو، اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔'' (الأحزاب 9:33)

چنانچہ کافروں کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور ان کی طرف سے شور و غوغا کی آوازیں سنی گئیں۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ جائزہ لینے کے سوا کوئی کام نہ کریں، خواہ انھیں (کسی جنگی کارروائی کا) موقع بھی ملے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ قریش کی لشکر گاہ میں داخل ہو گئے۔ وہاں کچھ لوگ عباؤں میں لپٹے ہوئے آگ کے گرد بیٹھے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کے درمیان اس طرح داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے کہ کسی نے انھیں نہ پہچانا۔ سردی سخت تھی۔ تیز ہوا انھیں پریشان کر رہی تھی۔ ان میں ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) بھی موجود تھے۔ وہ تسلی کرنا چاہتے تھے کہ ان کی فوج میں نبی ﷺ کا کوئی جاسوس تو موجود نہیں، چنانچہ انھوں

---

[1] واقعے کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: السيرة النبوية لابن هشام: 3/229-231، و المغازي للواقدي: 2/480، و الطبقات لابن سعد: 2/69، و سبل الهدٰى والرشاد: 4/541-544. [2] السيرة النبوية لابن هشام: 2/231، و الطبقات الكبرٰى: 2/69، و سبل الهدٰى والرشاد: 4/545.

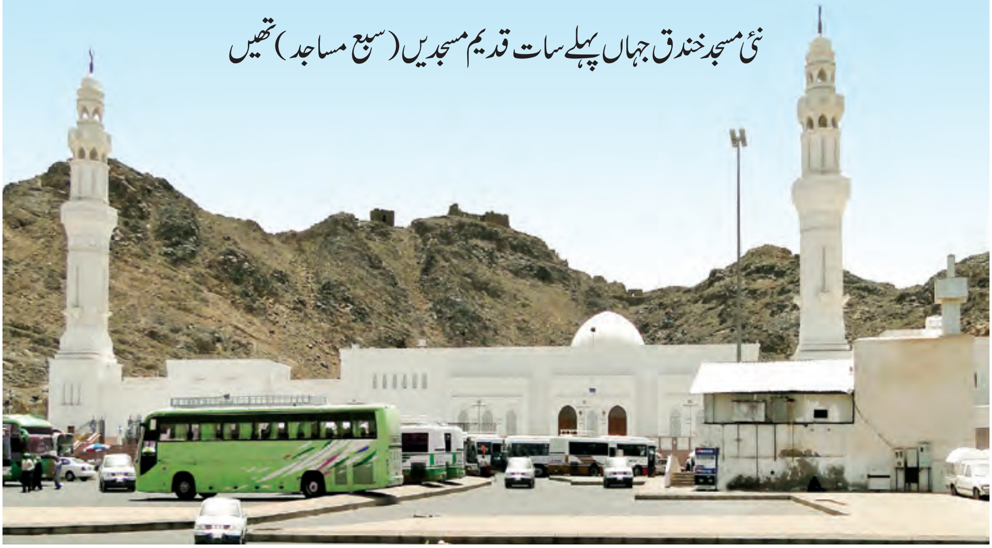

نئی مسجد خندق جہاں پہلے سات قدیم مسجدیں (سبع مساجد) تھیں

نے بات شروع کرنے سے پہلے (ساتھیوں سے) کہا: ''ہر شخص اپنے ساتھ والے کو پہچان لے (کہ اپنا ہی ہے، دشمن تو نہیں)۔'' سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنی دائیں طرف والے آدمی سے کہا: ''تو کون ہے؟'' پھر بائیں طرف والے سے کہا: ''تو کون ہے؟'' اس طرح ان سے کسی سے نہ پوچھا اور کافروں کو ان پر شک بھی نہ ہوا۔ پھر ابوسفیان نے بات کی اور کہا: ''اے قریش کی جماعت! اللہ کی قسم! تم اس جگہ (زیادہ دیر) نہیں ٹھہر سکتے۔ جانور ہلاک ہوگئے ہیں۔ بنوقریظہ اپنے وعدے سے پھر گئے ہیں اور ہوا کی شدت کا جو حال ہے، تمھارے سامنے ہے۔ کوئی دیگ رکھنا یا آگ جلانا ممکن نہیں رہا۔ ہمارا کوئی خیمہ بھی کھڑا نہیں رہتا، لہٰذا کوچ کرو، میں بھی روانہ ہو رہا ہوں۔'' اس کے بعد ابوسفیان روانہ ہونے کے لیے اپنے اونٹ پر سوار ہوگیا۔ ساتھیوں نے روکا تاکہ باقی سب بھی اس کے ساتھ روانہ ہوں۔ اس طرح قریش نے پسپائی اختیار کی، البتہ کچھ سواروں کو پیچھے رہنے کو کہا کہ وہ پسپائی کے وقت (مسلمانوں کے حملے سے) حفاظت کریں، پھر دوسرے قبائل بھی ان کے پیچھے ہی کوچ کر گئے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے پسپا ہونے کی خبر دی۔ [1] اس طرح تقریباً پچیس دن بعد یہ محاصرہ ختم ہوگیا۔

جب مدینہ منورہ ان قبائل کی فوجوں سے خالی ہوگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

---

[1] سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے واقعے کی تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح الباري:284/15، والسيرة النبوية لابن هشام:3/231-233، و المغازي للواقدي:2/488-490، و الطبقات لابن سعد:2/69، و سبل الهدٰى والرشاد:4/546-549.

«اَلْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا، نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ»

”آیندہ ہم ان پر حملے کریں گے، وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے۔ ہم ان کی طرف پیش قدمی کریں گے۔“[1]

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو واپس گھر جانے کی اجازت دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝﴾

”اور (غزوۂ احزاب میں) اللہ نے کافروں کو ان کے (ناکامی کے) غصے میں لوٹا دیا۔ وہ کوئی خیر اور بھلائی نہ پا سکے اور اس لڑائی میں اللہ مومنوں کے لیے کافی ہو گیا اور اللہ بڑی قوت والا، نہایت غالب ہے۔“ (الأحزاب 25:33)

اس جنگ میں چھ مسلمانوں نے شہادت پائی اور مشرکین کے تین افراد قتل ہوئے۔ اس غزوے کے حالات پر سورۃ الاحزاب نازل ہوئی۔ اس میں اس جنگ کے بارے میں یہ آیات آئی ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ وَ اِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۭ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ۝ وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ۝﴾

---

[1] صحيح البخاري، حديث: 4110.

”اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو، جب تمھیں (کفار کے) لشکروں نے آلیا تھا، پھر ہم نے ان پر آندھی اور (فرشتوں کے) ایسے لشکر بھیجے جنھیں تم نے نہیں دیکھا، اور تم جو عمل کرتے ہو، اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔ جب دشمن تم پر تمھارے اوپر (کی طرف) سے اور تمھارے نیچے (کی طرف) سے چڑھ آئے اور جب آنکھیں (خوف و ہراس کی وجہ سے اصل جگہ سے) ہٹ گئیں اور کلیجے حلقوں کو پہنچ گئے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ وہاں مومن آزمائے گئے اور شدت سے ہلا مارے گئے۔ اور جب منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض تھا، کہہ رہے تھے: اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے نہیں وعدہ کیا مگر دھوکے فریب کا۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تھا: اے اہل یثرب! (آج) تمھارے لیے (لشکر کے ساتھ) کوئی جائے قرار نہیں، لہٰذا تم لوٹ چلو، اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگ رہا تھا، وہ کہتے تھے: بے شک ہمارے گھر تو غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے، وہ تو صرف (جنگ سے) فرار چاہتے تھے۔ اور اگر اس (مدینہ) کے اطراف سے ان پر (کفار کے) لشکر داخل کیے جاتے، پھر اِن سے فتنہ و فساد (خانہ جنگی میں شرکت) کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ (فوراً) اس میں کود پڑتے، اور اس (شرکتِ فتنہ) میں بس تھوڑا ہی توقف کرتے۔ اور بلاشبہ اس سے پہلے انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ کے عہد کی پوچھ گچھ تو ہونی ہے۔“ (الأحزاب 33:9-15)

اس سورت میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآىِٕكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ○ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ○ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ○ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ

عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۞ وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِغَيۡظِهِمۡ لَمۡ يَنَالُوۡا خَيۡرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الۡقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيۡزًا ۞﴾

''وہ سمجھتے ہیں کہ (ابھی تک) لشکر نہیں گئے۔ اور اگر یہ لشکر چڑھ آئیں تو وہ تمنا کرتے ہیں کاش! وہ صحرانشین دیہاتیوں میں جا بسے ہوتے اور (وہاں) تمھاری خبریں دریافت کیا کرتے۔ اور اگر وہ تم میں موجود ہوتے تو وہ (دشمن سے) لڑائی میں کم ہی حصہ لیتے۔ بلاشبہ تمھارے لیے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملاقات) اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اور مومنوں نے جب لشکر دیکھے تو کہا: یہ تو وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس (چیز) نے ان کے ایمان اور فرماں برداری کو اور زیادہ کر دیا۔ مومنوں میں سے کچھ وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا وہ سچ کر دکھایا، پھر ان میں سے بعض نے اپنی نذر پوری کر دی (شہادت پا گئے) اور ان میں سے بعض منتظر ہیں اور انھوں نے (عہد میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔ تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا ان کی توبہ قبول فرمائے، یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور (غزوۂ احزاب میں) اللہ نے کافروں کو ان کے (ناکامی کے) غصے میں لوٹا دیا، وہ کوئی خیر اور بھلائی نہ پا سکے اور اس لڑائی میں اللہ مومنوں کے لیے کافی ہو گیا اور اللہ بڑی قوت والا، نہایت غالب ہے۔'' (الأحزاب 33:20-25)

لشکر تو واپس چلے گئے لیکن جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے جونہی گھر پہنچ کر ہتھیار اُتارے، جبریل علیہ السلام تشریف لے آئے اور آپ ﷺ سے فرمایا: ''آپ نے اپنے ہتھیار اتار دیے! اللہ کی قسم! ہم نے تو نہیں اتارے۔ ان کی طرف چلیے۔'' نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کدھر؟'' جبریل علیہ السلام نے بنوقریظہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''ادھر۔'' چنانچہ نبی ﷺ ان کی طرف روانہ ہو گئے۔[1] رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ بنوقریظہ کے خائن یہودیوں سے جنگ کرنا اللہ عزوجل کا حکم ہے۔ آپ ﷺ نے جھنڈا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اور مسلمانوں میں اعلان کروا دیا: «لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ» ''کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ کی بستی میں پہنچ کر۔''[2] پھر آپ ﷺ خود

[1] فتح الباري: 293/15. [2] فتح الباري: 294/15.

روانہ ہوئے اور ساتھیوں سے جا ملے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بنوقریظہ کے قلعوں کے اردگرد پڑاؤ ڈال دیا۔ ان کا محاصرہ تقریباً دو ہفتے جاری رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ان پر اس قدر خوف طاری ہوا کہ انھوں نے قبیلہ اوس سے تعلق رکھنے والے اپنے بعض حلیفوں سے مدد مانگ لی لیکن وہ یہود کے مکر وفریب اور رسول اللہ ﷺ سے کی ہوئی بدعہدیوں سے خوب واقف تھے۔ وہ بدبخت تومحصور ہونے کے دوران میں بھی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے سے باز نہیں آئے تھے۔ [1]

جب بنوقریظہ کے یہودیوں کا محاصرہ شدت اختیار کر گیا تو انھیں یقین ہو گیا کہ اب مومنوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو متزلزل کر دیا تو انھوں نے اعلان کر دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ تسلیم کر کے اطاعت قبول کرنے کو تیار ہیں۔ قبیلہ اوس کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہود کے لیے سفارش کی تو آپ ﷺ نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو فیصلے کا اختیار دے دیا۔ انھوں نے فرمایا: ''میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے جو مرد جنگ کے قابل ہیں، انھیں قتل کر دیا جائے، بچوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا جائے۔'' [2] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ» ''تو نے وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ کا فیصلہ ہے۔'' [3] سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اس وقت بھی یہود سے ملاقات کی تھی جب غزوۂ خندق کے دوران میں کفار نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ ان کی بدعہدی سے ذاتی طور پر واقف تھے کیونکہ وہ اس وفد میں شامل تھے جسے رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے بات چیت کرنے کے لیے بھیجا تھا، چنانچہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے سب سے وعدہ لیا کہ وہ ان کا فیصلہ قبول کریں گے اور انھوں نے یہ شرط قبول کر لی، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان یہودیوں کے حق میں دوٹوک فیصلہ دے دیا جنھوں نے عہد شکنی کی تھی، رسول اللہ ﷺ سے اور مومنوں سے بددیانتی کی تھی، بلکہ اپنے وطن سے غداری کی تھی۔ فیصلہ یہ تھا کہ ان کے جنگ کے قابل مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور ان کے مال مسلمانوں میں غنیمت کے طور پر تقسیم کر دیے جائیں۔ اس فیصلے پر عمل ہوا اور سب سے زیادہ وہ خود جانتے تھے کہ وہ واقعی اس سزا کے مستحق ہیں، البتہ بنوقریظہ کا ایک سردار اس سزا سے بچ گیا۔ اس نے

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 234/3، والمغازي للواقدي: 499/2، و سبل الهدٰى والرشاد: 12:5. [2] فتح الباري: 300/15. [3] فتح الباري: 298/15.

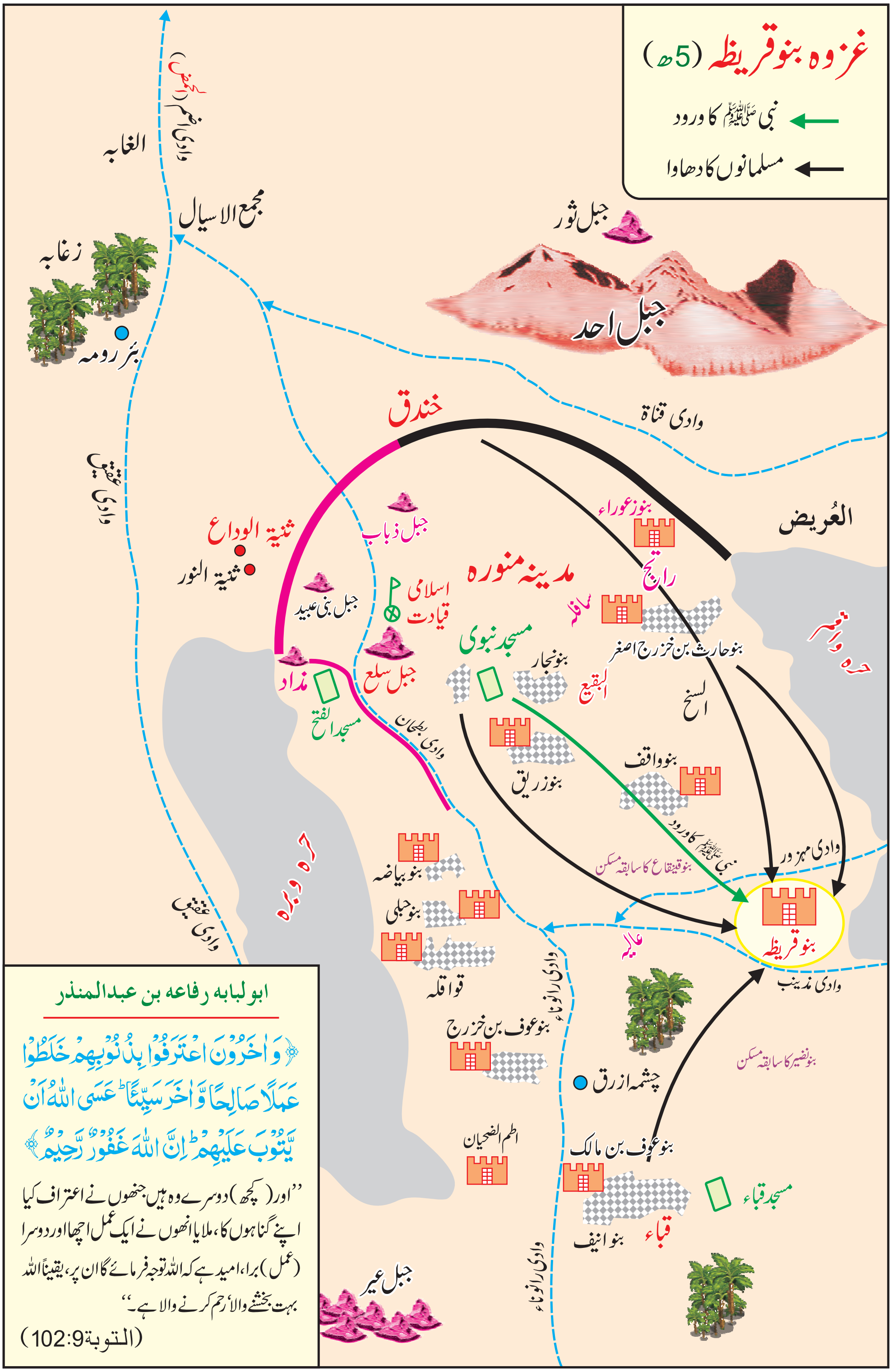

ابولبابہ رفاعہ بن عبدالمنذر

﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

”اور (کچھ) دوسرے وہ ہیں جنھوں نے اعتراف کیا اپنے گناہوں کا، ملایا انھوں نے ایک عمل اچھا اور دوسرا (عمل) برا، امید ہے کہ اللہ توجہ فرمائے گا ان پر، یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔“

(التوبۃ 9:102)

نبی ﷺ سے کیا ہوا معاہدہ توڑنے کی مخالفت کی تھی اور کہا تھا: ''میں اس عہد شکنی میں تمھارے ساتھ شریک نہیں ہوں۔'' وہ اپنے یہودی مذہب پر قائم تھا لیکن عہد شکنی سے انکار کی وجہ سے بچ گیا۔[1]

غزوۂ احزاب اور جنگ بنی قریظہ میں مسلمان فتح یاب ہوئے۔ اللہ نے تمام دشمن گروہوں کو شکست سے دوچار کیا اور وہ مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ اللہ نے یہودیوں پر ان کی اصل حقیقت ظاہر کر دی اور مدینہ کو بنوقریظہ سے پاک کر دیا اور مسلمانوں کو ان کے مال اور ان کی زرعی زمین غنیمت میں مل گئی۔ بنوقریظہ کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝ وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۚ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝﴾

''اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی مدد کی تھی انھیں اللہ نے ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، تم ان (بنو قریظہ) کے ایک گروہ کو قتل کر رہے تھے اور دوسرے گروہ کو قیدی بنا رہے تھے۔ اور اللہ نے تمھیں ان کی زمینوں، ان کے گھروں، ان کے مالوں اور اس زمین کا وارث بنا دیا جسے تم نے پامال نہیں کیا تھا اور اللہ ہمیشہ سے ہر شے پر خوب قادر ہے۔'' (الأحزاب 33:26، 27)

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 3/238، و المغازي للواقدي: 2/503.

فتح خیبر

(ربیع الاول 7 ھ)

یہودیوں کے جس وفد نے مختلف قبائل کو مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی تھی، انھوں نے اپنا کام خیبر سے شروع کیا جبکہ خیبر کے یہودی خود بھی مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے قبیلہ غطفان سے معاہدہ کر لیا۔ اس کے علاوہ وہ خیبر، وادی القریٰ، تیماء اور اس کے آس پاس کے یہودیوں سے مدینہ منورہ پر دھاوا بولنے کے وعدے لینے لگے۔ غزوۂ حدیبیہ سے واپسی کے بعد اس کی پکی خبریں مل گئیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ دشمنوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہتے تھے اور یہ عمل مسلسل جاری رکھتے تھے۔ اب گویا ایک نئی جنگ احزاب درپیش تھی، چنانچہ مسلمانوں نے اپنی تیاری کی، جبکہ خیبر کے یہودی اپنی طاقت کے بارے میں خبریں پھیلا رہے تھے۔ وہ مشہور کر رہے تھے کہ ان کے پاس تقریباً دس ہزار جنگجو موجود ہیں اور ان کے پاس ناقابل تسخیر قلعے ہیں۔

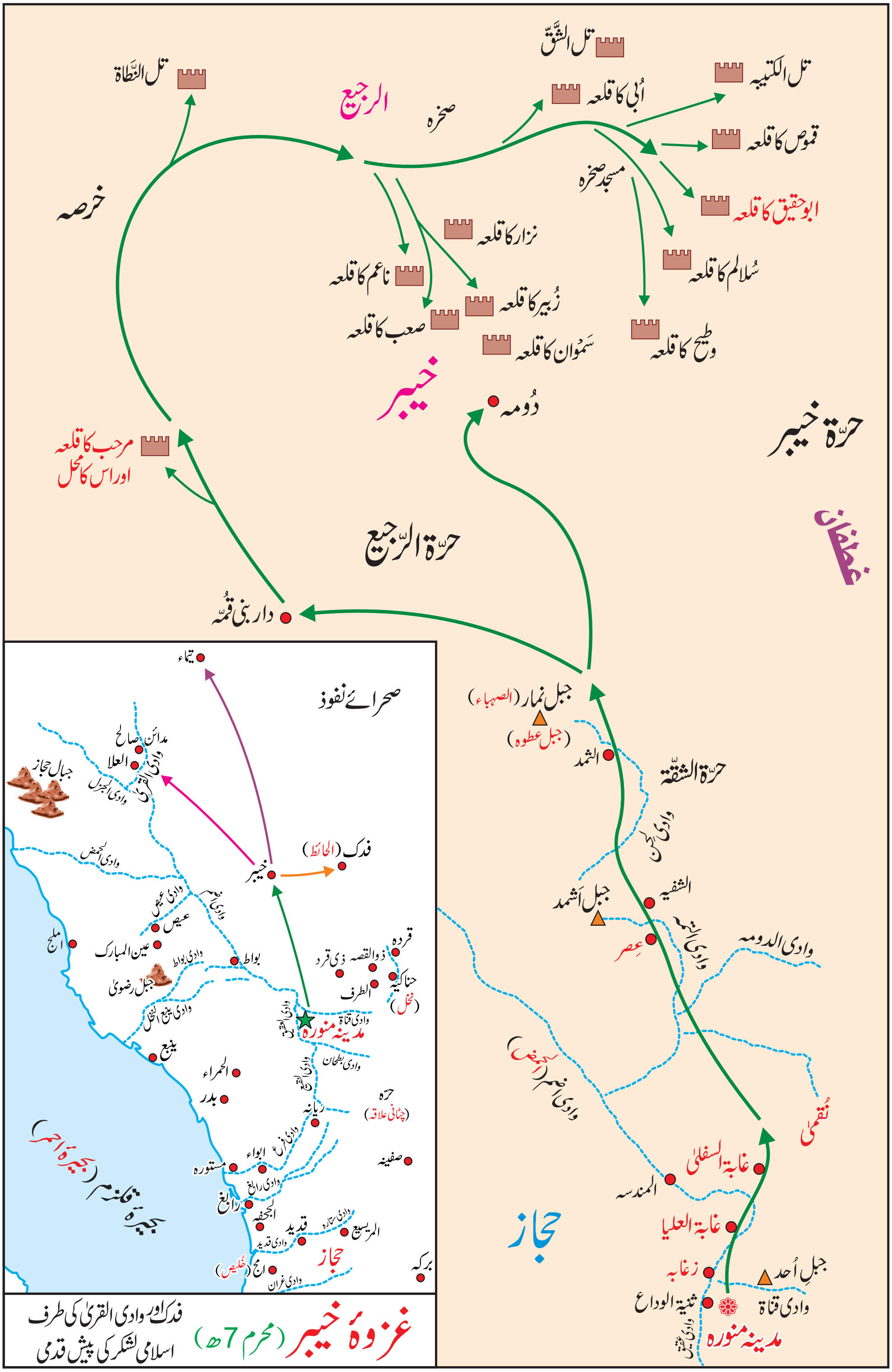

غزوۂ خیبر (محرم 7ھ)
فدک اور وادی القریٰ کی طرف
اسلامی لشکر کی پیش قدمی

خیبر کے کھنڈر اور کھجور کے باغات

علاوہ ازیں انھوں نے مدینہ میں بچے کھچے یہودیوں اور مدینہ کے بعض منافقین کے ذریعے سے مسلمانوں کو بالواسطہ، بلکہ بلاواسطہ دھمکیاں دینا شروع کر دی تھیں۔ [1]

چونکہ صلح حدیبیہ میں مسلمانوں اور قریش کے درمیان دس سال کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ ہو چکا تھا، اس لیے قریش کے حملے کا خطرہ نہیں تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے خیبر کے یہود کو حملے میں پہل کرنے کا موقع دینے کے بجائے خود پہل کر کے ان پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مسلمان مکمل تیاری کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں ان کی طرف روانہ ہو گئے۔ مسلمانوں کی یہ فوج ایک ہزار چار سو مجاہدین پر مشتمل تھی۔ [2]

جب مسلمان خیبر کی طرف جا رہے تھے تو قبیلہ غطفان کے لوگ بھی خیبر کے یہودیوں کی مدد کرنے کے لیے نجد سے روانہ ہو گئے۔ اس وقت مسلمانوں نے ایک چال چلی اور ان تک یہ خبر پہنچائی کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ان کے علاقے پر حملہ کرنے کے لیے جا رہی ہے۔ غطفان والوں نے اس خبر کو سچ سمجھا اور

[1] المغازي للواقدي:634/2، و سبل الهدٰى والرشاد:181/5. [2] الطبقات الكبرٰى:107/2.

خیبر کے یہودیوں کو چھوڑ کر اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔ [1] نبی ﷺ خیبر میں راہِ شام کی طرف سے تشریف لائے۔ [2] اور اس جگہ ٹھہرے جو خیبر کے اور بنی غطفان کے علاقے کے درمیان تھی تاکہ غطفان کے لوگ یا شمالی حجاز کے یہودی میدانِ جنگ میں نہ پہنچ سکیں اور ان کے لیے خیبر کے یہودیوں سے رابطہ کرنا ممکن نہ رہے۔ مسلمان رات کے وقت خیبر کے قریب پہنچ گئے تھے اور اپنی پوزیشنیں سنبھال چکے تھے لیکن رات کو کوئی جنگی اقدام نہیں کیا۔ [3] صبح کے وقت یہودی جب اپنے کھیتوں کی طرف روانہ ہوئے، تو انھوں نے غیر متوقع طور پر مسلمانوں کی فوج کو موجود پایا، چنانچہ وہ اپنے قلعوں کی طرف یہ کہتے ہوئے پلٹے: **مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيسَ** (محمد ﷺ لشکر لے کر آ گئے۔) رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا تھا: **«خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ»** ”خیبر ویران ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کی زمین میں جا پہنچیں تو ان لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے جنھیں تنبیہ کر دی گئی تھی۔“ [4]

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام:330/3، و المغازي للواقدي:650/2، و السيرة الصحيحة:501. [2] سبل الهدىٰ و الرشاد:184/5. [3] فتح الباري:45/15، و السيرة النبوية لابن هشام:330/3، و المغازي للواقدي:643/2.
[4] صحيح البخاري، المغازي، حديث:4198.

خیبر میں یہود کے متعدد قلعے تھے۔ مسلمان ان کا محاصرہ کرنے کے لیے مختلف جماعتوں میں تقسیم ہوگئے۔ مسلمان اور یہودی ایک دوسرے پر تیر چلاتے رہتے تھے، اس طرح متعدد مسلمان شہید ہوگئے۔ [1] رسول اللہ ﷺ کی پوری کوشش تھی کہ دوسرے قلعوں کے حالات سے باخبر رہیں۔ [2] الغرض مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے کئی قلعے فتح کر لیے جن میں قلعہ ناعم اور قلعہ صعب بھی شامل تھے۔ [3] خیبر کے ایک قلعے کا نام نطاۃ تھا۔ [4] اس میں دفاع کرنے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ اس میں اسلحہ اور غذائی سامان وافر مقدار میں موجود ہے اور اس میں ایک منجنیق اور دبابہ بھی ہے۔ [5] اگر مسلمان اسے فتح کر لیں تو ان ہتھیاروں سے دوسرے قلعے فتح کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنی پوری توجہ اس قلعے کا محاصرہ کرنے اور اسے فتح کرنے پر مرکوز کر دی، بالآخر اسے فتح کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس میں انھیں غلہ اور غذائی اشیاء ملیں، جن سے دشمنوں کے خلاف جہاد میں مدد ملی۔ اس کے علاوہ کئی قسم کا اسلحہ بھی ملا، جس سے انھوں نے باقی قلعوں پر حملہ کرنے میں فائدہ اٹھایا۔ [6]

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 334/3، و المغازي للواقدي: 643/2، و سبل الهدٰى والرشاد: 186/5.
[2] المغازي للواقدي: 647/2، و سبل الهدٰى والرشاد: 191/5. [3] السيرة النبوية لابن هشام: 332,331/3، و سبل الهدىٰ والرشاد: 187/5. [4] نطاۃ دراصل تین قلعوں کا سلسلہ تھا جس میں ناعم، صعب اور حصن زبیر نامی قلعے شامل تھے۔ مسلمانوں نے سب سے پہلے قلعہ ناعم پر حملہ کیا۔ یہ قلعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا اور یہودی سردار مرحب ان کے ہاتھوں قتل ہوا۔ [سیرت انسائیکلوپیڈیا (دارالسلام): 365-355/8] [5] منجنیق اس دور کی توپ تھی جس سے بڑے بڑے پتھر قلعے پر پھینک کر اس کی دیوار توڑی جاتی تھی۔ دبابہ لوہے کی چادروں جیسی چیز جس کے نیچے چل کر قلعے تک پہنچتے تھے تاکہ قلعے کے اوپر سے آنے والے تیروں وغیرہ سے بچاؤ ہو سکے۔ [6] المغازي للواقدي: 647/2.

مسلمانوں کو قلعہ قموص [1] فتح کرنے میں مشکل پیش آئی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے فتح ہونے کی بشارت دی۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا: «لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَّجُلًا يَّفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ» ''میں یہ جھنڈا کل اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات بھر یہی باتیں کرتے رہے کہ جھنڈا کسے ملے گا۔ صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر کسی کی یہ خواہش اور امید تھی کہ جھنڈا اسے ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟» ''علی بن ابوطالب کہاں ہے؟'' عرض کی گئی: ''یا رسول اللہ! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔'' ارشاد ہوا: «فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ» ''اسے بلاؤ۔'' انھیں حاضر کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا اور انھیں دعا دی۔ وہ بالکل تندرست ہو گئے، گویا تکلیف کبھی تھی ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے انھیں جھنڈا عنایت فرمایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اللہ کے رسول! کیا میں ان سے جنگ کرتا رہوں حتی کہ وہ ہماری طرح (مسلمان) ہو جائیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: «اُنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِّنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيهِ فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ» ''آرام سے چلو حتی کہ ان کے علاقے میں جا پہنچو، پھر انھیں اسلام کی دعوت دو اور انھیں بتاؤ کہ اسلام میں ان پر اللہ کے کیا حق واجب ہوتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ تیری وجہ سے ایک بھی شخص کو ہدایت نصیب کر دے تو یہ (سعادت) تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔'' [2]

اللہ تعالیٰ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق فتح عطا فرمائی اور خیبر کے باقی قلعے بھی یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے۔ بالآخر یہودی، رسول اللہ ﷺ سے مذاکرات پر مجبور ہو گئے۔ انھوں نے مسلمانوں کے سامنے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیے کہ ان کی جانیں محفوظ رہیں گی اور انھیں خیبر سے چلے جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔ [3] جب ان کے اور مسلمانوں کے درمیان اس شرط پر جنگ بندی

---

[1] قموص کتیبہ نامی قلعوں کے سلسلے میں واقع تھا۔ قموص کے علاوہ کتیبہ میں وطیح اور سلالم نامی قلعے بھی تھے۔ یہ دونوں قلعے بغیر لڑائی کے فتح ہوئے۔ [سیرت انسائیکلوپیڈیا: 8/355-388] [2] فتح الباري: 16/57، 58. [3] فتح الباري: 16/57.

ہوگئی کہ وہ شہر چھوڑ جائیں گے تو اس کے بعد مسلمانوں نے ان سے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ وہ کھیتوں اور کھجوروں کے باغات میں کام کریں گے اور ان کو آدھی پیداوار ملے گی، تاہم مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ جب چاہیں، انھیں بے دخل کر سکیں گے۔ [1]

اس جنگ میں بیس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور خیبر کے ترانوے یہودی قتل ہوئے۔ خیبر والوں کے محاصرے اور جنگ میں دو ڈھائی ہفتے کا وقت لگا۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہودیوں کی صلح ہو جانے کے بعد ایک یہودی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کی کوشش کی۔ اس نے بکری کا گوشت پکا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور اس میں زہر ڈال دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اثر سے محفوظ رکھا۔ [3]

جب مسلمان خیبر کی فتح اور وہاں کے ضروری انتظامات سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مجاہدین وادی القریٰ [4] کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں کے لوگوں نے سامنے آتے ہی مسلمانوں پر تیر برسانے

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 337/3، و المغازي للواقدي: 690/2، و فتح الباري: 57/16. [2] شہداء کے اسمائے گرامی کے لیے دیکھیے: السيرة النبوية لابن هشام: 343/2، و المغازي للواقدي: 699/2، و سبل الهدىٰ والرشاد: 224/5. [3] فتح الباري: 261/12، و السيرة النبوية لابن هشام: 337/3، و المغازي للواقدي: 677/2، و سبل الهدىٰ والرشاد: 208/5. [4] وادی القریٰ ان دنوں "العلا" کہلاتا ہے۔ العلا خیبر سے 190 کلومیٹر کے لگ بھگ دور ہے اور یہ صوبہ مدینہ منورہ میں واقع ہے۔ العلا سے تقریباً 40 کلومیٹر شمال مشرق میں مدائن صالح واقع ہے جہاں سیدنا صالح علیہ السلام کی عذاب یافتہ قوم کے آثار ملتے ہیں۔ [اٹلس سیرت نبوی، دارالسلام: 332]

شروع کر دیے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک خادم ان کے تیروں کا نشانہ بن گیا۔ مسلمانوں نے ان سے جنگ کی اور ان کا شہر فتح کر لیا۔ نبی ﷺ نے ان کو بھی خیبر والوں کی طرح کھجوروں کے باغوں میں نصف پیداوار کی شرط پر کام کرنے کی اجازت دے دی۔ [1] جب خیبر اور وادی القریٰ کی فتح کی خبریں شمالی حجاز کے باقی علاقوں میں پہنچیں تو وہاں کے باشندوں نے بھی، خاص طور پر فدک، تیماء، اَیلہ اور دوسرے شہروں کے لوگوں نے بھی نبی ﷺ سے فوراً صلح کر لی۔ [2]

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 338/3، و المغازي للواقدي: 709/2، و سبل الهدٰى والرشاد: 229/5.

[2] تَيْمَاء: شام اور وادی القریٰ کے درمیان حج کے راستے میں ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ یہ حصن ابلق کی وجہ سے مشہور ہے۔ آپ ﷺ کے زمانے میں یہاں کچھ یہودی آباد تھے۔ (معجم ما استعجم: 329/1، و معجم البلدان: 67/2) ❁ اَيْلَة: یہ جنوبی فلسطین میں خلیج عقبہ کی بندرگاہ ہے۔ یہودیوں نے اس کا نام اَیلات (Elath) رکھ دیا ہے۔ (معجم البلدان: 292/1) ❁ فَدَك: اس کا موجودہ نام الحائط ہے۔ یہ خیبر سے 115 کلومیٹر مشرق میں ہے۔

معرکۂ موتہ

(جمادی الاولیٰ 8 ھ)

خیبر کی فتح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بادشاہوں اور سرداروں تک اللہ تعالیٰ کی دعوت پہنچانے کے لیے ان کے نام خطوط ارسال فرمائے۔ ان میں سے ایک مکتوبِ گرامی شام میں بُصریٰ (شام) کے حاکم کو ارسال کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی [1] کے ہاتھ یہ خط حارث بن ابی شمر غسانی کو بھیجا جو ہرقل کی طرف سے بُصریٰ کا گورنر تھا لیکن بلقاء (اُردن) کے علاقے میں غسان کے ایک سردار شرحبیل بن عمرو غسانی نے نبی ﷺ کے ایلچی کو گرفتار کر لیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ان کے پاس نبی ﷺ کا ایک نامہ مبارک ہے، تو اس نے انھیں شہید کر دیا، حالانکہ تمام علاقوں میں یہ اصول مسلمہ حیثیت رکھتا تھا کہ پیغام رساں کو قتل نہیں کیا جاتا۔ [2]

---

[1] یہ صحابی سیدنا حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی شہادت غزوۂ موتہ کا سبب بنی اور پھر غزوۂ موتہ کے تسلسل ہی میں نبی ﷺ نے 11 ھ میں جیشِ اسامہ رومیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ [2] المغازي للواقدي: 576,575/2، و الطبقات الکبریٰ: 128/2، ڈاکٹر اکرم عمری نے اپنی کتاب ''السیرۃ الصحیحۃ'': 467/2 میں اور ڈاکٹر مہدی رزق اللہ نے اپنی کتاب ''السیرۃ الصحیحۃ'': 543 میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، تاہم اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس غزوے سے پہلے صحابہ کرام ◄◄

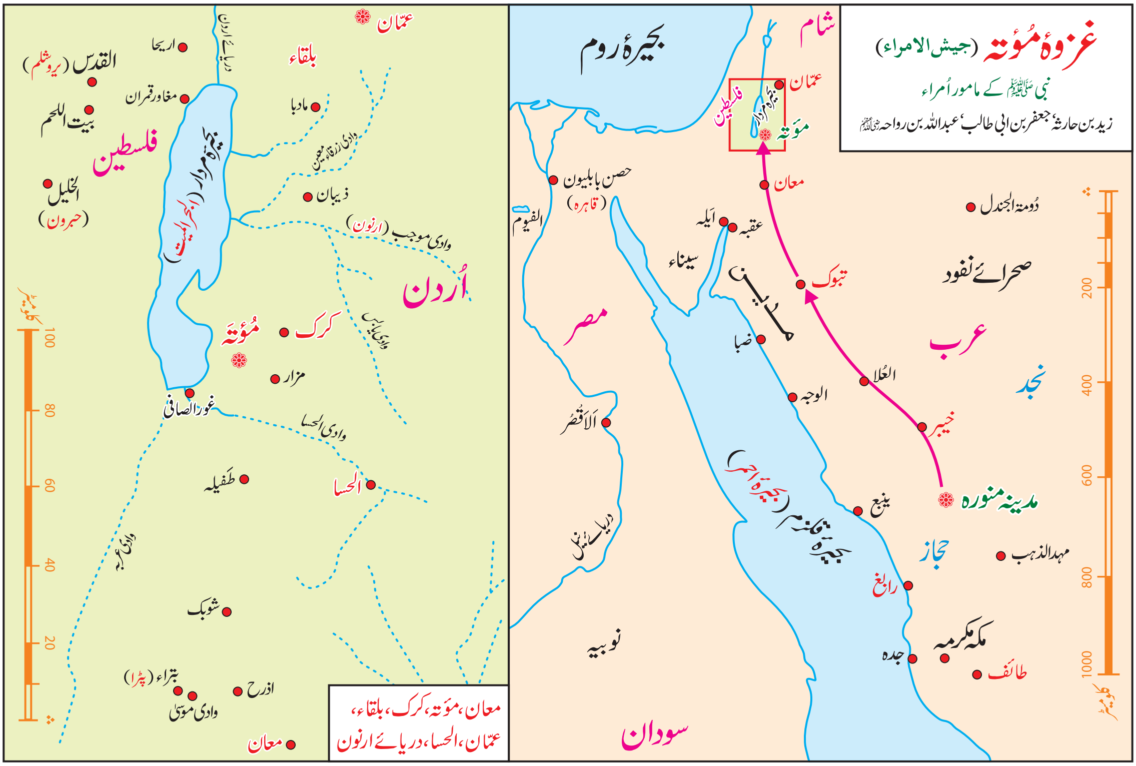

جب نبی ﷺ کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو آپ ﷺ جلال میں آگئے۔ آپ ﷺ نے ایک لشکر تیار کیا جو تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی شہادت کی صورت میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے شہید ہونے پر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔[1] اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان باہمی رضا مندی سے ایک آدمی کو اپنا امیر بنا لیں۔[2]

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، جنھوں نے حال ہی میں اسلام قبول کیا تھا، وہ بھی ایک عام سپاہی کی حیثیت سے مجاہدین کی صفوں میں موجود تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے لشکر کو شام کے سرحدی علاقوں کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ اس سے عرب کے

◀◀ کو رومیوں سے جنگ کی خوش خبری دیا کرتے تھے اور خود بھی اس کے لیے مناسب وقت کے انتظار میں تھے۔ البتہ یہ غزوہ اس وقت پیش آنے کا خاص سبب بھی تھا۔ اصل میں جہاد رومیوں اور دوسروں کے خلاف مسلسل جاری تھا۔ اور دوسرے غزوات کی طرح اس غزوے کا بھی بنیادی سبب یہی تھا۔

[1] فتح الباري: 98/16، و السيرة النبوية لابن هشام: 373/3. [2] المغازي للواقدي: 756/2، و الطبقات الكبرىٰ: 128/2.

عیسائی قبائل کی تادیب وتخویف اور مسلمانوں کی قوت کا اظہار بھی مقصود تھا۔ اس کے بعد اس لشکر کو مدینہ واپس آجانا تھا۔ لشکر روانہ ہونے لگا تو نبی ﷺ نے خود تشریف لا کر انھیں تقویٰ پر عمل پیرا رہنے کی تلقین فرمائی اور جنگ کے اسلامی اصولوں کی یاد دہانی کروائی۔ پھر سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عنایت کر کے لشکر روانہ فرمایا۔ [1]

لشکرِ اسلامی شام کے سرحدی علاقوں کی طرف گامزن ہوگیا۔ [2] اس طرح مسلمان پہلی دفعہ رومی سلطنت سے اس کی سرحدوں پر ٹکر لے رہے تھے۔ رومیوں اور غسانیوں کو اسلامی لشکر کی نقل وحرکت کا علم ہوا تو انھوں نے بھی مقابلے کے لیے لشکر تیار کر لیا جس میں لخم، بہراء، جذام اور بلی قبائل کے وہ عرب شامل تھے جو عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے۔ اس لشکر میں ایک لاکھ سے زیادہ جنگجو شامل تھے۔ رومی لشکر بلقاء کے مقام پر آٹھہرا۔ یہ علاقہ موجودہ اردن میں واقع ہے۔ مسلمانوں کے لشکر کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں خط لکھنے کا ارادہ کیا کہ آپ ﷺ مزید کمک روانہ فرمائیں، [3] لیکن وقت کم تھا اور دشمن قریب۔ انھیں اتنی مہلت نہیں مل سکتی تھی۔ مسلمان مجاہدین جنگ کے لیے ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے آگے بڑھے، چنانچہ موتہ کے مقام پر ان کا رومیوں سے سامنا ہوگیا۔ [4] انھوں نے بے مثال بہادری سے جنگ کی۔ ان کے علم بردار سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے علم اٹھایا اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے، پھر سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا، وہ بھی شہید ہوگئے، پھر سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑا۔ آخر وہ بھی شہید ہوگئے۔ [5]

پھر ایک انصاری صحابی نے جھنڈا اٹھا لیا اور مجاہدین سے اکٹھا ہونے کو کہا۔ پھر اس نے جھنڈا سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو پکڑا دیا۔ [6] وہ اللہ کی توفیق سے اپنی جنگی تجربہ کاری سے کام لے کر مسلمانوں کی صفوں کو دوبارہ ترتیب دینے میں کامیاب ہوگئے۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے جنگ میں مسلمانوں کی قیادت کی اور ایک مضبوط حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے مسلمانوں کو سلامتی کے ساتھ واپس لانے میں کامیاب ہو گئے۔ انھوں نے مسلمانوں کو مزید نقصان سے بچا لیا۔ اگرچہ مسلمانوں اور دشمن کی تعداد میں بہت زیادہ فرق تھا،

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 373/3، و المغازي للواقدي: 756/2، و الطبقات الكبرٰى: 128/2. [2] امام بخاری نے ''صحيح البخاري'' میں ایک باب کا عنوان اس طرح لکھا ہے: باب غزوة مؤتة من أرض الشام (شام کے علاقے میں غزوہ موتہ کا باب) دیکھیے: فتح الباري: 97/16. [3] السيرة النبوية لابن هشام: 375/3، و المغازي للواقدي: 760/2. [4] موتہ کا مقام موجودہ اردن کے ملک میں واقع ہے۔ [5] فتح الباري: 100/16. [6] السيرة النبوية لابن هشام: 379/3.

اس کے باوجود صرف پندرہ مسلمان شہید ہوئے۔[1] اگر اس معرکے میں فریقین کی افرادی قوت کا موازنہ کیا جائے تو میری رائے میں اسے مسلمانوں کی فتح ہی شمار کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ ان شہداء کی تعریف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: «مَا يَسُرُّنِي ـ أَوْ يَسُرُّهُمْ ـ أَنَّهُمْ عِنْدَنَا» ''میں یہ خواہش نہیں کرتا۔'' یا فرمایا: ''وہ شہداء یہ خواہش نہیں رکھتے کہ وہ (زندہ) ہمارے پاس ہوتے۔''[2]

اس کے بعد لشکر واپس مدینہ آ گیا۔ اس کی قیادت سیدنا خالد بن ولید، سیف اللہ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ ان کا پہلا جہادی معرکہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کے مدینہ پہنچنے سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے حال سے مطلع فرما دیا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے جنگ کے حالات کی اطلاع پہنچنے سے پہلے لوگوں کو سیدنا زید، سیدنا جعفر اور سیدنا ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دے دی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ» ''زید (رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا پکڑا، وہ شہید ہو

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 388/3، والمغازي للواقدي: 769/2. [2] فتح الباري: 152/2.

گئے، پھر جعفر (رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا پکڑا، وہ بھی شہید ہو گئے، پھر ابن رواحہ (رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا پکڑا، وہ بھی شہید ہو گئے۔'' یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ پھر فرمایا: ﴿حَتّٰى أَخَذَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللهِ حَتّٰى فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ﴾ ''پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا پکڑا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فتح دے دی۔''[1] اسے رسول اللہ ﷺ نے فتح قرار دیا اور یہ واقعی ایک فتح ہی تھی۔[2]

---

[1] فتح الباري: 100/16. [2] سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنگی چالوں کے ماہر جرنیل تھے۔ انھوں نے راتوں رات جنگی حکمت عملی بدل دی اور صبح ہوتے ہی لشکر کے اگلے حصے کو پیچھے اور پچھلے حصے کو آگے تعینات کر دیا۔ اسی طرح دائیں حصے کو بائیں طرف اور بائیں حصے کو دائیں طرف منتقل کر دیا، یعنی سارے لشکر کی ترتیب بدل ڈالی۔ اس تبدیلی کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ جب رومیوں سے آمنا سامنا ہوا تو انھیں ہر طرف نت نئے چہرے نظر آئے۔ وہ سمجھے کہ مسلمانوں کو تازہ دم کمک پہنچ گئی ہے۔ یوں ان پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا اور وہ شکست کھا گئے۔ مسلمانوں نے ان کافروں کو اس کثرت سے قتل کیا کہ خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ (سیرت انسائیکلوپیڈیا: 66/9 بحوالہ سبل الهدٰى والرشاد: 151/6)

رومی آثار

جب لشکر مدینہ پہنچا، تو اہلِ مدینہ نے اس کا استقبال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو یہ کہتے سنا: ”اے بھگوڑو! تم بھاگ آئے ہو، حالانکہ تم اللہ کی راہ میں نکلے تھے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: «لَيْسُوا بِفُرَّارٍ، وَّلٰكِنَّهُمْ كُرَّارٌ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ» ”وہ بھگوڑے نہیں، وہ ان شاء اللہ پلٹ کر حملہ کرنے والے ہیں۔“[1] وہ پلٹے اور کیا خوب پلٹے! ملک شام کی فتوحات میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دوسرے بہادروں نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے۔ اس کی تفصیل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیان ہوگی۔ ان شاء اللہ!

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام:3/382، و المغازي للواقدي:2/765.

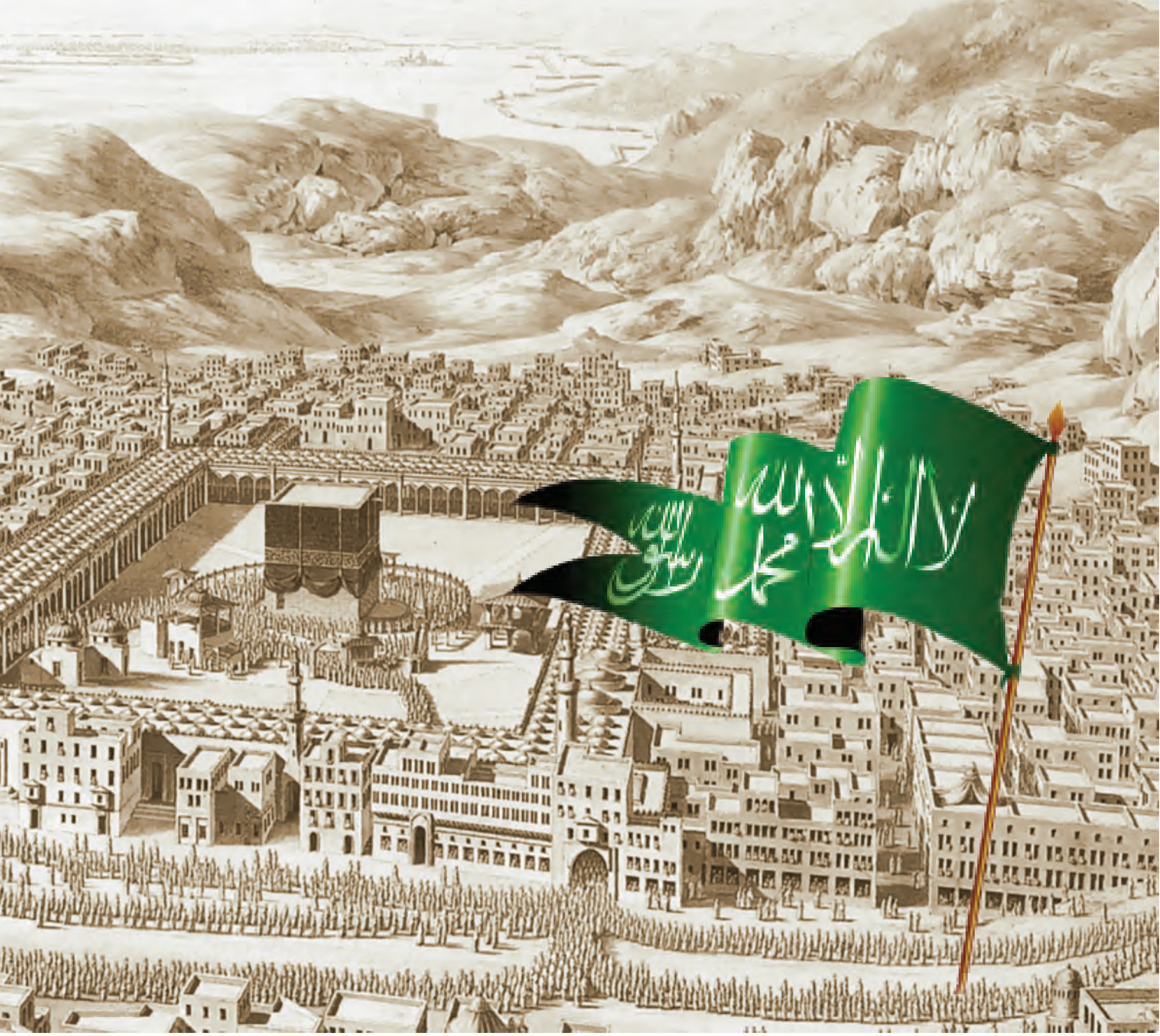

فتح مکہ

(20 رمضان 8ھ)

صلح حدیبیہ (6ھ) میں جو شرائط طے پائی تھیں، ان میں سے ایک شرط یہ تھی: ''جو قبیلہ چاہے محمد ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر لے اور جو قبیلہ چاہے قریش سے معاہدہ کر لے۔'' اس شرط کے مطابق قبیلہ خزاعہ نے

نبی ﷺ سے معاہدہ کر لیا اور قبیلہ بکر نے قریش سے معاہدہ کر لیا۔[1]

اس کے بعد 8ھ میں قبیلہ بکر نے خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے ان کی مدد کی، چنانچہ اسے قریش کی عہد شکنی شمار کیا گیا۔ خزاعہ قبیلے کا ایک سردار عمرو بن سالم خزاعی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کچھ اشعار پڑھ کر درخواست کی کہ اس معاہدے کے مطابق ان کی مدد کی جائے۔ ان کی مدد خاص طور پر اس لیے بھی ضروری تھی کہ قریش نے اپنے حلیفوں کی بے جا مدد کی تھی اور یہ مسلمانوں سے کیے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزی تھی۔ اس نے جو شعر پڑھے، ان میں ایک شعر یہ تھا:

یَارَبِّ إِنِّي نَاشِدٌ مُحَمَّدَا

حِلْفَ أَبِينَا وَأَبِيهِ الْأَتْلَدَا

”یااللہ! میں محمد کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے باپ (کی اولاد) اور ان کے معزز باپ (کی اولاد) کے درمیان ہوا۔“[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿نُصِرْتَ يَا عَمْرَو بْنَ سَالِمٍ﴾ ”اے عمرو بن سالم! تیری مدد کی جائے گی۔“[3] اس کے بعد خزاعہ کا ایک اور وفد آیا۔ اس نے بھی نبی ﷺ سے مدد کی درخواست کی، چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے مدد کا وعدہ فرما لیا۔

اس کے بعد قریش کو خطرے کا احساس ہوا تو ان کے سردار ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) مکہ آئے تا کہ نبی ﷺ کے

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 318/4. [2] السيرة النبوية لابن هشام: 394/4، و السيرة النبوية لابن كثير: 527/3، و سبل الهدى والرشاد: 308/5. [3] السيرة النبوية لابن هشام: 395/4، و السيرة النبوية لابن كثير: 527/3، اس روایت کے مفصل حوالہ جات کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری کی السيرة النبوية الصحيحة: 473/2.

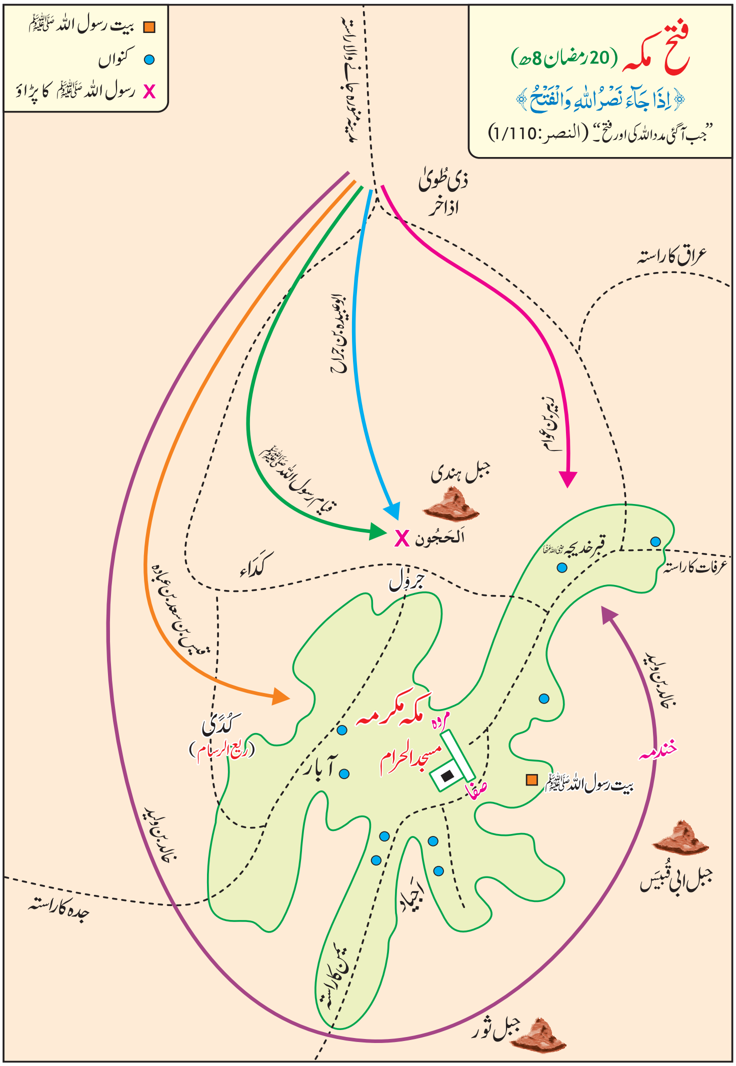

ساتھ نئے سرے سے معاہدہ کر لیں۔ چونکہ آپ (رضی اللہ عنہ) نبی ﷺ کے سسر تھے، اس لیے پہلے اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئے اور نبی ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگے تو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا: ”بیٹی! معلوم نہیں، تجھے یہ بستر میرے لائق محسوس نہیں ہوا (کہ بالکل سادہ ہے،) یا مجھے اس کے قابل نہیں سمجھا۔“ انھوں نے فرمایا: ”یہ رسول اللہ ﷺ کا (پاکیزہ) بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک ہیں، اس لیے میں یہ پسند نہیں کرتی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھیں۔“ ابوسفیان نے کہا: ”اللہ کی قسم! مجھ سے جدا ہونے کے بعد تجھے خرابی پہنچی ہے۔“ اس کے بعد ابوسفیان نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے بات کی۔ آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔[1] پھر وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تاکہ وہ نبی ﷺ سے ان کی بات کروا دیں۔ انھوں نے فرمایا: ”میں یہ کام

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن هشام: 397/4.

نہیں کروں گا۔‘‘ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بات کی تو انھوں نے جواب دیا: ’’اللہ کی قسم! اگر میرے پاس چھوٹی چیونٹیوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تو تم سے جہاد کرنے کے لیے میں انھی کو استعمال کر لیتا۔‘‘ پھر وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جو ابھی چھوٹے بچے تھے، ان کے پاس تھے۔ (اس وقت ان کی عمر تقریباً چھ سال تھی [مترجم]) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ’’اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام کا عزم کر چکے ہیں، ہم اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی عرض نہیں کر سکتے۔‘‘ پھر انھوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ’’محمد کی بیٹی! کیا آپ اپنے بیٹے سے کہہ سکتی ہیں کہ وہ لوگوں کو پناہ دے دے؟ اس طرح وہ عربوں کا سردار بن جائے گا۔‘‘ انھوں نے فرمایا: ’’میرا بیٹا ابھی اتنا بڑا نہیں ہوا کہ لوگوں کو پناہ دے سکے۔‘‘ جب ابوسفیان بے بس ہو گئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ’’مجھے کوئی مشورہ دو۔‘‘ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’آپ کنانہ قبیلے کے سردار ہیں۔ آپ کھڑے ہو کر لوگوں کے درمیان تجدیدِ معاہدہ کا اعلان کر دیں، پھر وطن (مکہ) چلے جائیں۔‘‘ انھوں نے کہا: ’’کیا آپ کے خیال میں اس کا کوئی فائدہ ہوگا؟‘‘ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’نہیں (فائدہ تو کچھ نہیں)، لیکن مجھے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔‘‘ چنانچہ ابوسفیان مسجد میں گئے اور یہ جملہ بولا: ’’میں لوگوں کے درمیان تجدیدِ معاہدہ کا اعلان کرتا ہوں۔‘‘ جب وہ مکہ پہنچے تو مکہ والوں نے کہا: ’’بات صرف اتنی ہے کہ علی نے آپ کا مذاق اڑایا ہے۔‘‘ [1]

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 4/396، والسيرة النبوية لابن كثير: 3/531.

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ آپ ﷺ کی پوری کوشش تھی کہ قریش کو آپ ﷺ کی روانگی کا علم نہ ہونے پائے۔ آپ ﷺ نے مجاہدین کا ایک دستہ مکہ کے بجائے دوسری طرف روانہ فرما دیا تاکہ لوگوں کو یہ محسوس ہو کہ آپ ﷺ اس طرف جانے کی تیاری کر رہے ہیں، جبکہ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو بتا دیا تھا کہ ہمارا رخ مکہ کی طرف ہے۔ آپ نے انھیں یہ ہدایت فرمائی تھی کہ یہ خبر دوسروں کو معلوم نہ ہو۔ آپ ﷺ نے یہ دعا بھی کی تھی: ''یااللہ! قریش کو معلوم نہ ہونے پائے، حتی کہ ہم اچانک جا پہنچیں۔''

رسول اللہ ﷺ ماہِ رمضان میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ پانچ ہزار مہاجرین اور انصار آپ ﷺ کے ہم رکاب تھے۔ راستے میں مختلف قبائل کی جماعتیں شامل ہوتی گئیں۔ مزینہ، بنوسلیم، غِفار، جُہینہ، تمیم اور بنواسد کی جماعتیں آپ ﷺ کے لشکر میں شامل ہوئیں، حتی کہ جب آپ ﷺ مکہ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ کے لشکر کی تعداد تقریباً دس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ [1] نبی ﷺ انھیں لے کر مرالظہران کے مقام پر ٹھہر گئے۔

رسول اللہ ﷺ راستے میں تھے کہ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے ملاقات کر کے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار فرمایا۔ [2] ایک قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ اس سے بہت پہلے اسلام قبول کر چکے تھے، لیکن انھوں نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بیعت عقبہ ثانیہ اور اس کے بعد کے بعض واقعات میں نبی ﷺ کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ [3] سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی شدید خواہش تھی کہ ان کی قوم اسلام قبول کر لے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے خچر پر سوار ہو کر تلاش میں نکلے کہ کوئی ایسا شخص مل جائے جو قریشِ مکہ کو پیغام پہنچا دے کہ وہ محمد ﷺ سے امان کی درخواست کریں یا اسلام قبول کر لیں۔ رات کا وقت تھا۔ نبی ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ کثرت سے آگ جلائیں تاکہ اہلِ مکہ مسلمانوں کی کثرتِ تعداد سے مرعوب ہو جائیں اور جنگ سے گریز کریں، چنانچہ تقریباً دس ہزار افراد نے بیک وقت اپنی اپنی آگ جلا لی۔ [4] جب قریش نے یہ صورتِ حال دیکھی تو ان کے سردار ابوسفیان حالات

---

[1] فتح الباري: 111/16، و السيرة النبوية لابن هشام: 400/4، و الطبقات الكبرٰى: 135/2. [2] السيرة النبوية لابن هشام: 402/4، و السيرة النبوية لابن كثير: 543/3. [3] الاستيعاب (مع حاشية الإصابة: 95/3)، و فتح الباري: 223/14، و سير أعلام النبلاء: 78/2. [4] السيرة النبوية لابن هشام: 402/4، و السيرة النبوية لابن كثير: 547/4، و سبل الهدٰى و الرشاد: 325,324/5.

معلوم کرنے کے لیے نکلے۔ ان کی ملاقات نبی ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے ہوگئی۔ انھوں نے ابوسفیان کو امان دی، پھر انھیں لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ نبی ﷺ نے اپنے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی امان منظور فرمالی، چنانچہ مسلمانوں نے انھیں کسی قسم کی تکلیف پہنچانے کی کوشش نہ کی۔ صبح ہوئی تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا اور انھوں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ پھر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کی: ''ابوسفیان اپنی قوم میں صاحبِ فخر ہونے کی خواہش رکھتے ہیں۔ آپ ہر اس شخص کے لیے امان کا اعلان کر دیجیے جو ان کے گھر میں داخل ہو جائے۔'' [1]

نبیٔ اکرم ﷺ کی شدید خواہش تھی کہ مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کا داخلہ صلح اور امن کے ساتھ ہو اور اس جگہ کسی کا خون نہ بہایا جائے، اس لیے آپ ﷺ نے مکہ میں داخل ہوتے وقت لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا تاکہ وہ اپنی قوت کا اظہار کرتے ہوئے اور جنگ سے اجتناب کرتے ہوئے شہر میں چاروں طرف سے داخل ہوں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مکہ والے حقیقت حال کو قبول کر لیں اور سلامتی کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اسی دوران میں آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا تھا:

«مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَّمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ دَارَهُ فَهُوَ آمِنٌ، وَّمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ»

''جو شخص ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کے گھر چلا جائے، اسے امان ہے، جو اپنے گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لے، اسے امان ہے، جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے، اسے بھی امان ہے۔'' [2]

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے ہر اس شخص کو امان حاصل کرنے کا موقع دے دیا جو اس کی خواہش رکھتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ خیریت سے مکہ مکرمہ میں (فاتحانہ) داخل ہو گئے۔ آپ ﷺ کا جھنڈا حجون کے مقام پر نصب کیا گیا۔ [3] سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دستے کو کچھ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، لیکن مخالفین جلد ہی شکست کھا گئے۔ [4] وہ یا تو بھاگ کر اپنے اپنے گھر میں داخل ہو گئے یا مکہ سے نکل گئے۔ نبی ﷺ انکسار کا

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 403/4، و السيرة النبوية لابن كثير: 548/3، و سبل الهدى والرشاد: 330/5.
[2] فتح الباري: 122/16، و السيرة النبوية لابن هشام: 403/4، و السيرة النبوية لابن كثير: 549/3، و سبل الهدى و الرشاد: 330/5. [3] فتح الباري: 118/6. [4] فتح الباري: 119/6، و السيرة النبوية لابن هشام: 407/4، و السيرة النبوية لابن كثير: 560/3.

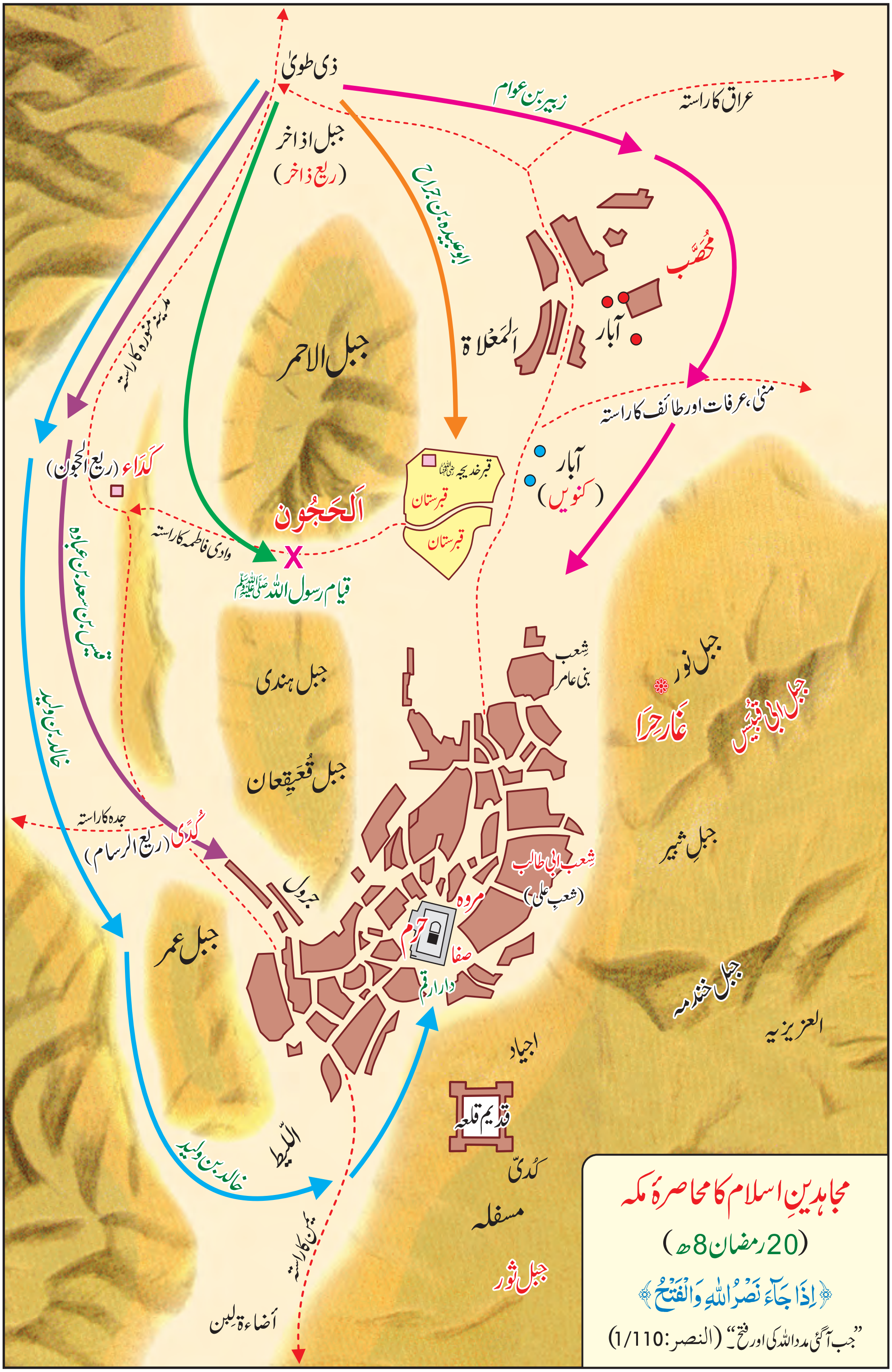

مجاہدینِ اسلام کا محاصرۂ مکہ
(20 رمضان 8ھ)
﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ﴾
”جب آ گئی مدد اللہ کی اور فتح“ (النصر: 1/110)

اظہار کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ کا سر مبارک اللہ کے سامنے عاجزی سے جھکا ہوا تھا۔ [1] اور آپ ﷺ سورۂ فتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔ [2]

اس کے بعد آپ ﷺ نے کعبہ شریف کا رُخ کیا۔ آپ ﷺ نے کعبہ کے سات چکر لگائے، پھر فرمایا: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، صَدَقَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، أَلَا! كُلُّ دَمٍ أَوْ مَأْثَرَةٍ فَهُوَ تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ، إِلَّا سَدَانَةَ الْبَيْتِ وَسِقَايَةَ الْحَاجِّ» ''اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے ہی نے لشکروں کو شکست دی۔ سنو! ہر خون یا (جاہلیت کا) رواج میرے ان قدموں کے نیچے (پامال اور کالعدم) ہے، سوائے کعبہ کی خدمت اور حاجیوں کے پانی پلانے کے۔'' پھر فرمایا: «يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! مَا تَظُنُّونَ أَنِّي فَاعِلٌ بِكُمْ؟» ''اے جماعتِ قریش! تمھارا کیا خیال ہے، میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟'' انھوں نے کہا: ''آپ اچھا سلوک ہی کریں گے۔ آپ معزز بھائی ہیں اور معزز بھائی کے بیٹے ہیں۔'' تب آپ ﷺ نے اپنے وہ مشہور الفاظ ارشاد فرمائے: «اِذْهَبُوا، فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ» ''جاؤ، تم سب آزاد ہو۔'' [3] پھر آپ ﷺ نے کعبہ کے دربان کو بلایا اور اس سے چابی لے لی، چنانچہ آپ ﷺ کے لیے کعبہ کا دروازہ کھل گیا۔ [4] آپ ﷺ نے دیکھا کہ کعبہ شریف میں (انبیاء و صالحین کی) تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ انھیں آپ ﷺ کے حکم سے مٹا دیا گیا۔ کعبہ میں اس طرح کے تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ ﷺ ان کی طرف اشارہ کرتے اور پڑھتے تھے:

﴿وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝﴾

''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔'' (بني إسرآءيل 81:17)

آپ ﷺ نے تمام مجسّموں کو گرا دیا اور آپ کے حکم سے انھیں توڑ پھوڑ دیا گیا۔ [5]

اس کے بعد آپ ﷺ نے مردوں سے اسلام کی بیعت لی، پھر عورتوں سے اسلام پر اور خواتین کے

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 405/4، و السيرة النبوية لابن كثير: 555/3، و سبل الهدٰى والرشاد: 342/5.
[2] فتح الباري: 123/16، و السيرة النبوية لابن كثير: 555/3. [3] فتح الباري: 129/16، و السيرة النبوية لابن هشام: 412,411/4، و البداية والنهاية: 570/3، و سبل الهدٰى والرشاد: 364/5. [4] فتح الباري: 128/16.
[5] فتح الباري: 127/16.

کلیدِ کعبہ

بعض مخصوص مسائل پر بیعت لی گئی۔[1] جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر سے (اذان کے ذریعے سے) حق کی آواز بلند کی۔ اور اعلان کیا: اَللّٰهُ أَكْبَرُ ''اللہ سب سے بڑا ہے۔'' اور أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں'' اور فرمایا: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔'' سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اس مقام پر دیکھ کر اور اذان کے کلمات سن کر قریش کے بعض نومسلموں کو ناگواری محسوس ہوئی، مگر اسلام میں پختگی آنے کے بعد انھیں اپنے اس خیال پر ندامت ہوئی۔[2] اس طرح مکہ مکرمہ شرک سے پاک ہوگیا۔ اس کی اسلام دشمنی کی طاقت ختم ہوگئی۔ وہ اسلام کا ایک شہر بلکہ اہم ترین شہر بن گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انتظام درست کر کے سیدنا عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر مقرر فرما دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مکہ کو اسلام کی تعلیم دینے کا خاص اہتمام فرمایا۔ اس مقصد کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں انیس دن تشریف فرما رہے۔[3] اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثقیف اور ہوازن کے قبیلوں کا مقابلہ کرنے

---

[1] سبل الهدٰى والرشاد: 371/5. [2] السيرة النبوية لابن هشام: 413/4، والسيرة النبوية لابن كثير: 575/4، و سبل الهدٰى والرشاد: 372/5. [3] فتح الباري: 132/16.

کے لیے روانہ ہوگئے۔ مکہ فتح ہو جانے کے بعد ان قبائل نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کی تیاری کر لی تھی۔ فتح مکہ کی وجہ سے اہلِ عرب کی اسلام کے خلاف جنگ کی شدت بہت کم ہوگئی تھی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے تھے [1] کیونکہ قریش کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اسلام دشمنوں کی سب سے مضبوط پناہ گاہ زمین بوس ہوگئی تھی۔

---

[1] فتح الباري: 16/134.

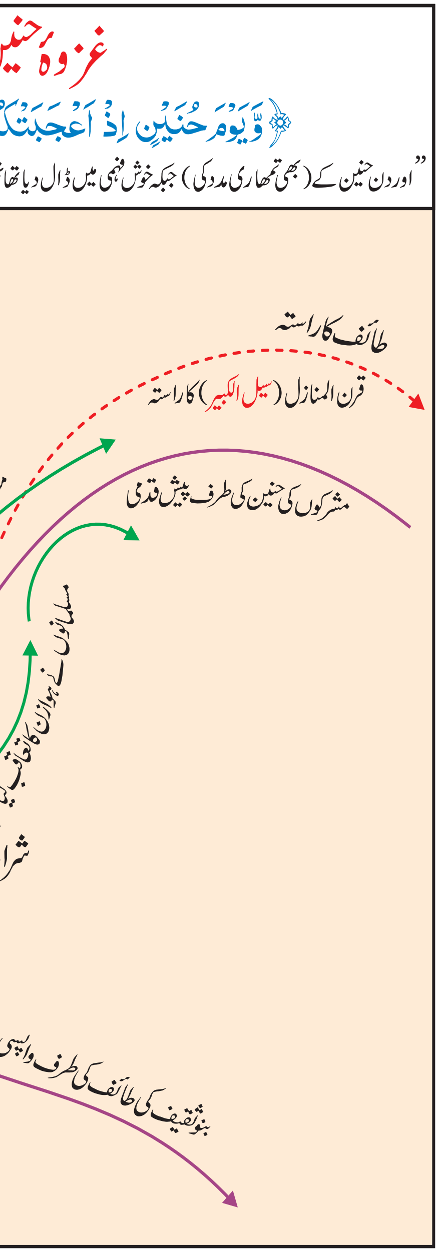

غزوۂ حنین و طائف

(شوال 8ھ)

جب مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا تو قبیلہ ہوازن مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلا۔ ان کے لشکر میں قبیلۂ ثقیف کے لوگ پیش پیش تھے۔ ان کے ساتھ غطفان اور بعض دوسرے قبائل بھی شامل ہو گئے۔[1] انھوں نے عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ نبی ﷺ اور مسلمانوں سے جنگ کے دوران میں بھاگنے کا خیال نہ آئے۔[2] نبی ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے تحقیق کی۔ خبر سچ ثابت ہوئی۔ نبی ﷺ فتح مکہ والے لشکر کو لے کر روانہ ہوئے جو دس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ علاوہ ازیں فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کرنے والے دس ہزار افراد، جنھیں طلقاء کہا جاتا ہے، وہ بھی ساتھ تھے۔[3] بعض مسلمانوں کے دل میں فخر پیدا ہوا، انھوں نے کہا: ''آج ہماری تعداد اتنی قلیل نہیں کہ ہمیں شکست ہو جائے۔'' سیدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ مؤلفة القلوب میں شامل تھے۔ نبی ﷺ نے ان سے کچھ اسلحہ مستعار لیا اور اس کی واپسی کی ضمانت دی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد نبی ﷺ نے انھیں وہ اسلحہ واپس کر دیا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔

---

[1] ثقیف دراصل ہوازن ہی کی ایک شاخ تھے۔ ثقیف کا نسب یوں ہے: ثقیف بن مُنَبِّہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عِکرمہ بن خَصَفہ بن قیس بن عَیلان بن مُضَر۔ بنو ہوازن کے حلیف غطفان بن قیس بن عیلان تھے۔ (شجرہ بنو عدنان، سیرت انسائیکلوپیڈیا: 281/1)

[2] فتح الباري: 172/16، و السيرة النبوية لابن هشام: 438/3. [3] فتح الباري: 172/16.

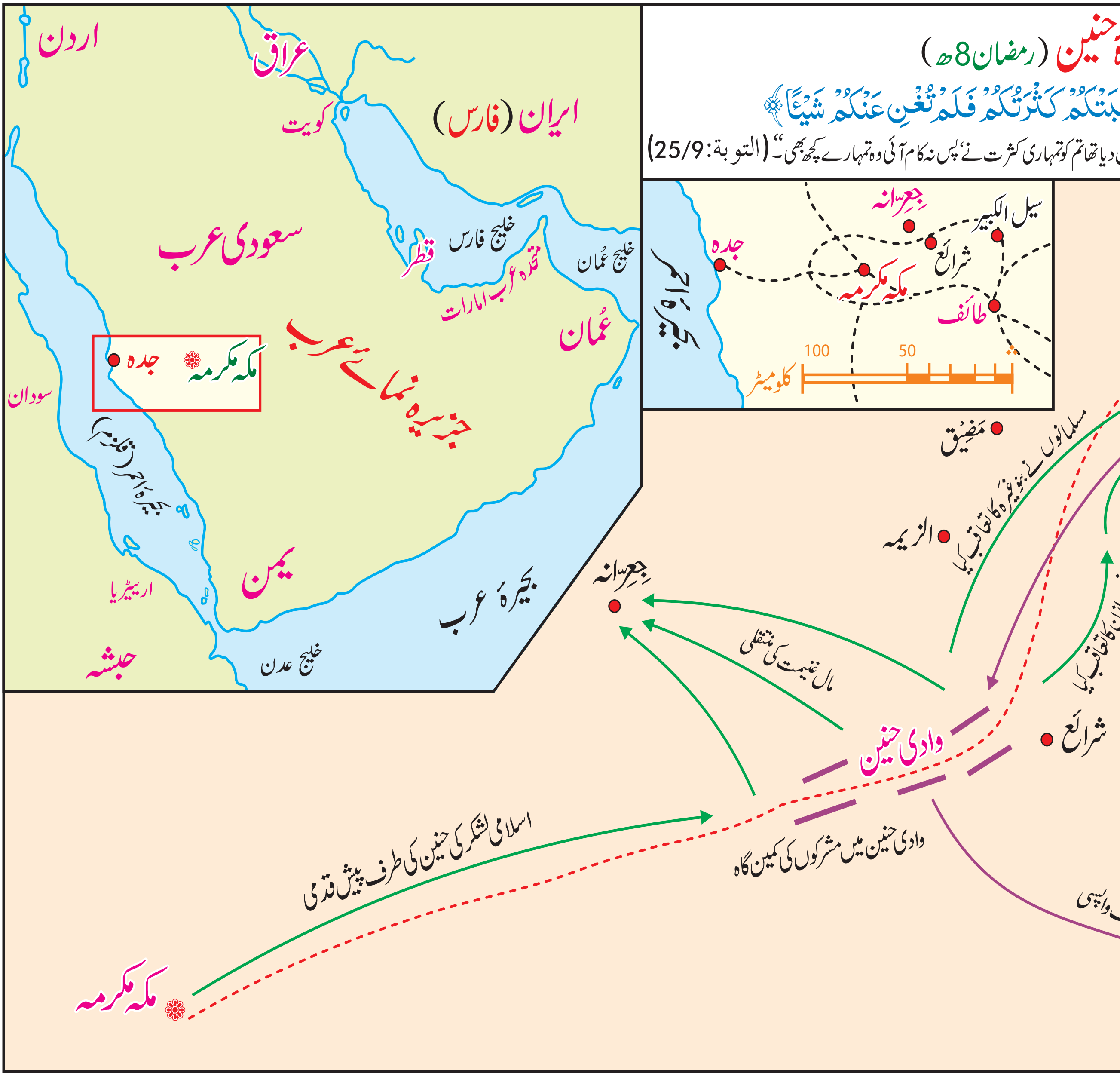

ہوازن کا لشکر حنین کے مقام پر جمع ہوا۔ ان کا سردار مالک بن عوف تھا۔ اس نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ اپنی عورتیں اور مال مویشی بھی ساتھ لے کر چلیں تاکہ جنگ کے موقع پر ثابت قدم رہیں۔ درید بن صمہ نے اس پر اعتراض کیا۔ وہ ایک عمر رسیدہ بوڑھا تھا اور ہوازن کے لشکر میں شامل تھا، لیکن اس کی بات نہ سنی گئی۔ وہ بہت سمجھ دار تھا۔ اس نے مالک کو سمجھاتے ہوئے کہا تھا: "اگر تجھے فتح ہوئی تو اس کا سبب صرف

تلواروں اور نیزوں والے مرد ہوں گے (عورتیں اور بچے نہیں) اور اگر تجھے شکست ہوئی تو تو اپنے اہل و عیال کے سامنے رسوا ہو جائے گا۔'' [1]

مسلمان حنین کی وادی میں داخل ہو گئے لیکن انھیں معلوم نہ تھا کہ دشمن گھات میں چھپے ہوئے ہیں۔ صبح صادق کا وقت تھا۔ مسلمانوں کا لشکر بہت زیادہ تھا۔ اس میں مہاجرین اور انصار کی نسبت طلقاء (نومسلموں) کی تعداد زیادہ تھی۔ ہوازن نے مسلمانوں کے لشکر پر اچانک حملہ کر دیا، چنانچہ ان کے ہراول دستے بکھر گئے، خاص طور پر بنوتمیم کے افراد اور مکہ کے وہ افراد جن کو فتح مکہ کے موقع پر معافی دی گئی تھی، ان کے قدم اُکھڑ گئے، چنانچہ لشکر کی صفیں بے ترتیب ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ ثابت قدمی سے ٹھہرے رہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ بعض مہاجرین اور انصار بھی ثابت قدم رہے۔ آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ، ان کے علاوہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ بھی ثابت قدم رہنے والوں میں شامل تھے۔ لشکر کا دایاں حصہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔ تب آپ ﷺ نے پکارا۔ آپ ﷺ نے یکے بعد دیگرے دو بار آواز دی۔ آپ ﷺ نے دائیں طرف رخ کر کے فرمایا: «يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ!» ''اے انصار کی جماعت!'' انھوں نے کہا: ''اللہ کے رسول! ہم حاضر ہیں۔ آپ خوش ہو جائیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔'' پھر بائیں طرف رخ کر کے فرمایا: «يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ!» ''اے انصار کی جماعت!'' اس طرف سے بھی یہی جواب آیا: ''اللہ کے رسول! ہم حاضر ہیں۔ آپ خوش ہو جائیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔'' آپ ﷺ ایک سفید خچر پر سوار تھے، اس سے نیچے اُتر آئے اور فرمایا: «أَنَا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ» ''میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔'' [2] ''لوگو! میری طرف آؤ، میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد بن عبداللہ ہوں۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ وہ بہت بلند آواز تھے، آپ ﷺ کے حکم سے انھوں نے پکارا: ''اے جماعتِ انصار! اے کیکر کے نیچے بیعت کرنے والو!'' خود نبی ﷺ بھی بلند آواز سے فرما رہے تھے: «أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ» ''میں نبی ہوں، یہ بات جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔'' [3] جب انھوں نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو فوراً پکارے: «لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ» ''حاضر ہیں، حاضر ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ کے اردگرد صحابہ کی ایک جماعت اکٹھی ہو گئی، تو آپ ﷺ ان کے ساتھ دشمن کے سامنے ڈٹ گئے۔ تب

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 438/3، و سبل الهدٰى و الرشاد: 460/5. [2] فتح الباري: 172/16. [3] فتح الباري: 143/16، و السيرة النبوية لابن هشام: 445,444/3، و سبل الهدٰى و الرشاد: 471/5.

مسجد جعرانہ

مسلمانوں اور ہوازن والوں کے درمیان سخت جنگ شروع ہو گئی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلْآنَ حَمِيَ الْوَطِيسُ)) ”اب میدان گرم ہوا ہے۔“ [1] یہ جملہ سب سے پہلے نبیٔ اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے ادا ہوا ہے۔ [2] صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کی معیت میں بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ نبی ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھی لے کر دشمنوں کی طرف پھینکی اور فرمایا: ((شَاهَتِ الْوُجُوهُ)) ”چہرے بگڑ جائیں!“ [3] چنانچہ وہ پسپا ہونے لگے۔ تھوڑی دیر میں دشمنوں کی شکست واضح ہوگئی اور مسلمان بہت سے قیدی اور مالِ غنیمت لے کر واپس ہوئے۔ [4] دشمن کے ستر سے زیادہ آدمی قتل ہوئے۔ متعدد مسلمان بھی شہید ہوئے۔ [5] رسول اللہ ﷺ نے شکست خوردہ فوج کے تعاقب میں مجاہدین کے دستے روانہ کیے تاکہ دشمن کی قوت پارہ پارہ ہو جائے اور ان کا خاتمہ ہوجائے۔ یہ دستے

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 445/4. [2] الروض الأنف: 138/4. [3] صحيح مسلم، الجهاد والسير، حديث: 1777، دیکھیے مہدی رزق اللہ کی السيرة النبوية: 589. [4] فتح الباري: 172/16. [5] السيرة النبوية لابن هشام: 449/4.

کامیاب لوٹے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جعرانہ کے مقام پر مال غنیمت اور قیدیوں کو جمع کیا گیا۔

جب حالات پُرسکون ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے طائف کی طرف سفر شروع کر دیا۔ وہ بنی ثقیف کا بڑا مرکز تھا۔ وہاں ہوازن کے باقی ماندہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے اکٹھے ہوگئے تھے۔ طائف کا شہر فصیل کی وجہ سے محفوظ تھا۔ یہ حفاظتی فصیل جو شہر کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھی، اسی کی وجہ سے اس شہر کا نام طائف مشہور ہوا۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ اس شہر میں داخل نہیں ہو سکے اور بیس دن سے زیادہ اس کا محاصرہ کیے رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے منجنیق نصب کر کے ان پر سنگ باری کی تھی، لیکن ان پر اس کا اثر نہ ہوا۔ طائف والوں کی تیراندازی کی وجہ سے متعدد صحابہ شہید ہو گئے۔ چند مسلمانوں نے لکڑیوں اور کھالوں کی مدد سے ایک حفاظتی ڈھال بنائی اور اس کے نیچے چل کر فصیل کے قریب پہنچ گئے تاکہ اس طرح فصیل کی دوسری طرف پہنچ سکیں۔ طائف والوں نے لوہے کے ٹکڑے گرم کر کے ان پر پھینکے جن سے کھالیں جل گئیں اور لکڑی بھی متاثر ہوئی، چنانچہ مجاہدین ان کے نیچے سے نکل آئے، تب انھوں نے دیوار پر سے تیر چلا کر کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ طائف والوں کے چند غلام شہر سے نکل کر مسلمانوں کے پاس آگئے اور اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں آزاد کر دیا۔ [1]

جب محاصرہ طویل ہوگیا تو نبی ﷺ نے خبر دی کہ طائف کی فتح (جنگ کے ذریعے سے ہونا) مقدر نہیں، چنانچہ آپ ﷺ اسے چھوڑ کر واپس روانہ ہوگئے۔ آپ ﷺ مایوس نہیں ہوئے تھے، لیکن آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ وہ لوگ اپنے دل کی خوشی سے اسلام قبول کر کے حاضر خدمت ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے ان کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: «اَللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِيفًا» ''یا اللہ! قبیلہ ثقیف کو ہدایت عطا فرما۔''

نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور راستے میں جعرانہ کے مقام پر ٹھہر گئے۔ وہاں ہوازن اور ان کے حامی قبائل کے اموالِ غنیمت اور قیدی رکھے گئے تھے۔ جعرانہ میں نبی ﷺ اس انتظار میں تھے کہ بنو ہوازن کے لوگ رابطہ کر کے اپنی غلطی کی معذرت کریں گے۔ چند دن انتظار کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت اور جنگی قیدی مسلمانوں میں تقسیم کر دیے۔ اس کے بعد ہوازن کا وفد آیا اور انھوں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ ان کے مال اور قیدی واپس کر دیے جائیں۔ اس وقت ان کے ایک شاعر نے ایک طویل قصیدہ کہا جس میں رسول اللہ ﷺ سے اپنے قبیلے کے

---

[1] فتح الباري: 161/16، والسيرة النبوية لابن هشام: 485/4، وسبل الهدىٰ والرشاد: 562/5)

طائف کا قدیم قلعہ

حق میں شفاعت کی۔ اس کا مطلع یہ ہے:

اُمْنُنْ عَلَيْنَا رَسُولَ اللهِ فِيْ كَرَمٍ فَإِنَّكَ الْمَرْءُ نَرْجُوهُ وَنَدَّخِرُ

''اللہ کے رسول! ہم پر سخاوت کے ساتھ احسان کیجیے۔ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جن سے ہم امید رکھتے ہیں اور کام آنے کی توقع رکھتے ہیں۔''

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اختیار دیا کہ یا تو اپنے مال واپس لے لیں یا عورتیں اور بچے لے لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ وَقَدْكُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِكُمْ» ''میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جنھیں تم دیکھ رہے ہو (انھی مجاہدوں نے لڑ کر فتح حاصل کی ہے) اور مجھے وہی بات پسند ہے جو سچی ہو۔ میں نے تمھاری ہی وجہ سے (غنیمت تقسیم کرنے میں) تاخیر کی تھی۔'' نبی ﷺ نے طائف سے واپس ہو کر دو ڈھائی ہفتے انتظار کیا تھا۔ جب انھیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ انھیں دونوں چیزیں واپس نہیں کریں گے تو انھوں نے عرض کی: ''ہم اپنے قیدیوں کی واپسی کا انتخاب کرتے ہیں۔'' تب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی کما حقہ تعریف فرمائی، پھر فرمایا: ''اما بعد، تمھارے بھائی تائب ہو کر آ گئے ہیں اور میری یہ رائے ہے کہ ان کے قیدی انھیں واپس کر دیں۔ جو شخص

طائف کا خوبصورت پہاڑی درہ

خوش دلی سے آزاد کرنا چاہتا ہے تو کر دے اور تم میں سے جو شخص پسند کرتا ہے کہ اپنے حصے کا حق دار رہے، حتی کہ ہم اسے، اللہ کی طرف سے ملنے والے پہلے مالِ فَے میں سے اس کا حصہ دے دیں، وہ یوں کر لے۔" صحابہ نے عرض کی: "اللہ کے رسول! ہم دل کی خوشی اور آمادگی سے ایسے کرتے ہیں۔" [1] تمام مسلمان جناب رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے فوراً اپنے اپنے حصے سے دست بردار ہو گئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ہوازن کو پند و نصائح سے نوازا، پھر فرمایا: "مالک بن عوف کو (جو ہوازن کا سردار تھا) خبر دے دو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آجائے تو میں اسے اس کے بیوی بچے بھی واپس کر دوں گا اور اس کا مال بھی اور (مزید) سو اونٹ بھی دوں گا۔" چنانچہ مالک چھپ کر طائف سے نکلا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اس نے دل سے اسلام قبول کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے طائف

---

[1] فتح الباري: 16/145-147.

کے اردگرد کے مسلمان ہونے والے قبائل کا امیر مقرر فرما دیا۔ سیدنا مالک رضی اللہ عنہ نے ان مسلمانوں کو لے کر مشرکین ثقیف کے جانور ہتھیانے شروع کر دیے، حتی کہ مشرکین تنگ آ گئے۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے جب غنیمت تقسیم کی تھی تو فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کرنے والے مؤلفۃ القلوب کو اور دوسرے قبائل کے لوگوں کو مال دیا اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ انصار کے بعض افراد کو اس وجہ سے کچھ ناگواری محسوس ہوئی تو آپ ﷺ نے صرف انصار کو الگ سے ایک جگہ جمع کیا اور ان سے خطاب فرمایا۔ اس خطاب میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''اے جماعتِ انصار! کیا میں نے تمھیں گمراہ نہیں پایا تھا، تو اللہ نے تمھیں میرے ذریعے سے ہدایت دی؟ (کیا ایسا نہیں ہے کہ) تم ایک دوسرے سے الگ الگ تھے، اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمھارے درمیان محبت پیدا کر دی؟ تم مفلس تھے، اللہ نے میری وجہ سے تمھیں دولت مند کر دیا؟'' آپ ﷺ جو بات بھی فرماتے، انصار جواب میں عرض کرتے: ''اللہ اور اس کے رسول کا احسان بہت زیادہ ہے۔'' پھر فرمایا: ''تم اللہ کے رسول کو جواب کیوں نہیں دیتے؟'' پھر فرمایا: ''تم چاہو تو جواب میں یہ یہ کہہ سکتے ہو۔ کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم نبی (ﷺ) کو ساتھ لے کر گھر واپس جاؤ؟ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار کسی دوسری گھاٹی میں، تو میں انصار کی وادی اور انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔ انصار (میرا) اندرونی لباس

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 491/4، والسيرة النبوية لابن كثير: 683/3.

ہیں اور دوسرے لوگ بیرونی لباس۔" [1] انصار صحابہ یہ باتیں سن کر اشک بار ہوگئے، حتی کہ ان کی ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ انھوں نے کہا: "جی ہاں، اللہ کے رسول! ہم اس تقسیم پر اور اپنے اس حصے پر خوش ہیں۔" اس کے بعد مجلس برخاست ہوگئی۔ [2]

مسجد مدھون (طائف)

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھا اور مکہ تشریف لے گئے۔ وہاں چند دن ٹھہر کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ چند مہینوں ہی میں طائف کے اردگرد کے علاقوں کے لوگ کثرت سے مسلمان ہوگئے۔ طائف والوں نے اس صورتِ حال سے تنگی محسوس کی۔ تب ان کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی قوم کی طرف سے رسول اللہ ﷺ سے مذاکرات کیے۔ اس بات چیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ مسلمان ہوگئے۔ وہ اپنے شہر میں داخل ہوئے تو وہ خود بھی مسلمان ہو چکے تھے اور پورا شہر بھی اسلام میں داخل ہو چکا تھا اور انھوں نے اپنے ہاتھوں بت توڑ دینے کا وعدہ بھی کرلیا تھا۔ [3]

اہل طائف کے مسلمان ہونے سے حجاز کے سارے شہر نبی ﷺ کی حکومت کے ماتحت ہوگئے۔ ان کا

---

[1] فتح الباري: 16/163-169. [2] فتح الباري: 16/171، و الكامل: 4/272. [3] السيرة النبوية لابن هشام: 3/537-541، والسيرة الصحيحة للدكتور العمري: 2/517، والسيرة النبوية لمهدي رزق الله: 659.

انتظام نبی ﷺ کے مقرر کیے ہوئے امیروں کے ہاتھ میں آ گیا۔غزوۂ حنین کے بارے میں کچھ آیات نازل ہوئی ہیں۔ان میں سے یہ آیات مبارکہ بھی ہیں:

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾

”یقیناً اللہ نے بہت سے مقامات پر تمھاری مدد کی ہے اور حنین کے دن (بھی) جب تمھاری کثرت نے تمھیں خوش فہمی میں ڈال دیا تھا، تو وہ تمھارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر پلٹے۔ پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل کی اور اس نے ایسے لشکر اتارے جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور جن لوگوں نے کفر کیا، انھیں عذاب دیا۔ اور کافروں کی یہی سزا ہے۔“ (التوبة 9:25، 26)

غزوۂ تبوک

(رجب 9 ھ)

8 ھ میں ہونے والی موتہ کی جنگ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ہونے والی پہلی جنگ تھی جس میں رومیوں کو عرب کے عیسائی قبائل کی مدد بھی حاصل تھی۔ یہ واقعہ نبی ﷺ کے ذہن میں ہمیشہ تازہ رہتا تھا کیونکہ اس میں متعدد صحابہ شہید ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ان کافروں سے لڑو جو تمھارے قرب وجوار میں ہیں اور چاہیے کہ وہ تمھارے اندر سختی پائیں۔ اور تم جان لو کہ یقیناً اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔" (التوبۃ9:123)

اس حکمِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے نبیٔ اکرم ﷺ نے رومیوں سے جنگ کا عزم فرمایا۔

یہ غزوہ بنیادی طور پر رومیوں کے خلاف تھا اور یہ حقیقت بالکل واضح تھی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جب مسلمانوں کو اس غزوے کی ترغیب دی تو واضح فرما دیا کہ لشکر کی منزل رومی سلطنت کے نواحی علاقے ہیں۔ [1] آپ ﷺ نے پوری طرح تیاری کرنے کا حکم دیا کیونکہ سفر بہت طویل تھا، موسم سخت گرم تھا، علاقے میں پانی اور چارے کی قلت تھی، لوگ تنگ دستی کا شکار تھے اور مدینہ کے باغوں میں کھجوروں، انگوروں اور دوسرے پھلوں کے اتارنے کا وقت ہو چکا تھا۔ [2] لوگوں کو سارا سال ان فصلوں کا انتظار رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ تبوک کی طرف روانگی بہت دل گردے کا کام تھا۔

ان کٹھن حالات میں منافقین جھوٹ کی دلدل میں پھنس گئے اور وہ جہاد کے لیے نبی ﷺ کے ساتھ روانہ ہونے سے بچنے کے لیے جھوٹے عذر بہانے تراشنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّیۡ وَ لَا تَفۡتِنِّیۡ ؕ اَلَا فِی الۡفِتۡنَةِ سَقَطُوۡا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيۡطَةٌۢ بِالۡكٰفِرِيۡنَ ۝﴾

---

[1] فتح الباري: 242/16. [2] اس غزوے کے لیے امام بخاری ؒ نے صحیح البخاري میں یہ عنوان تحریر فرمایا ہے: باب غزوة التبوك وهي غزوة العسرة، فتح الباري: 237/16.

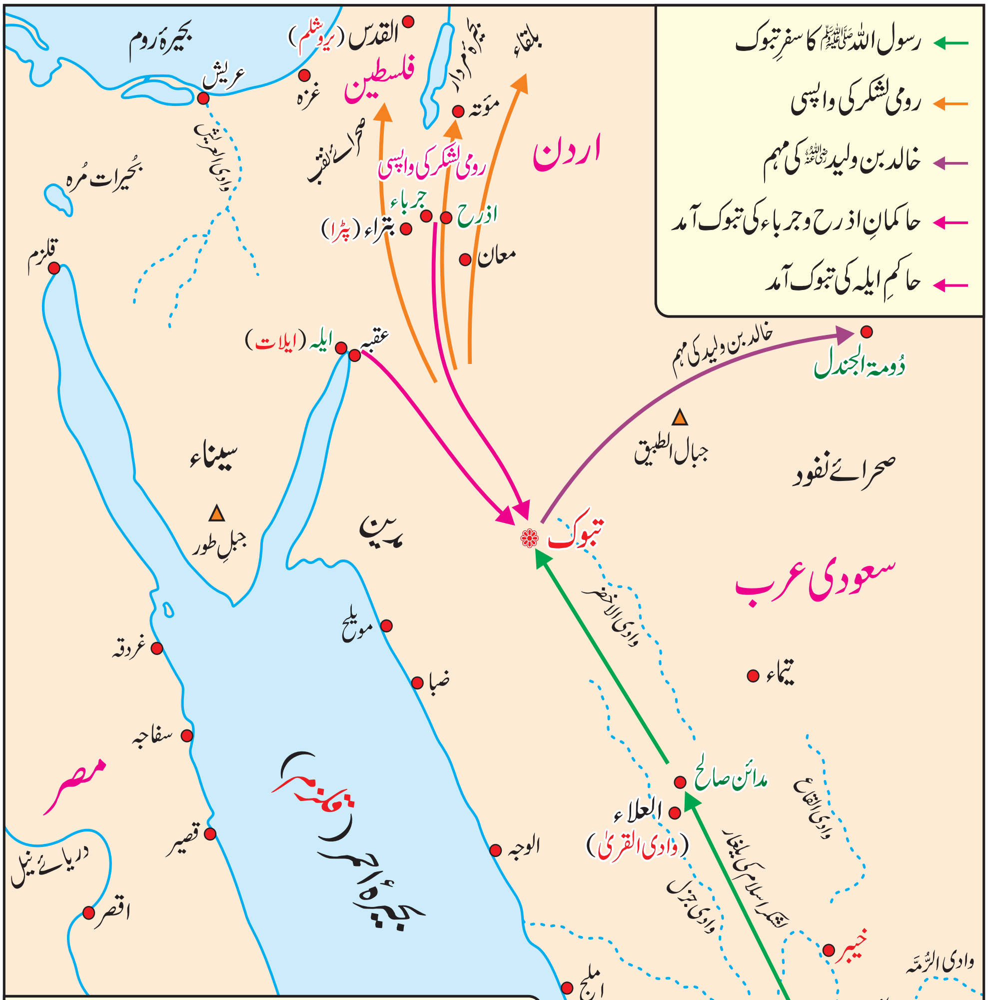

غزوۂ تبوک (غزوۃ العُسرہ) (رجب ۹ھ)

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ...﴾ ”یقیناً توجہ فرمائی اللہ نے نبی اور مہاجرین اور انصار پر، وہ (مہاجرین و انصار) کہ جنھوں نے اتباع کیا آپ کا تنگی کی گھڑی میں۔“ (التوبۃ 9:117)

﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ ”اور (توجہ فرمائی اللہ نے) ان تین شخصوں پر، جو چھوڑ دیے گئے تھے (حکم الٰہی کے انتظار میں)“ (التوبۃ 9:118)

﴿تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾ ”وہ لوٹے جبکہ ان کی آنکھیں بہتی تھیں آنسوؤں سے اس غم سے کہ نہیں پاتے وہ جو وہ خرچ کریں۔“ (التوبۃ 9:92)

’’اور ان میں سے کوئی آپ سے کہتا ہے کہ مجھے اجازت دے دیں اور فتنے میں نہ ڈالیں۔سن لو! وہ فتنے ہی میں تو پڑ چکے ہیں۔ اور بے شک جہنم کافروں کو ضرور گھیرنے والا ہے۔‘‘ (التوبة9:49) [1]

منافقوں نے ایک دوسرے کو ترغیب دی کہ اس سخت گرمی کے موسم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ جائیں، بلکہ گھروں میں بیٹھے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ○ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○﴾

’’جو لوگ پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے، وہ رسول اللہ کے پیچھے اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے اور انھوں نے ناپسند کیا کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور انھوں نے (اوروں سے) کہا کہ گرمی میں کوچ نہ کرو۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے: جہنم کی آگ (اس سے) کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ یہ بات سمجھتے۔ پس انھیں چاہیے کہ وہ بہت تھوڑا ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں ان اعمال کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے۔‘‘ (التوبة9:81، 82)

نبیٔ اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس جنگ کے لیے اخراجات مہیا کرنے کی ترغیب دی تو خوشحال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فوراً تعمیل کی جن میں سب سے نمایاں حضرات جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ، جنابِ عمر رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر حضرات تھے۔ اس موقع پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ مالی تعاون پیش کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ اور ان کے علاوہ ایک ہزار دینار بھی پیش کیے حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا فَعَلَ بَعْدَ ذٰلِكَ» ’’اس کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) سے جو بھی غلطی ہو جائے، اس کو نقصان نہیں ہوگا۔‘‘ اور فرمایا: «مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ» ’’جس نے تنگ دستی والے لشکر کو سامان مہیا کیا، اس کے لیے جنت ہے۔‘‘ [2] کچھ مسلمان نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ تنگ دست تھے، لیکن جہاد میں شریک ہونے کے خواہش مند تھے۔ ان کے پاس سواریاں نہیں تھیں۔ وہ سواریاں نہ ملنے اور تنگ دست ہونے کی وجہ سے جہاد میں شریک ہونے سے معذور تھے۔ انھوں نے نبی ﷺ سے اپنی ضرورت بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: «لَآ أَجِدُ مَآ أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ» ’’تمھیں سواریاں مہیا کرنے

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 516/4. [2] فتح الباري: 195/14.

محاجہ مدائن صالح کی قدرتی محراب

کے لیے میرے پاس وسائل نہیں۔‘‘ وہ پلٹے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

کچھ اعرابی افراد نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے عذر پیش کیے۔

تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محض سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے، جبکہ ان کا ارادہ یہی تھا کہ وہ بعد میں نبی ﷺ سے (لشکر میں) جا ملیں گے لیکن آج کل کرتے کرتے جہاد میں شرکت سے محروم رہ گئے۔ جب نبی ﷺ واپس تشریف لائے تو ان حضرات نے اپنی حالت سچ سچ بیان کر دی، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا اور ان کے بارے میں بعض آیات نازل ہوئیں۔[1]

---

[1] دیکھیے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث: فتح الباري: 241/16.

یہ غزوہ مسلمانوں کے معاشرے کے لیے حقیقتاً ایک امتحان کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس میں دولت مند مومنوں کا بھی امتحان ہوا اور ناداروں کا بھی، پختہ ایمان والوں کا بھی اور کمزور ایمان والوں کا بھی۔ اسی طرح اسے ناکام کرنے کی کوشش کرتے ہوئے منافقین اور باقی ماندہ یہودیوں نے بھی اپنا اپنا کردار ادا کیا۔

دومۃ الجندل کی قدیم مسجد

یہ غزوہ رسول اللہ ﷺ کا آخری غزوہ تھا۔ آپ ﷺ عمر رسیدہ ہوچکے تھے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ سال سے زیادہ ہوچکی تھی۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس غزوے کی قیادت خود فرمائی کیونکہ اسے رومی سلطنت کے علاقے میں مسلمانوں کی پیش قدمی کے مقدمے کی حیثیت حاصل ہے۔

اس غزوے میں حصہ لینے کے لیے تیس ہزار مجاہد تیار ہوگئے۔ نبیِٔ اکرم ﷺ انھیں لے کر روانہ ہوئے۔ ان میں سے دس ہزار گھوڑ سوار تھے۔ [1] اسے نبی ﷺ کی زندگی میں روانہ ہونے والا سب سے بڑا لشکر کہا جاسکتا ہے۔ مسلمان تبوک کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں ان کا گزر مدائن صالح (سیدنا صالح علیہ السلام کی قوم کی بستیوں) سے ہوا۔ نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ رفتار تیز کر کے گزر جائیں اور ان لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہوں۔ اور داخل ہونا پڑے تو (اللہ کے خوف سے) ڈرتے ہوئے داخل ہوں یا کم از کم ان پر خوف وخشیت کے آثار نمایاں ہوں۔ [2]

---

[1] فتح الباري: 242/16، والسيرة النبوية لابن هشام: 520/4، والسيرة النبوية لمهدي رزق الله: 623، و السيرة الصحيحة للدكتور العمرى: 531/2. [2] صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ اَلْحِجْر کے علاقے سے گزرے تو فرمایا: ''جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، ان کے گھروں میں داخل نہ ہونا، کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نہ آجائے جیسا ان پر آیا تھا۔ مگر تم روتے ہوئے داخل ہو۔'' پھر آپ ﷺ نے سر ڈھانپ لیا اور رفتار تیز کر دی حتی کہ وادی سے گزر گئے۔''(فتح الباري: 255/16)

رسول اللہ ﷺ نے اپنا سفر جاری رکھا، حتی کہ تبوک پہنچ گئے۔ وہاں آپ ﷺ دس دن سے زیادہ ٹھہرے۔ اس دوران میں آپ ﷺ رومیوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے دستے روانہ کرتے رہے۔ آپ ﷺ قریبی علاقوں میں دستے بھیجتے تھے۔ قبیلوں کے سردار اور قریبی شہروں کے حاکم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک سریہ میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل کے حکمران اکیدر بن عبدالملک کو گرفتار کر لیا اور اسے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ اس نے خود اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے نبی ﷺ کی اطاعت کا عہد کر لیا اور جزیہ دینے کا وعدہ کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا۔[1] اسی طرح ایلہ کا سردار یحنہ بن رؤبہ بھی حاضرِ خدمت ہوا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو جزیہ ادا کیا اور اپنی قوم کی طرف سے اطاعت قبول کرنے کا معاہدہ کر لیا۔ اذرح اور جرباء کے لوگ بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ نبی ﷺ نے انھیں امان عطا فرمائی اور ان سے معاہدہ کر لیا۔ آپ ﷺ نے انھیں امان کی دستاویزات لکھ کر دیں۔[2]

حالات کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ رومیوں کو معلوم تھا کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر تبوک پہنچ چکے ہیں اور رومی علاقوں کے آس پاس اپنی قوت کا اظہار کر رہے ہیں بلکہ بعض علاقے تو رومی سلطنت کی حدود کے اندر واقع تھے۔[3] اس کے باوجود ان کی افواج نے مسلمانوں سے الجھنے، ان سے ٹکرانے یا ان کی راہ میں رکاوٹ بننے کی کوشش نہیں کی، حالانکہ ان کے پاس (جوابی کارروائی کی) استعداد موجود تھی۔ وہ لوگ باریک بینی سے ان سب حالات کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس کی تائید اس واقعے سے بھی ہوتی ہے کہ غزوۂ تبوک کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے (دوسرے دو حضرات کے علاوہ) سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بلا عذر پیچھے رہنے کی وجہ سے (سزا کے طور پر) ان کا بائیکاٹ کر

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: 526/4، والسيرة النبوية لابن كثير: 30/4. [2] السيرة النبوية لابن هشام: 525/4، 526، و السيرة النبوية لابن كثير: 29/4. [3] امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ (442/3) کے حوالے سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ روم کے بادشاہ ہرقل* کا ایک ایلچی تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے ملا تھا اور اس کا پیغام آپ ﷺ کو پہنچایا تھا۔ یہ عجیب واقعہ ہے جس کی سند کو انھوں نے قابلِ قبول قرار دیا ہے۔ (دیکھیے: السيرة النبوية لابن كثير: 27/4-29)

* عہدِ نبوی کی رومی سلطنت یا الروم سے مراد بازنطینی رومی سلطنت یا مشرقی رومی سلطنت ہے جس کا دارالسلطنت قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) تھا۔ قدیم رومی سلطنت جس کا دارالسلطنت روم (موجودہ اٹلی کا دارالحکومت Rome) تھا، 395ء میں مشرقی رومی سلطنت اور مغربی رومی سلطنت میں بٹ گئی تھی۔ مشرقی رومی سلطنت کو قسطنطنیہ کے قدیم نام بیزنطیم یا بازنطین کے نام پر بازنطینی سلطنت (Byzantine Empire) کہا جاتا ہے، اطالوی شہر روم سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔

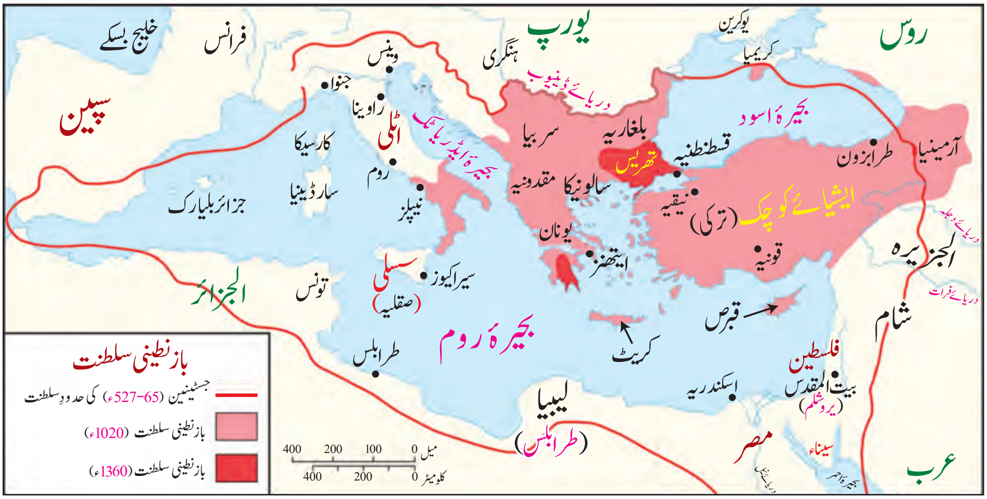

دیا تھا تو غسان کے بادشاہ نے سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر انھیں شام آنے کی دعوت دی تھی،[1] یعنی رومی سلطنت کے ماتحت غسانی بادشاہ کو اس غزوے میں مسلمانوں میں سے ایک آدمی کے بارے میں مکمل معلومات حاصل تھیں اور اس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رویے کا بھی اسے علم تھا تو نبوی لشکر کے مدینہ سے تبوک تک سفر کے بارے میں اسے بالاَولیٰ معلوم ہونا چاہیے تھا۔ بلکہ اس سے پہلے اسے لشکر کی تیاری کا بھی یقیناً علم ہوگا، خاص طور پر اس لیے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی منزلِ مقصود کا اعلان پہلے ہی کر دیا تھا۔ رومیوں کے جاسوس مدینہ تک پہنچ جاتے تھے۔ اس کی وجہ غالباً یہی ہوسکتی ہے کہ شاہِ روم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہونے کا یقین تھا، اس لیے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کا سامنا نہ کرنا ہی بہتر سمجھا۔ ہرقل کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک ملا تھا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلومات رکھنے والوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت کچھ سنا تھا حتی کہ اس نے یہ باتیں بتانے والے (سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ) سے کہا تھا: ''اللہ کی قسم! اگر تو نے سچ کہا ہے تو وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جلد ہی اس زمین کے مالک بن جائیں گے جو (اس وقت) میرے قدموں کے نیچے ہے۔''[2] ہرقل زندہ رہا حتی کہ اس نے اپنے قدموں کے نیچے کی سرزمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہوتے دیکھ لیا۔[3]

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اس سفر کے ذریعے سے) جزیرہ نمائے عرب میں چاروں طرف مسلمانوں کی قوت کی دھاک بٹھا چکے تو واپس تشریف لے آئے۔ راستے میں بعض منافقوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کی

---

[1] فتح الباري: 242/1. [2] فتح الباري: 71/12. [3] دیکھیے: زیرِ مطالعہ کتاب میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی فتوحات۔

کوشش کی۔ وہ اس طرح کہ تقریباً چودہ افراد پر مشتمل ایک گروہ نے رسول اللہ ﷺ کی جان لینے کی کوشش کی۔ رسول اللہ ﷺ پہاڑوں میں ایک تنگ گھاٹی سے گزرنے لگے تو راستہ اتنا تنگ تھا کہ اس میں سے ایک ایک سوار ہی گزر سکتا تھا، اس لیے آپ ﷺ کے حکم سے اعلان کیا گیا: ”رسول اللہ ﷺ گھاٹی میں تشریف لے جا رہے ہیں، کوئی شخص اِدھر نہ آئے۔“ (تاکہ گھاٹی پار کرنے میں کوئی دشواری پیدا نہ ہو۔) سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی سواری کے آگے تھے اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اسے پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ اچانک چند سوار آ گئے۔ انھوں نے اپنے چہرے چھپائے ہوئے تھے۔ انھوں نے عمار رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کی سواریوں کے چہروں کو مارنے لگے تاکہ انھیں دور ہٹا کر نبی ﷺ کا راستہ تنگ ہونے سے بچائیں۔ آپ ﷺ نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”بس، بس۔“ جب رسول اللہ ﷺ نے گھاٹی پار کر لی تو سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: «هَلْ عَرَفْتَ الْقَوْمَ؟» ”کیا تم نے ان لوگوں کو پہچانا ہے؟“ انھوں نے عرض کی: ”سواریاں تو میں نے پہچان لی ہیں (دوبارہ سامنے آنے پر بتا سکتا ہوں کہ یہ یہ جانور تھا،) لیکن مردوں نے تو ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «هَلْ تَدْرِي مَا أَرَادُوا؟» ”جانتے ہو، ان کا مقصد کیا تھا؟“ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ”اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ معلوم ہے۔“ فرمایا: «أَرَادُوا أَنْ يَّنْفِرُوا بِرَسُولِ اللهِ فَيَطْرَحُوهُ» ”وہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری بدک جائے تو رسول اللہ ﷺ گر پڑیں۔“ [1]

رسول اللہ ﷺ واپس مدینہ پہنچ گئے۔ جب مدینہ نظر آیا تو فرمایا: «هٰذِهِ طَابَةُ وَهٰذَا جَبَلُ أُحُدٍ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ» ”یہ طابہ (پاک شہر) ہے اور یہ اُحد پہاڑ ہے۔ یہ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔“ [2] عورتیں اور بچے مسلمانوں کے استقبال کے لیے اُمنڈ آئے۔ بچے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ... مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا ... مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

”ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔ ثنیۃ الوداع کی گھاٹیوں سے۔ ہم پر اللہ کا شکر ادا کرنا فرض ہے۔ جب تک کوئی دعوت دینے والا اللہ کی طرف بلاتا رہے۔“ [3]

---

[1] مسند أحمد: 391,390/5، و سبل الهدٰى والرشاد: 669/5. [2] فتح الباري: 656/16-669. [3] فتح الباري: 259/16، والسيرة النبوية لمهدي رزق الله: 631.

اس غزوے سے مسلمان معاشرے کی تمام اکائیوں کو جانی اور مالی طور پر جہاد میں شرکت کی تربیت حاصل ہوئی۔ اس طرح اس جہاد نے پوری امت کو دوراندیشی اور بلند مقاصد رکھنے کا سبق دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو الوداع کہہ کر اپنے رب کے پاس جانے سے پہلے امت کی توجہ سلطنت روم کی طرف مبذول فرما دی تاکہ جہاد کی عملی تحریک بعد میں بھی اس کے علاقوں میں فتوحات جاری رکھے۔ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ پہنچنے پر اس غزوے کا معاملہ ختم نہیں ہوگیا کیونکہ مسجد ضرار کے مسئلے کا بھی اس سے تعلق ہے لیکن اس وقت اس مسئلے پر تفصیل سے بات کرنے کا موقع نہیں۔ علاوہ ازیں ان لوگوں کے مسئلے کا تعلق بھی اسی غزوے سے ہے جو جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے، پھر عذر پیش کرنے کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں وہ منافقین بھی شامل تھے جنھوں نے جھوٹے بہانے بنائے اور بے کار عذر پیش کیے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا پول کھول دیا۔ اور وہ بھی تھے جو بلا عذر پیچھے تو رہے لیکن انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے جھوٹے بہانے نہیں کیے، یعنی وہ تین حضرات جن کی توبہ کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا۔ ان میں سب سے نمایاں سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ عرصہ ان سے مقاطعہ کیے رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی جس کا ذکر قرآن مجید میں قیامت تک پڑھا جاتا رہے گا۔[1]

قرآن مجید میں غزوۂ تبوک کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى
الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي
الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَ
لَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ
مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ
ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

---

[1] عذر پیش کرنے والوں کے حال کی تفصیل کے لیے دیکھیے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث، فتح الباري:242/16.

تَعْلَمُوْنَ ○ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ
الشُّقَّةُ ؕ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ
اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ
الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ○ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ
الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ○ اِنَّمَا
يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ
رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ○ وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ
انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ○ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ
اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ
عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ○ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ
الْحَقُّ وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ○ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ
اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ
تَسُؤْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ يَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ
فَرِحُوْنَ ○ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ ○ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ
اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ
مُّتَرَبِّصُوْنَ ○ ﴾

”اے ایمان والو! تمھیں کیا ہوگیا ہے، جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف بوجھل ہو جاتے ہو (اُٹھنے کا نام نہیں لیتے)، کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی پر ریجھ گئے ہو؟ دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت (کے مقابلے) میں بہت ہی تھوڑا ہے۔ اگر تم نہیں نکلو گے تو وہ (اللہ) تمھیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمھارے علاوہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ اگر تم اس (نبی) کی مدد نہیں کرو گے تو تحقیق اللہ نے اس کی (اس وقت) مدد کی (تھی) جب کافروں نے اس کو (مکہ سے) نکال دیا تھا۔

(وہ) دو میں دوسرا تھا، جبکہ وہ دونوں غار (ثور) میں تھے، جب وہ (نبی) اپنے ساتھی (ابوبکر) سے کہہ رہا تھا: غم نہ کر، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد کی جنھیں تم نے نہیں دیکھا، اور اس نے کافروں کی بات نیچی کر دی، اور بات تو اللہ ہی کی سب سے بلند ہے۔ اور اللہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے۔ تم ہلکے (بھی) نکلو اور بوجھل (بھی)، اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ (اے نبی) اگر مال (غنیمت) قریب الحصول اور سفر درمیانہ ہوتا تو وہ (منافق) آپ کے ساتھ ضرور چلتے اور لیکن کٹھن منزل ان پر دور ہو گئی اور عنقریب وہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو تمھارے ساتھ ضرور نکلتے۔ وہ خود کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ سراسر جھوٹے ہیں۔ (اے نبی!) اللہ نے آپ کو معاف کر دیا، آپ نے ان (منافقین) کو اجازت کیوں دی؟ (آپ اجازت نہ دیتے) یہاں تک کہ آپ پر سچے لوگ ظاہر ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے۔ (اے نبی!) جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، وہ آپ سے رخصت نہیں مانگتے اس سے کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کریں۔ اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ آپ سے رخصت تو صرف وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہیں، لہٰذا وہ اپنے شک میں پڑے تردد (ہچر مچر) کر رہے ہیں۔ اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے کچھ سامان ضرور تیار کرتے، لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند نہ تھا، اس لیے اس نے انھیں ہلنے نہ دیا اور (ان سے) کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اگر وہ (منافق) تمھارے ساتھ نکلتے بھی تو وہ تمھارے لیے خرابی ہی بڑھاتے اور تمھارے اندر فتنہ (کھڑا کرنے) کی خواہش لیے دوڑے دوڑے پھرتے۔ اور تم میں بعض ان کے جاسوس ہیں۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ (اے نبی!) بلاشبہ یقیناً انھوں نے اس سے پہلے بھی فتنہ (پھیلانا) چاہا تھا اور آپ کے معاملات بگاڑنے کی کوشش کی تھی، یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا حکم غالب ٹھہرا، جبکہ وہ ناپسند ہی کرتے رہے۔ اور ان میں سے کوئی آپ سے کہتا ہے کہ مجھے اجازت دے دیں اور فتنے میں نہ ڈالیں۔ سن لو! وہ فتنے ہی میں تو پڑ چکے ہیں۔ اور بے شک جہنم کافروں کو ضرور گھیرنے والا ہے۔ (اے نبی!) اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو انھیں بری لگتی ہے۔ اور اگر آپ پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم نے تو اپنے

معاملے میں پہلے ہی احتیاط برتی تھی۔ اور وہ خوش خوش لوٹ جاتے ہیں۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے: ہمیں تو صرف وہی (مصیبت) پہنچے گی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی، وہی ہمارا کارساز ہے۔ اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے: تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے بس ایک (فتح یا شہادت) کا انتظار کرتے ہو اور ہم تمھارے حق میں یہ انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تمھیں اپنے پاس سے عذاب دے یا ہمارے ہاتھوں (عذاب دلوائے)، لہٰذا تم انتظار کرو، بے شک ہم بھی تمھارے ساتھ منتظر ہیں۔" (التوبة 9:38-52)

اسی سورت میں اللہ تعالیٰ نے اس غزوے کے بارے میں یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ
اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○
فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْۤا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ
اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ
كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ○ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○
فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ
اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ
الْخٰلِفِيْنَ ○ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا
بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ ○ وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا
يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ وَ اِذَاۤ
اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ
قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ○ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ؗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ وَ جَآءَ
الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ

سَیُصِیۡبُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝ لَیۡسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَی الۡمَرۡضٰی وَ لَا عَلَی الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ مَا یُنۡفِقُوۡنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوۡا لِلّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ؕ مَا عَلَی الۡمُحۡسِنِیۡنَ مِنۡ سَبِیۡلٍ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ وَّ لَا عَلَی الَّذِیۡنَ اِذَا مَاۤ اَتَوۡکَ لِتَحۡمِلَہُمۡ قُلۡتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحۡمِلُکُمۡ عَلَیۡہِ ۪ تَوَلَّوۡا وَّ اَعۡیُنُہُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ حَزَنًا اَلَّا یَجِدُوۡا مَا یُنۡفِقُوۡنَ ۝ اِنَّمَا السَّبِیۡلُ عَلَی الَّذِیۡنَ یَسۡتَاۡذِنُوۡنَکَ وَ ہُمۡ اَغۡنِیَآءُ ۚ رَضُوۡا بِاَنۡ یَّکُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَوَالِفِ ۙ وَ طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ فَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۝ یَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَیۡکُمۡ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَیۡہِمۡ ؕ قُلۡ لَّا تَعۡتَذِرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکُمۡ قَدۡ نَبَّاَنَا اللّٰہُ مِنۡ اَخۡبَارِکُمۡ ؕ وَ سَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمۡ وَ رَسُوۡلُہٗ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰی عٰلِمِ الۡغَیۡبِ وَ الشَّہَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ سَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ لَکُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَیۡہِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡہُمۡ ؕ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡہُمۡ ؕ اِنَّہُمۡ رِجۡسٌ ۫ وَّ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ۝ یَحۡلِفُوۡنَ لَکُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡہُمۡ ۚ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡہُمۡ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرۡضٰی عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ۝﴾

”(اے نبی!) آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں (برابر ہے۔) اگر آپ ان کے لیے ستر بار بھی بخشش مانگیں گے تو بھی اللہ انھیں نہیں بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ بلاشبہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے، وہ رسول اللہ کے پیچھے اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے اور انھوں نے ناپسند کیا کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور انھوں نے (اوروں سے) کہا کہ گرمی میں کوچ نہ کرو۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے: جہنم کی آگ (اس سے) کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ یہ بات سمجھتے۔ سو انھیں چاہیے کہ وہ بہت تھوڑا ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں، ان اعمال کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے۔ (اے نبی!) پھر اگر اللہ آپ کو ان (منافقین) میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے آئے، پھر وہ آپ سے (جہاد پر) نکلنے کی اجازت مانگیں تو کہہ دیجیے: تم اب میرے ساتھ کبھی (جہاد پر) نہیں نکلو گے اور نہ کبھی میرے ساتھ مل کر دشمن سے لڑو گے، یقیناً تم پہلی بار (پیچھے) بیٹھ رہنے پر راضی ہو گئے تھے تو (اب بھی) پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اور (اے نبی!) ان میں سے جو مر جائے آپ اس کی نماز (جنازہ) ہرگز نہ پڑھیں

اور نہ کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ حالتِ فسق میں مرے۔ اور (اے نبی!) ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو حیرت میں نہ ڈالیں۔ اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ ان کی وجہ سے انھیں دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں حالتِ کفر میں نکلیں۔ اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ (مل کر) جہاد کرو تو ان کے دولت مند آپ سے رخصت مانگنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمیں چھوڑ دیجیے کہ ہم (گھروں میں) بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ رہیں۔ وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے، لہٰذا وہ نہیں سمجھتے۔ لیکن رسول (ﷺ) نے اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے، انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اور بھلائیاں بھی انھی لوگوں کے لیے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی عظیم کامیابی ہے۔ اور دیہاتیوں میں سے بہانے باز آئے، تاکہ انھیں رخصت دی جائے، اور وہ لوگ بیٹھ رہے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا، ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، انھیں جلد ہی دردناک عذاب آ پکڑے گا۔ ضعیفوں اور بیماروں پر اور جو لوگ کوئی چیز نہیں پاتے کہ وہ اسے خرچ کریں، ان پر (پیچھے رہنے میں) کوئی گناہ نہیں جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے خیر خواہی کرتے ہوں۔ نیکی کرنے والوں پر (گرفت کی) کوئی راہ نہیں۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور (اے نبی!) نہ ان لوگوں پر (کوئی گناہ ہے) جو آپ کے پاس آئیں تاکہ آپ انھیں (سفر جہاد کے لیے) سواری دیں (اور) آپ نے کہا کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں تو وہ اس حال میں لوٹ گئے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی تھیں اس غم سے کہ ان کے پاس کچھ نہیں جسے وہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کریں۔ (اے نبی!) (گرفت کی) راہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو آپ سے رخصت مانگتے ہیں، حالانکہ وہ مال دار ہیں۔ وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ پیچھے (گھروں میں) رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہیں۔ اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، چنانچہ وہ نہیں جانتے۔ وہ (منافق) تمھارے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ (اے نبی! ان سے) کہہ دیجیے: تم عذر پیش نہ کرو، ہم ہرگز

تمھارا یقین نہیں کریں گے، بلاشبہ اللہ نے تمھارے حالات سے ہمیں آگاہ کر دیا ہے، اور اللہ جلد تمھارے عمل دیکھ لے گا اور اس کا رسول بھی، پھر تم چھپی اور کھلی (باتیں) جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتا دے گا جو تم عمل کرتے رہے۔ عنقریب وہ تمھارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف پلٹو گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو، چنانچہ تم ان سے درگزر (ہی) کرو۔ بلاشبہ وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، ان (کاموں) کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے۔ وہ تمھارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، سو اگر تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو بھی اللہ ان (لوگوں) سے راضی نہیں ہوتا جو نافرمان ہیں۔'' (التوبة 9:80-96)

اور جن مومنوں نے اس غزوے میں نبی ﷺ کا ساتھ دیا تھا، ان سے خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً وَّ لَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا

الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

”یقیناً اللہ نے نبی اور ان مہاجرین و انصار پر مہربانی فرمائی جنھوں نے تنگی کی گھڑی میں آپ کی پیروی کی، اس کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل بہک جانے کو تھے، پھر اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی۔ بے شک وہ ان پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور ان تین افراد پر بھی (مہربانی فرمائی) جنھیں (حکمِ الٰہی کے انتظار میں) چھوڑ دیا گیا تھا، حتیٰ کہ جب زمین فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں (بھی) ان پر تنگ ہوگئیں اور انھوں نے سمجھا کہ اللہ (کے غضب) سے خود اس کے سوا ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں، پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی، تاکہ وہ توبہ کریں۔ بے شک اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اہل مدینہ اور ان کے آس پاس رہنے والے دیہاتیوں کے لائق نہیں تھا کہ وہ (جہاد میں) رسول اللہ سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ (جائز تھا) کہ اپنی جانوں کو نبی کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں، یہ اس لیے کہ بلاشبہ یہ وہ (لوگ) ہیں کہ انھیں اللہ کی راہ میں جو بھی پیاس اور تھکاوٹ اور بھوک (کی تکلیف) پہنچتی ہے اور وہ جو بھی ایسی جگہ روندتے ہیں جو کافروں کو سخت ناگوار ہو اور وہ دشمن سے جو بھی کامیابی حاصل کرتے ہیں، اس کے بدلے میں ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ بے شک اللہ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اور وہ جو بھی چھوٹا اور بڑا خرچ کرتے ہیں اور وہ جو بھی وادی طے کرتے ہیں وہ (سب) ان کے حق میں لکھا جاتا ہے، تاکہ اللہ انھیں ان کاموں کی بہترین جزا دے جو وہ کرتے ہیں۔ اور مومنوں کے لیے مناسب نہیں کہ وہ سب ہی (جہاد کے لیے) نکل کھڑے ہوں، تو ہر فرقے میں سے ایک گروہ دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لیے کیوں نہ نکلا؟ تاکہ وہ جب اپنے قبیلے میں واپس جائیں تو انھیں خبردار کریں، تاکہ وہ (پیچھے والے بھی اللہ سے) ڈریں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ان کافروں سے لڑو جو تمھارے قرب وجوار میں ہیں اور چاہیے کہ وہ تمھارے اندر سختی پائیں اور جان لو کہ یقیناً اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔“ (التوبۃ9:117-123)

حصہ 2

خلفائے راشدین کے دور میں اسلامی فتوحات

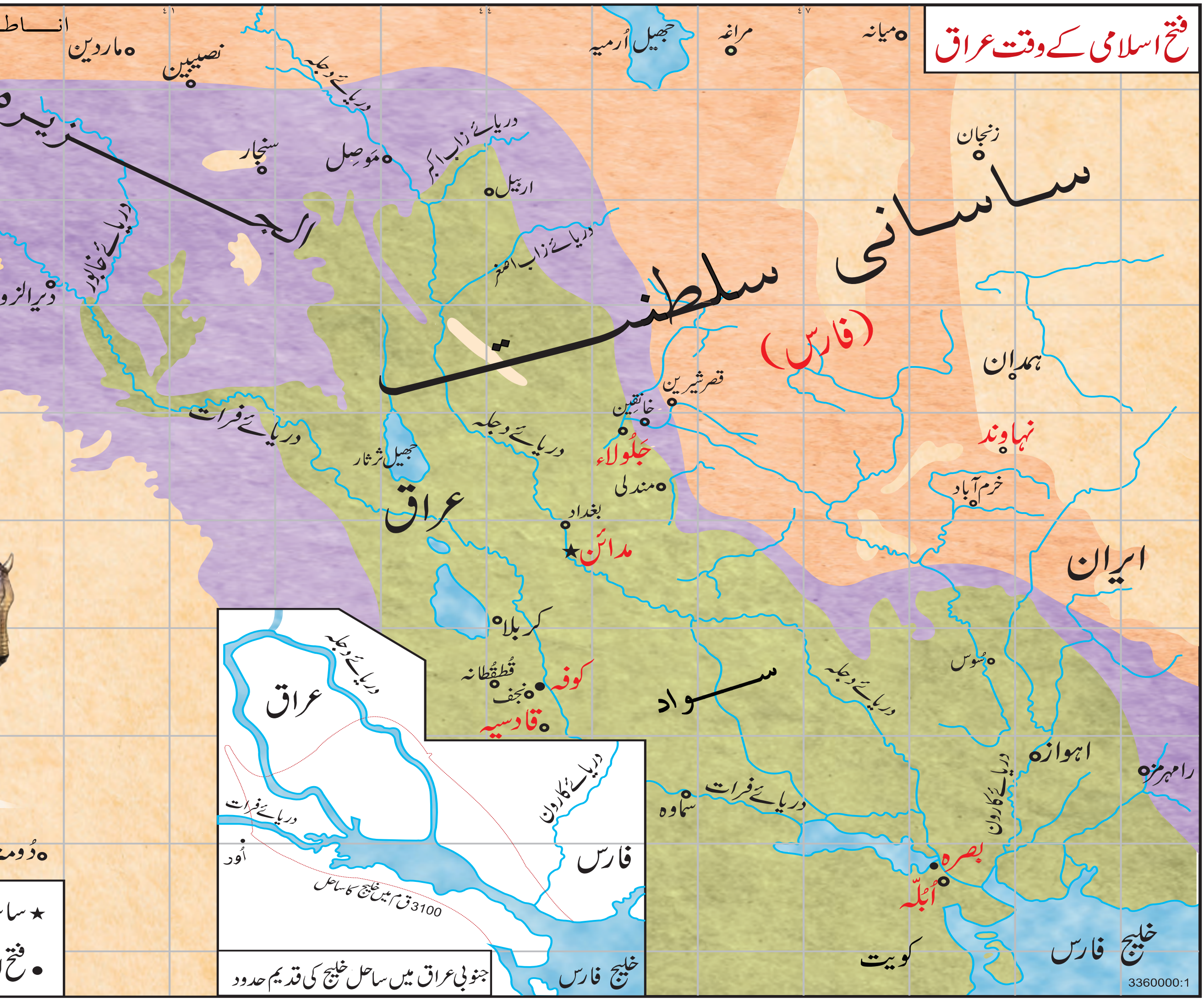

خلفائے راشدین کے دور میں اسلامی فتوحات

(ایران اور روم کی فتوحات)

سلطنتِ ایران

ایران (فارس) میں زمانہ قدیم ہی سے ایک طاقتور سلطنت قائم رہی ہے جو مختلف تہذیبی مراحل سے

گزری ہے۔ ہم صرف ان چند سال کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں جو اس سلطنت اور اسلام کے درمیان آویزش اور اسلامی جہاد وفتوحات سے پہلے گزرے۔ سلطنتِ فارس اور اس کے زیرِ اثر علاقوں میں جو مذہب رائج تھا، وہ مجوسیت تھا۔ اس مذہب کا بنیادی عقیدہ آگ کا تقدس اور آتش پرستی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کچھ دوسرے مذاہب، مثلاً: یہودیت اور عیسائیت بھی موجود تھے جو عراق اور بحرین وغیرہ کے ان علاقوں میں پائے جاتے تھے جو ایرانی سلطنت کے ماتحت تھے۔

اس سلطنت کی حدود میں فارس، خراسان اور عراق کے علاوہ جزیرہ نمائے عرب کے بعض مشرقی حصے بھی شامل تھے۔ [1]

سلطنتِ فارس کا نظامِ حکومت ایک جابرانہ شاہی نظام تھا جو رعایا میں عدمِ مساوات پر قائم تھا۔ اس میں لوگ مختلف طبقات میں منقسم تھے اور ہر طبقے کے حقوق وفرائض اور امتیازات کی حدود مقرر تھیں۔ ان کی نظر میں ایرانی ساسانی بادشاہ کو خدائی حقوق حاصل تھے۔ وہ جو قانون چاہتا جاری کرسکتا تھا اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو جو سزا چاہتا، دے سکتا تھا۔ ملک میں رائج یہ طبقاتی نظام جو لوگوں میں تفریق اور امتیاز پر قائم تھا، بادشاہ خود اس کا محافظ تھا۔ جو شخص اس قانون کی خلاف ورزی کرتا، اسے سخت سزا دی جاتی جو بعض اوقات سزائے موت بھی ہوسکتی تھی حتی کہ حکمران خاندان سے تعلق رکھنے والے افراد بھی ان حدود کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے، مثلاً: شاہی خاندان کا کوئی فرد اگر یہ جرأت کرے کہ عوام میں سے کسی عورت سے شادی کرنے کی کوشش کرے تو اسے سخت سزا کا مستوجب سمجھا جاتا تھا اور یہ سزا اسے زندگی سے محروم کرنے کی صورت میں بھی مل سکتی تھی کیونکہ اس نے مقدس شاہی خون میں عوام کے خون کی ملاوٹ کرنے کی جسارت کی ہے۔ اس تفریق کی وجہ سے پوری سلطنت میں طرح طرح کے ظلم و ستم عام تھے اور کمزور لوگ خاص طور پر اس ظلم کا شکار تھے۔

---

[1] نوشیرواں (وفات 579ء) کے عہد سے یمن بھی ساسانی سلطنت کا حصہ بن چکا تھا اور صنعاء میں ایرانی گورنر تعینات ہوتا تھا حتی کہ 7ھ میں گورنر یمن باذان مسلمان ہوگیا اور یمن ریاستِ مدینہ کے تحت آ گیا۔ (م ف)

ایران کے شہر پرسیپولس (تختِ جمشید) میں نیلے آسمانی پس منظر میں پاسارگاد محل کے کھنڈر
ہخامنشی سلطنت کا رسمی دارالحکومت سب سے قدیم فارسی شہر تھا

حکومت کا اعتماد ایک طاقتور منظم فوج پر تھا۔ اور فوج کے افراد حقوق، احترام اور دیگر معاملات میں عام لوگوں سے ممتاز اور برتر سمجھے جاتے تھے۔[1] حکومتی معاملات بادشاہ خود طے کرتا تھا جن میں صوبائی حکمرانوں کے علاوہ ملک کے مختلف علاقوں کے بعض سردار اور قائدین بھی اس کی مدد کرتے تھے جو زیادہ تر وسیع اراضی کے مالک جاگیردار اور زمیندار ہوتے تھے۔ وہ مزدوروں، کسانوں اور عام لوگوں سے ٹیکس وصول کرتے تھے۔ ملکی خزانے میں جمع کراتے تھے تاکہ یہ دولت فوج، بادشاہ اور درباریوں کے کام آئے جن کی عیش و عشرت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ تمام بادشاہوں کا دولت جمع کر کے خزانے بھرنا اور پھر کھانے، پینے اور پہننے میں بے حد اسراف سے کام لینا ضرب المثل بن چکا تھا۔[2] ان اللے تللوں کے لیے انھیں کسانوں اور عام لوگوں پر مزید ٹیکس لگانے کی ضرورت پڑ جاتی تھی۔ علاوہ ازیں ہر فرد پر ٹیکس الگ تھا جو انھیں جزیہ کی طرح ادا کرنا پڑتا تھا۔ عوام سے وصول کی جانے والی ان رقوم کی وجہ سے ان میں اپنے حکمرانوں کے ظلم کا احساس بڑھتا چلا گیا۔

اسلامی فتوحات سے کچھ ہی عرصہ پہلے فارس کی ساسانی سلطنت کی رومیوں سے سخت جنگ ہوئی تھی

---

[1] ڈاکٹر یحییٰ خشاب کی تفسیر أقدم نص عن النظم الفارسية قبل الإسلام: 40. [2] مروج الذهب: 1/194,193، 303.

جس کے نتیجے میں حکومت، رعایا پر مزید ٹیکس لگانے پر مجبور ہوگئی تھی۔ اس سے عوام میں مظلومیت کا احساس بڑھا اور وہ حکومت سے مزید نالاں ہوگئے۔ اس وجہ سے بھی عوام کو موقع ملا کہ وہ اس صورتِ حال کا موازنہ مسلمانوں کے اس سلوک سے کریں جو انھوں نے مفتوحہ علاقوں کے عوام سے کیا تھا۔ بہر حال رومیوں سے جنگ کی تیاری کے نتیجے میں سلطنت فارس کی جنگی صلاحیت انتہائی بلند سطح تک پہنچ چکی تھی۔

سلطنتِ روم

معروف بات ہے کہ مصر، شام اور شمالی افریقہ کی ریاستوں کی حیثیت بازنطینی رومی سلطنت کے ماتحت صوبوں کی تھی۔ اس سلطنت میں بھی حکومتی اختیارات عملی طور پر شاہِ روم (Emperor) کے ہاتھ میں مرتکز تھے۔ اسی نے قسطنطنیہ کو دارالحکومت بنایا تھا۔[1] اسے کوئی بھی فیصلہ کرنے کا اختیار تھا۔ اس کے فرائض منصبی کی ادائیگی میں بعض کمیٹیاں اور بعض مشیر مدد کرتے تھے۔ سلطنت کی ماتحت صوبائی حکومتیں عام طور پر فوجی حکومتیں تھیں۔ فوج کی مختلف چھاؤنیوں کو مختلف صوبوں کے انتظامی اختیارات سونپ دیے جاتے تھے۔

رومن ہیلمٹ جس پر سرخ رنگ کی جھالر ہے

فارس اور روم کے درمیان ظہورِ اسلام سے پہلے ہونے والی جنگوں کی وجہ سے اس ملک میں فوجی نظام کو قوت حاصل ہوگئی تھی، لہٰذا حکومت کے لیے فوج کی حمایت حاصل کرنا زیادہ ضروری ہوگیا تھا۔ فطری طور پر اس کا نقصان رعایا اور عوام کو ہوا جنھیں شام، مصر اور

---

[1] قدیم رومی سلطنت کے قیصر قسطنطین اعظم (306ء تا 337ء) نے 330ء میں روم (اٹلی) کے بجائے قسطنطنیہ کو دارالسلطنت بنایا تھا جو بعد میں رومی سلطنت کے مشرقی اور مغربی سلطنتوں میں بٹ جانے سے بازنطینی (مشرقی رومی سلطنت) کا دارالسلطنت بنا رہا حتی کہ 1453ء میں سلطان محمود فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کرکے اسے عثمانی سلطنت کا دارالخلافہ بنا لیا۔ (م ف)

موسم گرما: روم، اٹلی میں رومن فورم کا خوبصورت نظارہ، رومی سلطنت کے فن تعمیر کی باقیات
دھوپ والے دن روم شہر کے وسط میں قدیم کھنڈروں کا منظر

الجزیرہ [1] وغیرہ کے صوبوں میں بہت تکلیف اٹھانا پڑی۔ کیونکہ ظہورِ اسلام سے قبل یہاں ایک طویل عرصے تک فارس اور روم کے درمیان جنگوں کے میدان بنتے رہے جن میں کبھی ایرانی اور کبھی رومی فتحیاب ہوئے۔ علاوہ ازیں رومی صوبوں میں عوام ٹیکسوں کے نظام کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔ وہاں افراد پر ٹیکسوں کے علاوہ زمین پر بھی ٹیکس تھے، جانوروں پر بھی ٹیکس تھے اور لوگوں کی ملکیت کی مختلف اشیاء پر بھی ٹیکس لگائے گئے تھے، [2] حالانکہ حاکم اور محکوم دونوں عیسائی تھے۔

اسی دور میں جاگیرداری نظام سامنے آیا۔ کچھ افراد حکومت کو خاص مقدار میں رقوم ادا کرنے کا وعدہ کر لیتے تھے۔ اس کے عوض انھیں عوام سے ٹیکس وصول کرنے کا اختیار مل جاتا تھا، چنانچہ انھوں نے عوام پر ٹیکسوں میں اضافہ کر دیا اور ان پر زیادہ سختی کرنے لگے تاکہ وہ رقمیں پوری کر سکیں جن کی ادائیگی کا انھوں نے حکومت سے وعدہ کیا ہوتا۔ [3]

حکومت اور رعیت کا عام مذہب عیسائیت تھا، چنانچہ پادریوں کو ملک اور عوامی اجتماعات میں خاص مقام

---

[1] دریائے دجلہ اور دریائے فرات کا درمیانی علاقہ الجزیرہ (Mesopotamia) کہلاتا ہے جو اب ترکی، شام اور عراق میں بٹا ہوا ہے۔
[2] النظم الإسلامية: 26,24، و الحضارة البيزنطية لرنسيمان: 112. [3] الإمبر اطورية البيزنطية (بازنطینی سلطنت): 135، و النظم الإسلامية: 43.

حاصل تھا اور وہ دوسرے لوگوں سے ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ انھیں اونچا طبقہ شمار کیا جاتا تھا جنھیں لوگوں کے ذاتی معاملات میں، بلکہ عبادات میں بھی من مانی کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ علاوہ ازیں انھوں نے کلیسا کے اخراجات اور کلیسا سے تعلق رکھنے والوں (پادریوں اور راہبوں) کی ضروریات کے لیے بھی ٹیکس لگا رکھے تھے۔ پادری عوام پر اپنے حکم نافذ کرتے تھے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزائیں دیتے تھے۔[1]

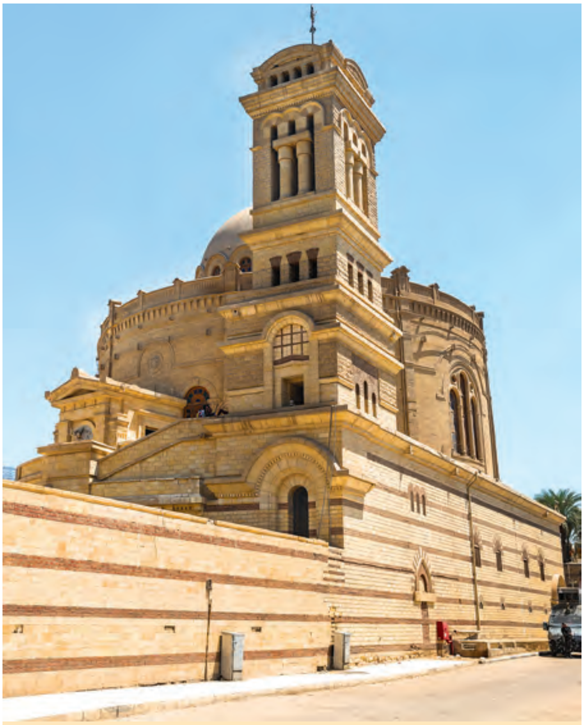

چرچ آف سینٹ جارج: قبطی قاہرہ میں بابل کلی کے اندر ایک یونانی آرتھوڈوکس چرچ

مملکتِ روم میں مختلف عیسائی فرقے موجود تھے۔ ان کے درمیان عقائد کے سخت اختلافات تھے جن سے جھگڑے پیدا ہوتے تھے۔ مختلف فرقوں کے مابین شدید عداوت تک نوبت پہنچ چکی تھی۔ بعض علاقوں میں خاص خاص فرقوں کی اکثریت تھی۔ اس وجہ سے سلطنت روم کے اندر بعض صوبوں میں اور بعض علاقوں میں ایک دوسرے سے دشمنی کی سی کیفیت پیدا ہو چکی تھی۔ شاہِ روم نے بعض صوبوں میں، بالخصوص مصر میں، الوہیتِ مسیح والا مذہب نافذ کرنے کی کوشش کی جو قسطنطنیہ میں غالب مذہب تھا۔ اس کے نتیجے میں قبطیوں اور رومیوں کے مابین شدید نفرت نے جنم لیا۔ مذہبی معاملات میں حکومت کی اس مداخلت اور ایک مذہب کے خلاف دوسرے مذہب کی حمایت کی پالیسی کی وجہ سے ملک میں بہت سے لوگ خود کو ظلم و تشدد کا شکار محسوس کرنے لگے۔ ان علاقوں میں عوام پر کلیسا اور پادریوں کے تسلط اور حاکمیت کی وجہ سے، نیز کلیسا اور حکومت کی طرف سے روز افزوں ٹیکسوں کی وجہ سے وہ حالات پیدا ہو گئے جنھوں نے ان علاقوں میں اسلامی فتوحات کے لیے راہ ہموار کر دی۔

[1] ڈاکٹر اسد رستم کی الروم: 138/1.

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات

جس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے منصب پر فائز ہوئے، اس وقت اسلامی سلطنت کے اکثر حصوں کے حالات ناسازگار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ عرصہ قبل جھوٹے مدعیان نبوت کے ہاتھوں ارتداد کا فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا جس کے نتیجے میں اسلامی سلطنت میں ٹوٹ پھوٹ کے آثار نظر آنے لگے۔ مسیلمہ کذاب نے یمامہ اور اس کے قریبی علاقے میں بنوحنیفہ کو گانٹھ کر ایسی قوت تیار کر لی تھی جو مدینہ کے مسلمانوں کے لیے خطرے کا باعث بن گئی تھی۔ یمن میں اسود عنسی کذاب بھی نبوت کا دعویٰ لے کر اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ خطرہ اور بڑھ گیا، کیونکہ کچھ اور افراد بھی اپنی اپنی جھوٹی نبوت کا دعویٰ لے کر سامنے آ گئے تھے، مثلاً: نجد کے قبائل میں طلیحہ بن خویلد اسدی اور بنوتمیم کی ایک عورت سجاح بنت حارث وغیرہ۔ علاوہ ازیں بعض قبائل نے اسلامی سلطنت کو زکاۃ دینے سے انکار کر دیا تھا، اس طرح اسلام کا ایک رکن معطل ہو رہا تھا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے شروع میں ان مرتدین کے مقابلے میں مشغول رہے، حتیٰ کہ اس فتنے کا قلع قمع کرنے اور منکرینِ زکاۃ کو سزا دینے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح انھوں نے تمام عرب کو ایک بار پھر اسلام کے جھنڈے تلے متحد کر دیا۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اس زمانے کی سب سے بڑی سلطنتوں، یعنی فارس اور روم کو فتح کرنے کے لیے لشکر روانہ کر دیے۔ اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے خلاف بیک وقت جہاد شروع کر دیا، حالانکہ اسلامی فوجیں مرتدین کی سرکوبی سے ابھی ابھی فارغ ہوئی تھیں۔ اس کے باوجود ان کی فتوحات کا سلسلہ اتنا عظیم تھا کہ انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

فتنۂ ارتداد کی جنگیں

لشکرِ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما

جزیرہ نمائے عرب کی حدود سے باہر فتوحات حاصل کرنے والا یہ پہلا لشکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے ایک لشکر تیار کیا تھا اور سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس کا سپہ سالار مقرر فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے رومیوں کے مقابلے میں شام کے علاقے کی طرف روانہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ بعض افراد نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کرنا مناسب خیال نہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ وَأَيْمُ

اللهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِّلْإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ»

''تم لوگ اس کی قیادت پر اعتراض کرتے ہو۔ اس سے پہلے تم اس کے والد کی قیادت پر بھی نکتہ چینی کرتے تھے۔ قسم ہے اللہ کی! وہ قیادت کی صلاحیت رکھتا تھا اور وہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ پیارا تھا۔ اور یہ (اُسامہ رضی اللہ عنہ) بھی مجھے اس کے بعد سب سے زیادہ پیارا ہے۔'' [1]

اس لشکر کو روانہ کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہوگئی تو لشکر مدینہ کے باہر رُک گیا، حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔

جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ منصبِ خلافت پر فائز ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر رومیوں سے مقابلے کے لیے بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کوشش کی کہ آپ رضی اللہ عنہ یہ فیصلہ واپس لے لیں یا کچھ عرصہ کے لیے مؤخر کر دیں کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے لیے متعدد خطرات موجود تھے اور بعض خطرات متوقع تھے۔ رومیوں کی طرف سے بھی خطرہ تھا، شام کے عرب عیسائی بھی خطرے کا باعث تھے اور مرتدین بھی اس وقت تک ایک طاقت رکھتے تھے لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس لشکر کی روانگی کے فیصلے پر مضبوطی سے قائم رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھے یقین ہو کہ مجھے درندے چیر پھاڑ دیں گے، تب بھی میں اسامہ (رضی اللہ عنہ) کا لشکر ضرور روانہ کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔'' ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تمام عربوں کا میرے خلاف ہو جانا مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں اس لشکر کو روک لوں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا تھا۔'' [2]

لشکر روانگی کے لیے تیار ہوگیا۔ مجاہدین کو الوداع کہنے کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کچھ دور تک ان کے ساتھ چلے۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو الوداع کہنے سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں کچھ نصیحتیں کیں۔ اسلام میں جنگ اور جہاد کے یہ اصول انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لوگو! خیانت نہ کرنا، عہد شکنی نہ کرنا، مقتولین کا مثلہ نہ کرنا، کسی چھوٹے بچے کو، کسی معمر بوڑھے کو اور کسی عورت کو قتل نہ کرنا (کیونکہ وہ لڑائی میں شریک نہیں ہوتے)، کھجور کے درختوں کا پھل ضائع نہ کرنا، انھیں جلانے سے

---

[1] فتح الباري:16/287، و تاريخ الطبری:3/188. [2] تاريخ الطبري:3/212، و تاريخ الإسلام (عهد الراشدين)، ص:20.

جیشِ اسامہ رضی اللہ عنہ
(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا آخری لشکر)

اجتناب کرنا، کوئی پھل دار درخت نہ کاٹنا، کھانے کی ضرورت کے بغیر کوئی بکری گائے یا اونٹ ذبح نہ کرنا۔ تمھارا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوگا جنھوں نے خود کو عبادت گاہوں کے لیے وقف کر رکھا ہے، ان (درویشوں) کو اسی کام میں مشغول رہنے دینا جس کام کے لیے انھوں نے خود کو وقف کیا ہے۔'' [1]

یہ ہدایات لے کر لشکر روانہ ہوگیا اور شام کے سرحدی علاقوں تک پہنچ گیا۔ اس لشکر نے عرب عیسائیوں کے ان قبائل پر حملہ کیا جنھوں نے غزوۂ موتہ میں رومیوں کی مدد کی تھی، اس طرح انھیں سزا دی۔ یہ لوگ دو مہینے بعد واپس مدینہ پہنچ گئے۔ اس لشکر کی روانگی سے انتہائی مفید نتائج حاصل ہوئے۔ اس دوران میں مدینہ پر حملہ کرنے والے مرتدین واپس لوٹ گئے۔ رومیوں اور ان کے حامی عرب عیسائیوں کے خلاف جہاد شروع ہوا، حتیٰ کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے خود کہا: ''ان لوگوں نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کی بھی پروا نہیں کی اور ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوگئے ہیں۔'' [2]

---

[1] النظم الإسلامية:309. [2] الطبقات لابن سعد:4/68، و سير أعلام النبلاء:2/503.

جنگ یمامہ

(11ھ)

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے جزیرہ نمائے عرب کے اطراف واکناف میں مرتدین کے خلاف متعدد جنگیں لڑیں۔ اس اہم ترین مہم کے لیے جو لشکر روانہ ہوئے، ان کی تعداد گیارہ تک پہنچتی ہے۔ وہ عرب کے طول وعرض میں پھیل گئے۔ انھوں نے بڑی بہادری سے جنگیں کیں اور جو فرائض ان کے ذمے لگائے گئے تھے، انھوں نے پوری تن دہی سے ادا کیے۔

یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے پیروکار قبیلہ بنو حنیفہ کے لوگ مدینہ کے مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا خطرہ تھے کیونکہ ان کے پاس بہت بڑا لشکر تھا جو چالیس ہزار سے زیادہ افراد پر مشتمل تھا۔[1] علاوہ ازیں ان لوگوں میں سخت قبائلی عصبیت پائی جاتی تھی جس کی وجہ سے وہ اس کے گرد جمع ہوگئے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے تیاری کی، بلکہ مدینہ ہی پر حملہ کرنے کو تیار ہوگئے۔ یہی وجہ تھی کہ جب سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ (بن ابی جہل) کی قیادت میں ان سے لڑنے کے لیے پہلا لشکر بھیجا گیا تو مسیلمہ سے اس پہلے مقابلے میں وہ کامیاب نہ ہو سکے، چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں ایک اور علاقے کی طرف بھیج دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کی

[1] تاريخ الطبري: 3/244.

مرتدین کے خلاف 11 لشکر

مدد کے لیے سیدنا شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ وہ یمامہ کی طرف جا رہے تھے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں رُکنے کا حکم دیا اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ادھر روانہ کر دیا اور سیدنا شرحبیل رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔[1]

---

[1] تاریخ الطبري: 243/3.

یمامہ کا ایک خوبصورت منظر

سیدنا خالد ؓ کا لشکر یمامہ کے قریب پہنچ گیا۔ اس کا اہم حصہ مہاجرین اور انصار پر مشتمل تھا۔ مہاجرین کی قیادت سیدنا ابوحذیفہ ؓ اور سیدنا زید بن خطاب ؓ کے ہاتھ میں تھی۔ سیدنا سالم مولیٰ ابی حذیفہ ؓ ان کے علم بردار تھے۔ انصار کے قائد سیدنا ثابت بن قیس بن شماس ؓ تھے۔ جب مسلمانوں کا لشکر قریب پہنچا تو مسیلمہ اپنا لشکر لے کر نکلا اور عقرباء کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ مسلمان، مسیلمہ کی فوج کے ایک دستے کو جس کی تعداد چالیس اور ساٹھ افراد کے درمیان تھی، تباہ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔[1] اس کے بعد مسیلمہ کی فوجوں سے سامنا ہوا۔ سب سے پہلے قتل ہونے والوں میں ایک شخص ''رجال بن عنفوہ'' تھا۔ یہ شخص بظاہر مسلمان ہوگیا تھا اور اس نے نبی ﷺ سے ملاقات بھی کی تھی۔ بعد میں مرتد ہوکر مسیلمہ سے جا ملا اور کہنے لگا کہ مسیلمہ کو منصب رسالت میں محمد ﷺ کے ساتھ شریک کیا گیا ہے۔ بنوحنیفہ کے لیے یہ شخص خود مسیلمہ سے بڑا فتنہ ثابت ہوا۔[2]

بڑی سخت جنگ ہوئی۔ بنوحنیفہ نے اس میں بہت ہمت سے کام لیا حتی کہ وہ پہلی جنگ میں گرفتار ہونے والے بعض افراد کو چھڑانے میں کامیاب ہوگئے۔ مسلمانوں کی صفوں میں اضطراب پیدا ہوگیا، قریب تھا کہ شکست ہو جاتی لیکن مسلمانوں نے ایک دوسرے کی ہمت افزائی کی اور وہ بہت بہادری سے لڑے۔ ان بہادروں میں انصار کے علم بردار سیدنا ثابت بن قیس بن شماس ؓ بھی تھے۔ انھوں نے فرمایا: ''مسلمانو! تم ایک بری عادت میں مبتلا ہونے لگے ہو۔ یا اللہ! میں اس فریق (اہلِ یمامہ) کے عمل سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں اور اس فریق (مسلمانوں) کی طرف سے کوتاہی کی معذرت کرتا ہوں۔'' پھر جنگ کرتے کرتے شہید ہوگئے۔ سیدنا ابوحذیفہ ؓ نے فرمایا: ''اے قرآن کا علم رکھنے والو! قرآن کو اپنے

---

[1] تاريخ خليفة بن خياط: 106، و تاريخ الإسلام للذهبي، (عصر الخلفاء الراشدين): 40، و الكامل: 362/2.

[2] تاريخ خليفة بن خياط: 107، و تاريخ الطبري: 244/3.

عمل سے مزین کر دو۔‘‘[1]

جنگ بہت شدت سے جاری تھی۔ شروع میں بنوحنیفہ کا پلہ بھاری تھا، پھر معاملہ برابر برابر ہوگیا، پھر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ہر قبیلہ دوسرے سے الگ ہو جائے تاکہ معلوم ہوسکے کہ کمزوری کس طرف سے ظاہر ہوئی ہے۔ جنگ بہت سخت تھی۔ مسلمانوں میں سب سے زیادہ بہادری کے جوہر دکھانے والے وہ مہاجر اور انصار تھے جو قرآن کے عالم و حافظ تھے اور شہادت پانے والوں کی اکثریت کا تعلق اسی جماعت سے تھا۔ اس دوران میں مسلمانوں کا شعار (کوڈ ورڈ) ’’یامحمداہ‘‘ تھا کیونکہ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا صدمہ اُٹھائے بہت عرصہ نہیں گزرا تھا۔ مسیلمہ نے شروع میں تو جم کر مقابلہ کیا، پھر اس کی قوم شکست کھا کر اسے چھوڑ گئی۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کو بلایا اور اسے کئی امور کی پیشکش کی۔ اس نے ان سب کو رد کر دیا اور جنگ جاری رکھنے پر مصر

---

[1] تاریخ الطبري:248/3، و تاریخ الإسلام للذهبي(عهد الخلفاء الراشدين) و الكامل:363/2.

بنو حنیفہ (یمامہ) میں گارے کے قدیم مکانات

رہا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے خود اس کا مقابلہ کیا حتی کہ وہ بھاگ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ساتھی بھی بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور بہت سے افراد کو قتل کر دیا، تب مسلمانوں کو فتح نظر آنے لگی۔

مسیلمہ کے ساتھیوں نے اس سے کہا: ''تو نے ہم سے (فتح کے) جو وعدے کیے تھے، وہ کہاں گئے؟'' اس نے کہا: ''اپنے قبیلے کی عزت بچانے کے لیے لڑو۔'' وہ ایک دوسرے کو پکار پکار کر کہنے لگے: ''باغ میں چلو، باغ میں چلو۔'' وہ مسیلمہ کے باغ میں پناہ لینا چاہتے تھے جس کے گرد قلعہ کی طرح دیوار تھی۔ مسیلمہ اور اس کے سات ہزار فوجی باغ میں داخل ہو گئے۔ انھوں نے دروازے بند کر لیے اور قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمان مجاہدین نے ان کا تعاقب کیا۔ ان میں سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ بھی تھے جو خادمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ براء رضی اللہ عنہ شیر کی طرح بہادر تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ مسلمان فصیل کی وجہ سے پریشان ہو گئے ہیں، یعنی انھیں دشمن سے جنگ کرنے کے لیے راستہ نہیں مل رہا تو سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے انھیں قسم دے کر کہا: ''مجھے اٹھا کر فصیل کے اندر پھینک دو۔ میں مسلمانوں کے لیے قلعے کا دروازہ کھولنے کی کوشش کروں گا۔'' قلعے میں ان کے اکیلے داخل ہونے سے مسلمان ان کے بارے میں خطرہ محسوس کرتے تھے، اس لیے انھوں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ جب سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے بہت اصرار کیا تو ساتھیوں نے انھیں قلعے میں پھینک دیا۔ وہ جنگ کرتے کرتے دروازے تک پہنچ گئے اور دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ مسلمان باغ میں داخل ہو گئے۔ فریقین میں گھمسان کا رن پڑا حتی کہ دو مسلمان مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کو قتل کرنے والے ایک صاحب تو سیدنا وحشی رضی اللہ عنہ

تھے، جنھوں نے (کفر کے ایام میں) سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، اور دوسرے ایک انصاری مجاہد تھے۔ جب بنو حنیفہ کو اس کے قتل کا پتا چلا تو وہ شکست کھا کر بھاگے اور مسلمانوں کی تلواروں کی زد میں آ گئے۔[1] بنو حنیفہ کا ایک سردار جو سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی قید میں تھا، اس نے درخواست کی کہ وہ بنو حنیفہ کی طرف سے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا چاہتا ہے۔ اس نے یہ جھوٹ بولا کہ قلعہ مردوں سے بھرا ہوا ہے اور وہ پلٹ کو مسلمانوں پر حملہ کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ تھی کہ بنو حنیفہ کی عورتوں نے ہتھیار سجائے اور قلعے کی دیواروں پر سے مسلمانوں کے سامنے آئیں۔ مسلمان سمجھے کہ بنو حنیفہ کی بچی کھچی فوج قلعے میں موجود ہے، چنانچہ اس سردار نے اپنی قوم کی طرف سے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ سے چند شرطوں پر جنگ بندی کا معاہدہ کر لیا۔ مسلمانوں کو بعد میں معلوم ہوا کہ قلعے میں تو صرف عورتیں اور بوڑھے کمزور افراد تھے لیکن انھوں نے وعدے کی پابندی کی۔ اتنے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فرمان پہنچ گیا کہ تمام بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے لیکن جب انھیں اس صلح کے بارے میں علم ہوا تو انھوں نے اسے قائم رکھا۔ اس طرح بنو حنیفہ کے مرتد ہونے کا فتنہ ختم ہوا اور ان کا کذاب قتل ہو گیا، پھر وہ لوگ دوبارہ مسلمان ہو گئے اور ان میں سے بعض افراد نے بعد میں اسلامی فتوحات میں نمایاں کارنامے انجام دیے۔

اس معرکے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد نے شہادت پائی۔ ان میں متعدد ایسے حضرات تھے جو بدر، اُحد اور دیگر غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اس جنگ میں انصار کے شہداء کی تعداد تین سو ساٹھ اور مہاجرین کے شہداء کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی۔ اس کے علاوہ متعدد اعرابی بھی شہید ہوئے۔ دوسری طرف بنو حنیفہ کے مقتولین کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔[2]

جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے اکثر مسلمان حافظ قرآن تھے۔ مسلمانوں نے خطرہ محسوس کیا کہ اگر حفاظِ قرآن اسی طرح کثرت سے شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید ضائع ہو سکتا ہے، چنانچہ اس کے بعد اس بارے میں مشورہ کیا گیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی ایک کمیٹی قائم کی جنھوں نے پورا قرآن ایک مصحف کی شکل میں تحریر کیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید کا کتابی صورت میں جمع ہونا ''قرآن مجید کا جمع اوّل'' کہلاتا ہے۔[3]

---

[1] تاریخ خلیفة بن خیاط: 109، و تاریخ الطبري: 248/3، و تاریخ الإسلام للذهبي (عهد الخلفاء الراشدین): 39.

[2] تاریخ الطبري: 252/3، و الكامل: 364/2. [3] فتح الباري، باب جمع القرآن: 8/9، و تاریخ الإسلام للذهبي (عهد الخلفاء الراشدین): 79، و الریاض النضرة للمحب الطبري: 162/1.

فارس اور عراق کی فتوحات

ایران کی سلطنت وسیع علاقوں پر مشتمل ایک مضبوط مملکت تھی۔ اس کی حدود مغرب میں شام کے مشرقی علاقوں سے لے کر مشرق میں افغانوں کے علاقے تک پھیلی ہوئی تھیں۔ شمال میں اس کی حدود بحیرۂ خزر (بحیرۂ قزوین (CASPIAN SEA سے لے کر جنوب میں سندھ کے علاقے تک تھیں۔ اس میں عراق، فارس، خراسان، طبرستان اور آذر بائیجان وغیرہ کے علاقے شامل تھے۔

اس سلطنت کے پاس ایک عظیم اور منظم فوجی طاقت تھی۔ اس سے چھیڑ چھاڑ کرنا یا دشمنی رکھنا بہت مشکل تھا۔ اس نے اس فوج کے ذریعے سے رومی سلطنت کے خلاف بڑی بڑی جنگیں لڑی تھیں اور کئی بار فتح حاصل کی تھی، چنانچہ وہ بہت تجربہ رکھنے والی عسکری قوت بن چکی تھی۔ اس کے باوجود مسلمان اس سے مرعوب نہیں ہوئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فتح یا شہادت کا وعدہ فرمایا تھا۔

﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖؗ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝﴾

''(اے نبی!) کہہ دیجیے: کیا تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے بس ایک (فتح یا شہادت) کا انتظار کرتے ہو؟ اور ہم تمھارے حق میں یہ انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تمھیں اپنے پاس سے عذاب دے یا ہمارے ہاتھوں (عذاب دلوائے)، لہٰذا تم انتظار کرو، بے شک ہم بھی تمھارے ساتھ منتظر ہیں۔'' (التوبة9:52)

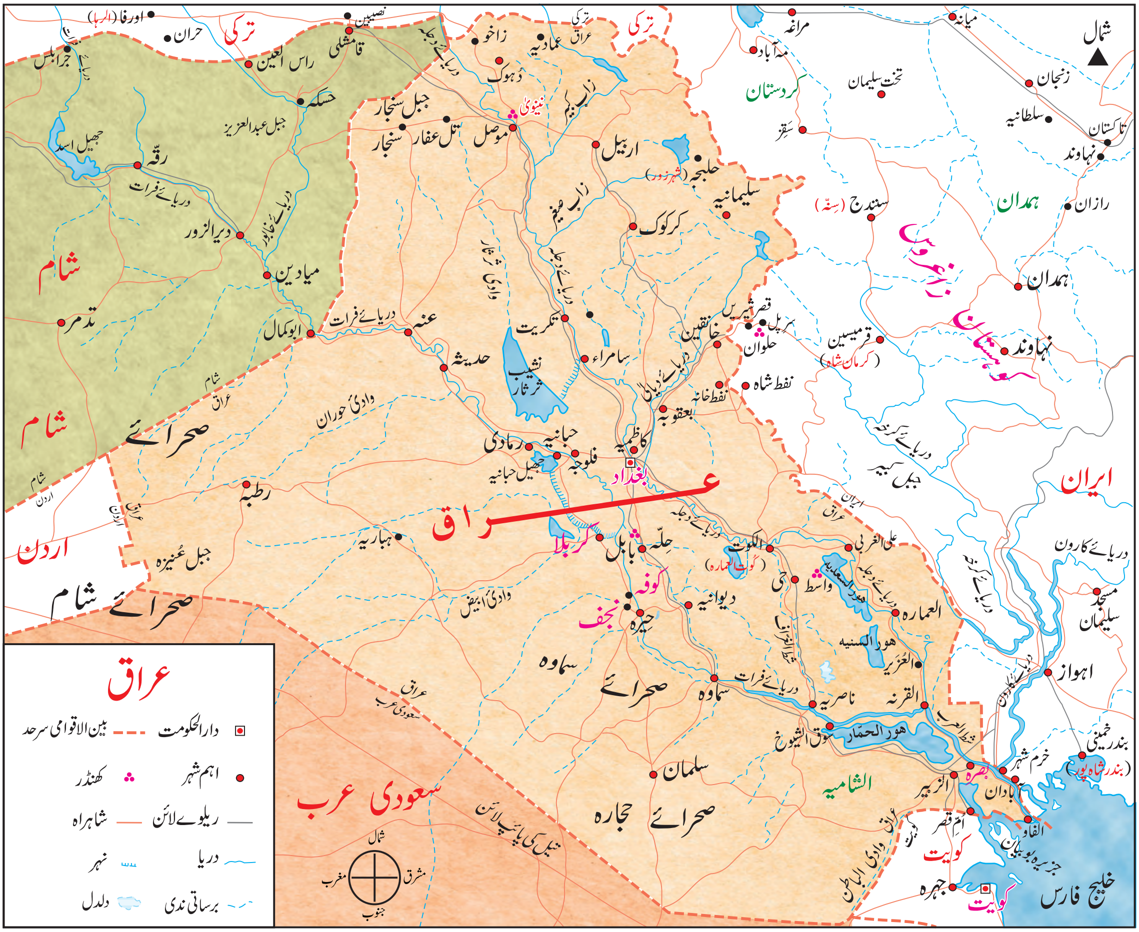

ایران میں جہادی فتوحات کا سلسلہ مسلم کمانڈر سیدنا مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا جنھوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی تھی کہ وہ اپنے قبیلے کے مسلمانوں کو لے کر اہلِ فارس پر حملہ کرنا اور ان سے جنگ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ان کا علاقہ ایرانی سلطنت کے قریب ہے بلکہ سیدنا مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے عراق کی جنوبی سرحد پر عملاً حملے کرنا شروع کر دیے اور انھیں ایرانیوں اور ان کے ماتحت عرب عیسائیوں پر کئی فتوحات حاصل ہوئیں، حالانکہ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد کم اور دشمنوں کے لشکر کی تعداد زیادہ تھی۔[1] تبدیل ہوئے جنگی حالات کے تحت سیدنا مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر امدادی فوج بھیجنے کی درخواست کی۔ ادھر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کی جنگ سے حال ہی میں فارغ ہوئے

[1] فتوح الشام: 54,53، و فتوح البلدان: 242.

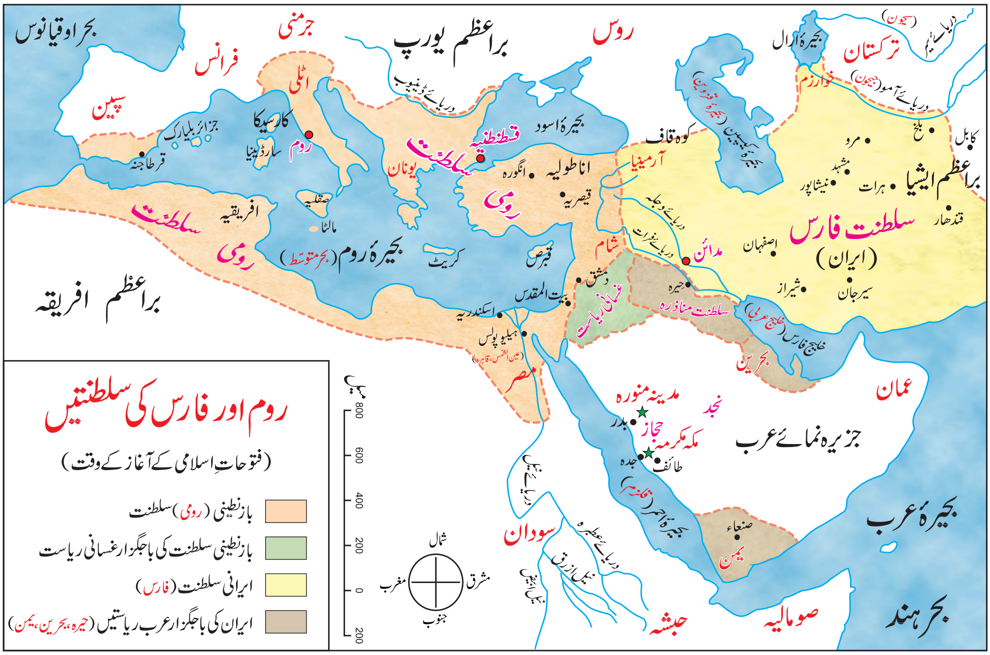

تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں خط لکھ کر حکم دیا کہ اپنی فوج کو لے کر سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے روانہ ہو جائیں، چنانچہ وہ 12 ھ میں عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔[1] اس کے علاوہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک اور لشکر سیدنا عیاض بن غنم فہری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ فرمایا اور انھیں حکم دیا کہ وہ عراق میں بالائی جانب سے داخل ہوں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اور سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ دونوں کو حکم دیا کہ عرب خانوادے کے قبیلہ مناذرہ کی سلطنت کے دارالحکومت حیرہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور فرمایا کہ دونوں میں سے جو پہلے پہنچے گا، متحدہ فوج کی کمان اس کے ہاتھ میں ہوگی۔[2]

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ جنوب کی طرف سے عراق میں داخل ہوئے اور دریائے فرات کے قریبی شہروں کو فتح کرنے لگے۔ انھوں نے ابلہ کی فتح کا منصوبہ بنایا۔ یہ جنوبی عراق میں سب سے اہم ایرانی مرکز تھا۔ ایران کا ہندوستان سے رابطہ اسی بندرگاہ کے ذریعے سے تھا۔ اسی وجہ سے اسے **ثَغْرُ الْهِنْد** (ہندوستانی محاذ) کہا جاتا تھا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے ابلہ پہنچنے سے پہلے وہاں کے حاکم کو دعوت دی کہ اسلام قبول کر لے یا جزیہ دینے کا اقرار کر لے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے لکھا تھا: ”ورنہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرنا کیونکہ

---

[1] تاريخ خليفة بن خياط: 117، و فتوح الشام: 54، و فتوح البلدان: 242، و تاريخ الطبري: 2/4. [2] تاريخ الطبري: 5/3.

میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جنھیں موت سے اتنی ہی محبت ہے جتنی تمھیں جینے سے محبت ہے۔" [1] مسلمانوں نے ایرانیوں کا مقابلہ کرنے کی تیاری کر لی اور ایرانیوں نے بھی تیاری کی، پھر وہ جنگ ہوئی جو ذاتُ السلاسل کے نام سے مشہور ہے۔

جنگ ذاتُ السلاسل (زنجیروں والی جنگ) (12ھ)

ایران کی فتوحات کے شروع میں مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان جو جنگیں ہوئیں، یہ جنگ ان میں سے اہم ترین جنگوں میں شمار ہوتی ہے۔ میدانِ جنگ ابلہ شہر کے قریب تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے کمانڈر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ ایرانیوں کا کمانڈر ابلہ کا گورنر ہُرمز تھا۔ اس جنگ کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ ایرانیوں نے خود کو زنجیروں کے ساتھ ایک دوسرے سے باندھ لیا تھا تاکہ بھاگ نہ سکیں [2] اور اپنے کمانڈر کو دکھا سکیں کہ وہ مر جائیں گے لیکن میدان نہیں چھوڑیں گے۔ معرکہ شروع ہوا تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ایرانی کمانڈر انفرادی طور پر آمنے سامنے آئے۔ اس دوران میں ایرانی فوج کے ایک دستے نے سیدنا

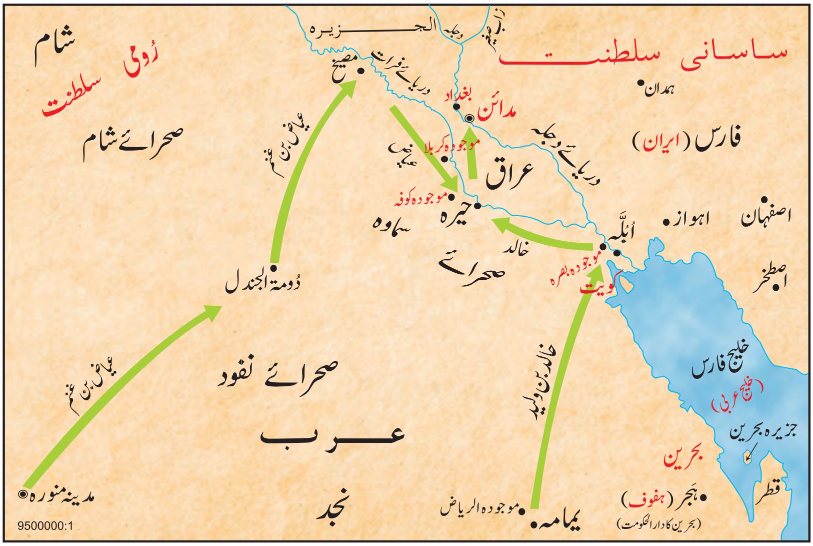

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے لشکروں کی عراق پر یلغار کا صدیقی منصوبہ

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر دھوکے سے حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں نے صورتِ حال کو بھانپ لیا اور مل کر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا۔ دریں اثنا سیدنا خالد رضی اللہ عنہ ایرانی کمانڈر کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے فارسی فوج پر حملہ کر دیا اور بالآخر انھیں شکست دے دی۔ ایرانی کثیر تعداد میں قتل ہوئے، پھر باقی لشکر میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس معرکے میں مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ [3]

---

[1] تاریخ الطبري:5/3. [2] فتوح الشام:59، و فتوح البلدان:242، و تاریخ الطبري:5/3. [3] تاریخ الطبري:6/3.

شاہِ ایران نے زنجیروں والے لشکر کی مدد کے لیے ایک اور لشکر روانہ کیا تھا لیکن وہ جنگ ختم ہونے کے بعد پہنچا، چنانچہ وہ مذار کے مقام پر ٹھہر گیا اور شکست خوردہ فوج کا باقی ماندہ حصہ اس سے جاملا۔ سیدنا خالد ؓ ان کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں وہ جنگ ہوئی جو ''جنگِ مذار'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ان کے بہت سے سپاہی قتل ہوئے۔ [1]

جنگ ولجہ اور جنگ الیس (12ھ)

ایران کے بادشاہ نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے منصوبہ بنانا شروع کیا، چنانچہ اس نے عراق میں موجود عرب عیسائیوں سے مدد مانگی۔ وہ اس کی مدد کے لیے رضا مند ہوگئے۔ اس طرح ایک بڑا لشکر تیار ہوگیا جو عرب کے عیسائیوں اور ایرانی افواج پر مشتمل تھا۔ جب سیدنا خالد ؓ کو ان کے جمع ہونے کی خبر ملی تو آپ ؓ نے پہل کرتے ہوئے ولجہ کے مقام پر ان پر حملہ کر دیا۔ مسلمان فتح یاب ہوئے اور ان کی کثیر تعداد کو قتل کیا جن میں زیادہ تر عرب کے عیسائی تھے۔ مسلمانوں نے کاشت کاروں اور جنگ میں حصہ نہ لینے والے عوام کو امان دے دی اور ان سے نرمی اور حسنِ سلوک سے کام لیا۔ [2]

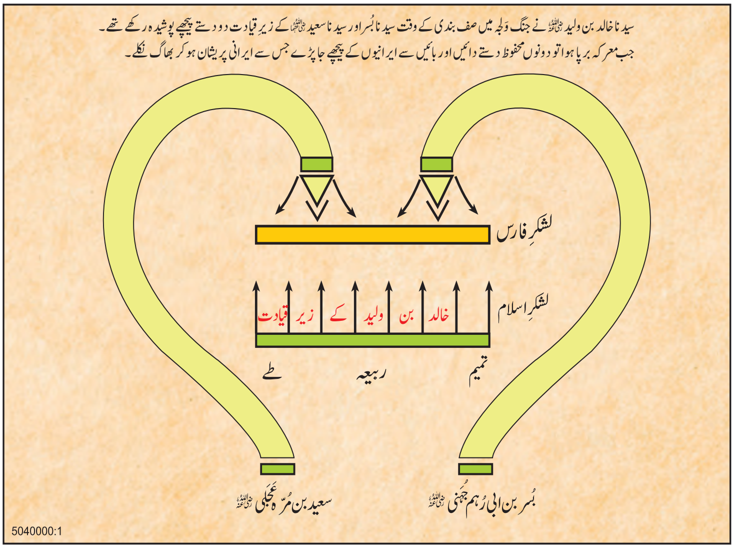

وَلجہ (عراق) میں خالد بن ولید ؓ کی جنگی حکمت عملی

اس جنگ میں عرب کے عیسائی بہت زیادہ تعداد میں قتل ہوئے تھے، چنانچہ عیسائی جوش میں آ کر الیس کے مقام پر جمع ہوئے اور ایران کے بادشاہ کو مدد کے لیے لکھا۔ اس نے ان کی مدد کے لیے بہت سی فوج بھیج دی۔ اس فوج سے جس کے ساتھ عرب عیسائی بھی تھے، مسلمانوں کی سخت جنگ ہوئی۔ اس میں

---

[1] تاریخ الطبري: 7/3. [2] اس واقعے کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تاریخ الطبري: 9/3.

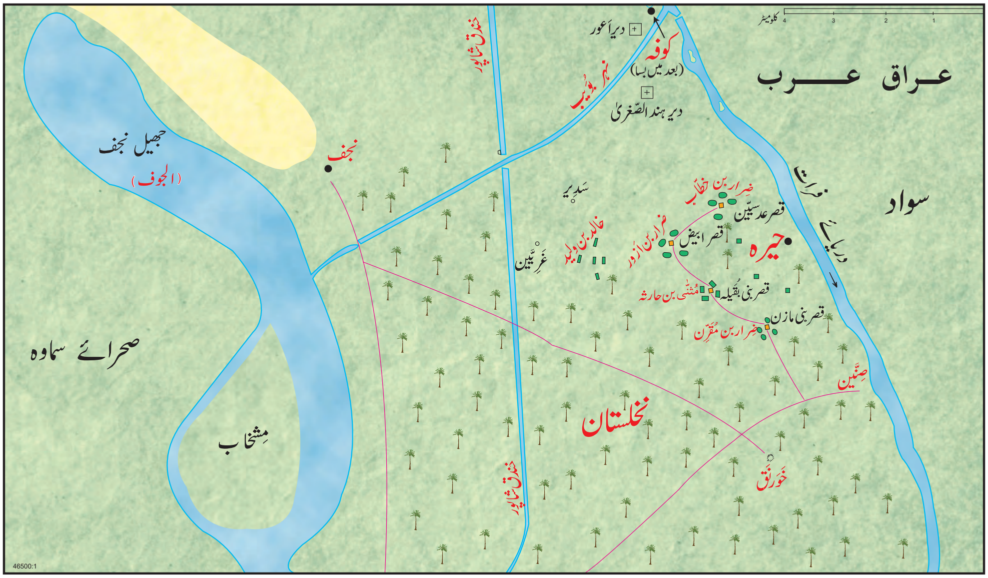

فتحِ حیرہ (ربیع الاول 12ھ / مئی / جون 633ء)

مسلمانوں کی قیادت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ دشمن بہت دیر تک مسلمانوں کے مقابلے میں ڈٹے رہے لیکن آخر کار اللہ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور دشمن کے بے شمار سپاہی قتل ہوئے حتیٰ کہ ان کے خون سے قریبی دریا کا رنگ سرخ ہوگیا، چنانچہ اس جنگ کا نام **مَعْرَکَۃُ نَھْرِ الدَّم** (خون کے دریا کا معرکہ) مشہور ہوگیا۔[1]

حیرہ اور اَنبار کی فتح

حیرہ کی سلطنت عربوں کی سب سے بڑی اور سب سے مشہور سلطنت تھی۔ اس میں عیسائیت قبول کرنے والے مختلف عربی قبائل رہتے تھے، تاہم یہ فارس کے ماتحت تھی۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنوبی عراق میں جنگیں لڑنے کے بعد حیرہ کی طرف رخ کیا۔ حیرہ کی عربی اور ایرانی افواج نے اپنے شہر کی طرف سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی پیش قدمی روکنے کی کوشش کی۔ مسلمان دریائے فرات میں اپنے ساز و سامان سمیت کشتیوں میں سوار ہوکر حیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حیرہ کی فوجوں نے کشتیوں کے سفر میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے دریا کا رخ پھیرنے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں نے گھوڑوں پر سوار ہوکر ان افراد کو ختم کر دیا جو

---

[1] تاريخ خليفة بن خياط: 118، و تاريخ الطبري: 9/3، و فتوح البلدان:244، و تاريخ الإسلام للذهبي (عهد الراشدين):78.

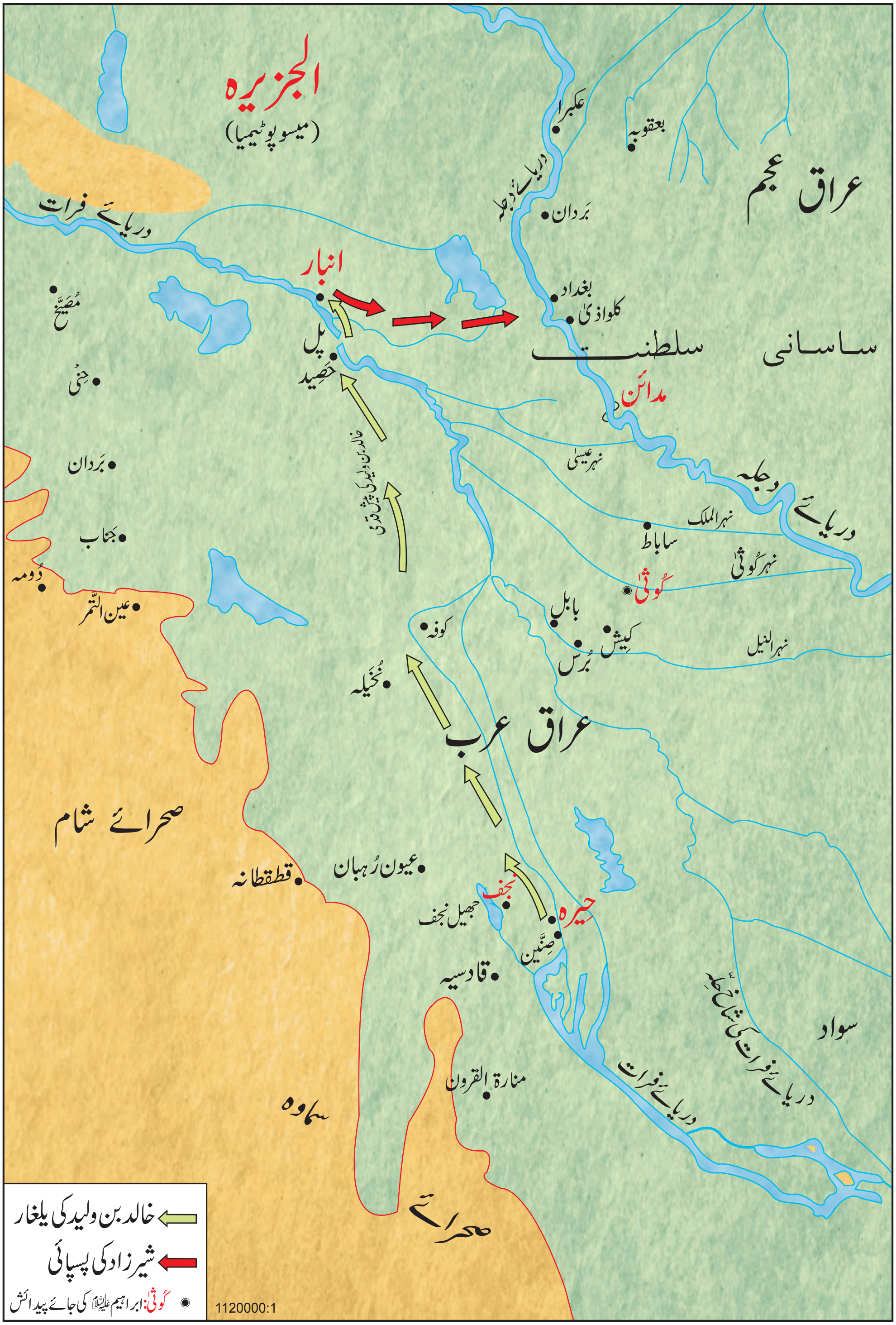

فتح انبار (4 رجب 12ھ / 14 ستمبر 633ء)

دریا کا رُخ پھیرنا چاہتے تھے اور دوبارہ حیرہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب حیرہ والوں کو اپنے فوجی ہلاک ہونے کی خبر ملی تو ان کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اس کے بعد کسریٰ کے مرنے کی خبر آگئی تو وہاں کا گورنر شہر چھوڑ گیا اور حیرہ کے دفاع کی ذمہ داری وہاں کے عرب عیسائیوں پر آگئی۔ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ڈٹ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا، چنانچہ انھوں نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیے اور جزیہ دینے اور شہر مسلمانوں کے حوالے کرنے کی شرط پر صلح کرلی۔ [1]

اس کے بعد سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی انبار کی طرف بڑھے۔ جب مسلمان وہاں پہنچے تو دیکھا کہ شہر کے باشندے قلعہ بند ہوگئے ہیں اور شہر کی حفاظت کے لیے خندق کھود لی ہے۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے گرد گھیرا تنگ کر دیا۔ مسلمانوں سے چند جھڑپوں کے بعد انھوں نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی اور جزیہ دینے کا وعدہ کرلیا۔ اس کے بعد سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے عین التمر کا رخ کیا جو انبار کے قریب ایک شہر ہے۔ وہاں اہلِ فارس اور عربی عیسائیوں کی فوجیں جمع تھیں۔ مسلمانوں نے ان سے جنگ کی۔ اس جنگ میں عرب عیسائیوں نے ایرانیوں سے بڑھ کر جاں بازی سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ آخر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ ان کے سپہ سالار کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس کے ساتھ ہی وہ شکست کھا گئے اور عین التمر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ [2]

فلوجہ شہر (ضلع انبار) کی ایک مسجد

---

[1] تاريخ خليفة بن خياط:118، و فتوح الشام:65، و فتوح البلدان:244، و تاريخ الطبري:13/3، و تاريخ الإسلام للذهبي (عهد الخلفاء الراشدين): 78. [2] الأخبار الطوال للدينوري: 112، و تاريخ الطبري: 21/3، و معجم البلدان:241/1، و البداية والنهاية:349/6.

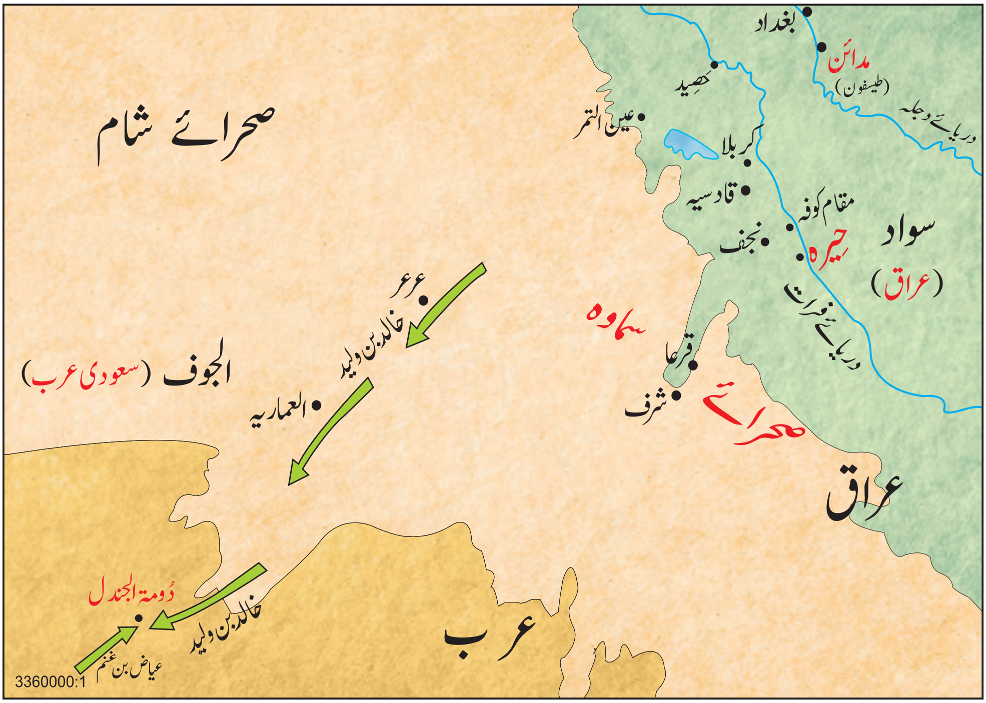

فتح دُومۃ الجندل (24 رجب 12ھ/ 5 اکتوبر 633ء)

دومۃ الجندل کی فتح (12ھ)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر عراق کی فتح میں شریک ہونے کے لیے روانہ کیا تھا اور ان کی کارروائی کے لیے ایک راستہ مقرر کر دیا تھا۔ اس منصوبے کے مطابق وہ دومۃ الجندل پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ جب سیدنا خالد رضی اللہ عنہ حیرہ اور عین التمر سے فارغ ہوئے تو سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ کو ایک مختصر ترین خط لکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لکھا: «مِنْ خَالِدٍ، إِلٰى عِيَاضٍ: إِيَّاكَ أُرِيدُ» ”خالد کی طرف سے عیاض کے نام۔ مجھے آپ ہی کی ضرورت ہے۔“ پھر اپنا لشکر لے کر دومۃ الجندل

دومۃ الجندل کی مسجد عمر

کی طرف روانہ ہوگئے اور سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں اور شہر والوں کے درمیان کئی لڑائیاں ہوئیں۔ ان کے مددگار شمالی عرب کے عیسائی بھی تھے۔ آخر کار سیدنا خالد رضی اللہ عنہ وہاں کے سردار اُکیدر بن عبدالملک کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا، پھر مسلمان قلعہ میں داخل ہوگئے اور فاتحانہ طور پر اس پر قابض ہوگئے۔[1]

دومۃ الجندل کی فتح کے بعد سیدنا خالد رضی اللہ عنہ دوبارہ عراق پہنچے اور جو علاقے فتح ہو چکے تھے، ان میں مسلمانوں کے قدم مضبوط کرنے لگے۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہونے کے بعد ان لوگوں نے بغاوت کی کوشش کی تھی۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے کئی نئے مقام فتح کیے۔ انھوں نے مغربی عراق میں رومیوں اور ایرانیوں کی متحدہ فوج پر فتح پائی جنھوں نے مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا تھا۔ یہ جنگ ''فُراض'' کے نام سے مشہور ہوئی جو شام اور عراق کی سرحد پر ایک شہر ہے۔[2]

اس معرکے کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے باقی ایام میں اس علاقے میں مزید فتوحات نہیں ہوئیں کیونکہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کے اکثر حصے کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حکم آ گیا تھا کہ وہ عراق سے شام چلے جائیں اور شام کی فتوحات میں حصہ لیں۔[3]

---

[1] فتوح البلدان:74، و تاريخ الطبري:22/3، و الكامل:395/2، و البداية والنهاية:350/6. [2] تاريخ الطبري: 26/3. [3] فتوح الشام:68، و فتوح البلدان:251، و تاريخ الطبري:32/3.

روم کے زیرِ قبضہ شام کی فتوحات

رومیوں سے مسلمانوں کا پہلا ٹکراؤ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں 8 ھ میں جنگ موتہ میں ہوا تھا۔ اس کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے شروع میں سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا لشکر نکلا۔ ان فوجی کارروائیوں کا مقصد فتوحات حاصل کرنا نہ تھا بلکہ فتوحات کے لیے زمین ہموار کرنا تھا۔

12 ھ میں جب مرتدین سے لڑائیوں کا سلسلہ آخری مرحلے میں تھا، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یمن، حجاز اور نجد وغیرہ سے لشکر مدینہ میں جمع کرنا شروع کر دیے تا کہ انھیں شام میں فتوحات کے لیے روانہ کیا جائے۔ [1]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے سیدنا خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو شام کی طرف بھیجے جانے والے اولیں لشکر کا قائد بنا کر روانہ کیا۔ [2] انھوں نے شام کے جنوبی حصوں میں نقل و حرکت شروع کی۔ ان کا سامنا عرب عیسائیوں اور بعض رومیوں سے ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کئی مقامات پر فتح حاصل کرنے میں کامیاب رہے، پھر انھوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مزید فوج بھیجنے کی درخواست کی، چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کو ایک کمک دے کر بھیجا جو دشمن سے جھڑپوں میں سیدنا خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہو گئے۔ لیکن رومیوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بہت زیادہ فوج جمع کر لی تھی۔ اس وجہ سے سیدنا خالد اور سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہما کو شام کے جنوبی حصے کی طرف ہٹنا پڑا۔ انھیں جناب صدیق رضی اللہ عنہ کی نئی ہدایات کا انتظار تھا جو اس دوران میں شام کی طرف بھیجنے کے لیے فوجیں مسلسل جمع کر رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مناسب سمجھا کہ شام بھیجی جانے والی افواج کی تنظیم نَو کی جائے تا کہ جہاد کا مضبوط اور سخت مرحلہ شروع ہو سکے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے چار لشکر ترتیب دیے اور ان کے الگ الگ امیر مقرر کیے جن کی تفصیل اس طرح ہے:

---

[1] تاريخ خليفة بن خياط: 119، و فتوح الشام: 5-11، و فتوح البلدان: 115، و تاريخ الطبري: 28/3. [2] فتوح الشام: 21، و فتوح البلدان: 116، و تاريخ الطبري: 29/3.

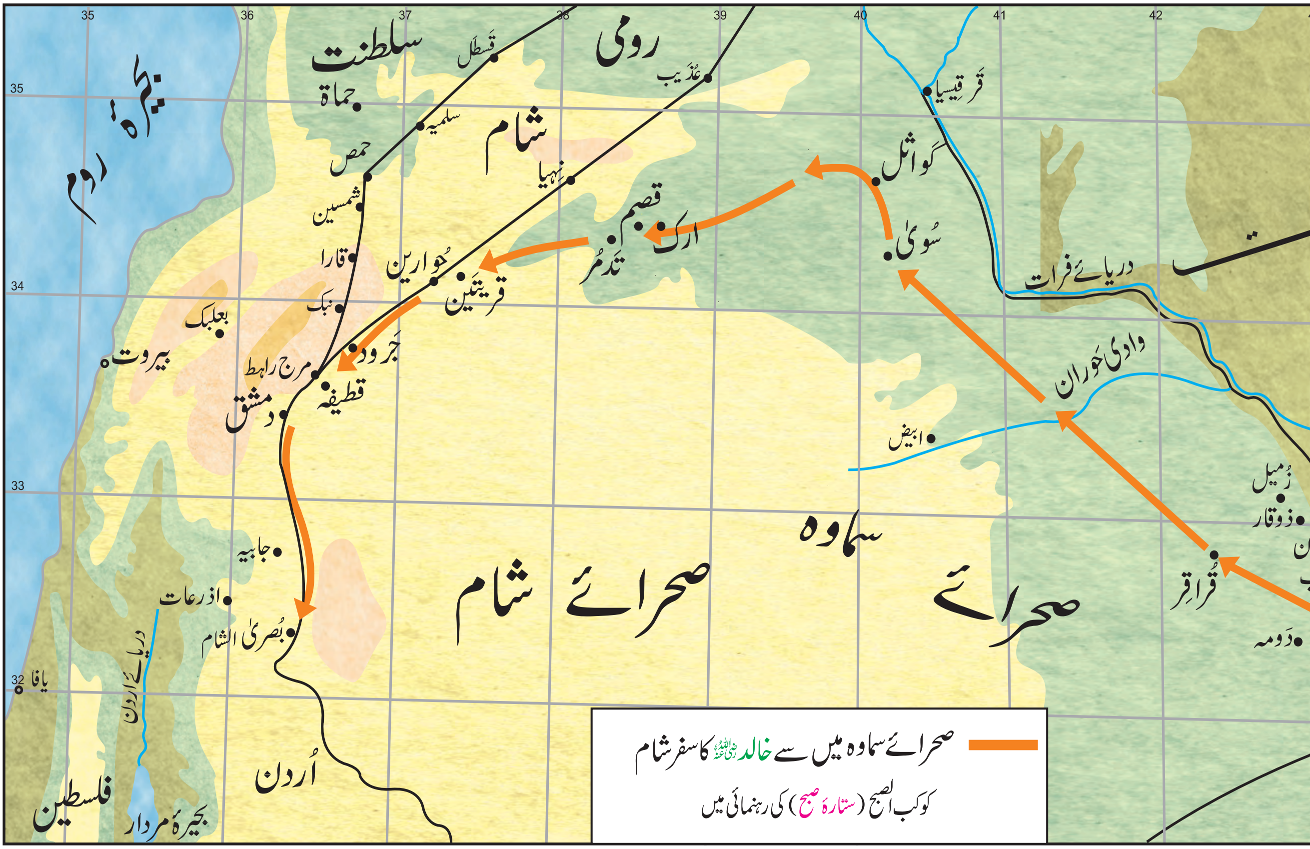

① سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ: ان کا رخ حمص کی طرف تھا۔ ان کے لیے تبوک سے جابیہ اور دمشق کا راستہ متعین کیا گیا۔

② سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما: ان کی منزل دمشق تھی۔ ان کے لیے تبوک سے بلقاء، اردن کا راستہ مقرر کیا گیا۔

③ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ان کی منزل فلسطین تھی۔ انھیں ایلہ کے راستے فلسطین پہنچنا تھا۔

④ سیدنا شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ کو اردن جانا تھا۔ ان کے لیے تبوک سے اردن کا راستہ مقرر ہوا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان اُمراء کو تھوڑے تھوڑے وقفے کے ساتھ جھنڈے دے کر روانہ فرمایا۔ انھیں متعدد نصائح سے نوازا۔ ہر امیر کو اس کی منزل کے لحاظ سے الگ الگ ہدایات دیں۔ ان نصائح کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے انھیں تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ فوج سے مشورہ لینے، ان پر نرمی کرنے اور ایک دوسرے سے تعاون کرنے کی تلقین کی۔ بوڑھوں، بچوں اور جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

درختوں کو بلا ضرورت کاٹنے سے منع فرمایا۔ نماز قائم کرنے، سفیروں کی عزت کرنے اور سچ بولنے کی تلقین کی۔ احتیاط اور شجاعت اختیار کرنے کی نصیحت کی۔ اور جو صلح کرنا چاہیں، ان سے صلح کرنے کا حکم دیا۔ [1]

ہر امیر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔ رومیوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بہت بڑا لشکر تیار کر رکھا تھا۔ انھوں نے اپنے لشکر کے چار حصے کیے اور ہر حصے کو مسلمانوں کے ایک لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے مقرر کیا۔ مسلمانوں کے لشکر نظم و نسق قائم رکھنے کے لیے خطوط کے ذریعے سے ایک دوسرے سے بھی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی رابطے میں تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چاروں سپہ سالاروں کو حکم جاری کیا کہ رومیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے چاروں لشکر جمع ہو کر ایک متحدہ فوج کی صورت اختیار کرلیں۔ اسی وقت آپ رضی اللہ عنہ نے عراق میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عراق کا آدھا لشکر لے کر شام روانہ ہو جائیں اور وہاں پہنچ کر شامی لشکر کی قیادت سنبھالیں اور اس معاملے میں دوسرے سپہ سالاروں کے تعاون سے کام کریں۔ [2]

رُصافہ (شام) کے کھنڈر

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ روانہ ہوگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کے لیے وہ راستہ منتخب کیا جو اگرچہ سب سے خطرناک اور دشوار گزار تھا لیکن اس میں سب سے کم وقت صرف ہوتا تھا۔ دورانِ راہ آپ رضی اللہ عنہ کو اور لشکر کو بعض خطرات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ رضی اللہ عنہ ریکارڈ مدت میں شام پہنچ گئے جس کی دشمن کو توقع نہ تھی اور ایسی جگہ سے پہنچے جہاں سے دشمن سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ راستے میں آپ رضی اللہ عنہ نے تدمر، حوران، بصریٰ اور دوسرے مقامات فتح کیے اور پھر شام میں یرموک کے مقام پر مسلمانوں کے دوسرے لشکروں سے جا ملے۔ [3]

---

[1] فتوح الشام:15، و تاريخ الطبري:29/3. [2] فتوح الشام:32-50، و تاريخ الطبري:31/3. [3] تاريخ خليفة بن خياط:119، و فتوح الشام:73-81، و فتوح البلدان:118، و تاريخ الطبري:32/3.

جنگ یرموک (13ھ)

رومیوں نے شام میں اسلامی فاتح افواج کا مقابلہ کرنے کے لیے بہت بڑا لشکر تیار کر رکھا تھا اور اس کی امداد کے لیے باہان کی قیادت میں مزید فوجیں مسلسل آ رہی تھیں۔ اس وقت تک سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عراق سے شام پہنچ گئے۔ فریقین کی افواج جولان کے پہاڑوں کے قریب دریائے اُردن کے مشرق میں یرموک کی وادی میں جمع ہوگئیں۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے مسلمان افواج جنگ میں باہم تعاون کرتی تھیں، لیکن ہر فوج کی قیادت الگ الگ تھی۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ چاروں افواج کا ایک متحدہ سالار ہونا ضروری ہے اور رومیوں سے ایک متحدہ فوج کی صورت میں ایک صف ہو کر جنگ کرنی چاہیے۔ سالاروں کو یہ رائے پسند نہ آئی۔ انھوں نے پروگرام پیش کیا کہ چاروں سالار ہر روز باری باری متحدہ فوج کی قیادت کریں اور اس متحدہ لشکر کی قیادت پہلے دن سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کریں گے۔ [1]

رومیوں نے مسلمانوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے جاسوسی کرنے کی کوشش کی، چنانچہ ان کے سالار نے ایک عرب عیسائی کو بھیجا جو مسلمانوں کی فوج میں داخل ہوگیا تا کہ رومیوں کو معلومات مہیا کر سکے۔ وہ ان میں خفیہ طور پر ایک دن رات ٹھہرا رہا، پھر رومی سالار کے پاس گیا۔ اس نے کہا: کیا خبر لائے ہو؟ اس نے مسلمانوں کی حالت ان الفاظ میں بیان کی: ''وہ لوگ ساری ساری رات نماز پڑھتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، بھلائی کی تلقین کرتے ہیں، برائی سے منع کرتے ہیں۔ وہ رات کو راہب بن جاتے ہیں اور دن کو شیر۔ اگر ان کا بادشاہ بھی چوری کر لے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیں گے اور اگر وہ بدکاری کرے تو اسے سنگسار کر دیں گے کیونکہ وہ حق کو مقدم رکھتے ہیں اور خواہش کے مقابلے میں حق کی پیروی کرتے ہیں۔'' ان کے سالار نے کہا: ''اگر ان (مسلمانوں) کی حالت واقعی وہی ہے جو تو نے بیان کی ہے، تو ان سے جنگ کرنے والوں کے لیے زمین کی پیٹھ سے زمین کا پیٹ بہتر ہے (یعنی زندہ رہنے سے مر کر قبر میں چلے جانا بہتر ہے)۔ میری تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے صرف یہ نصیب کر دے کہ مجھے ان کا مقابلہ کرنے دے۔ نہ ان کے خلاف میری مدد کرے، نہ میرے خلاف ان کی مدد کرے۔'' [2]

فریقین کے لشکروں نے جنگ کی تیاری کر لی۔ رومیوں نے ایک تنگ جگہ کا انتخاب کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں جمع کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ انھیں دائیں بائیں دونوں اطراف سے دو ندیوں اور پہاڑوں کی

---

[1] فتوح الشام: 188. [2] فتوح الشام: 211.

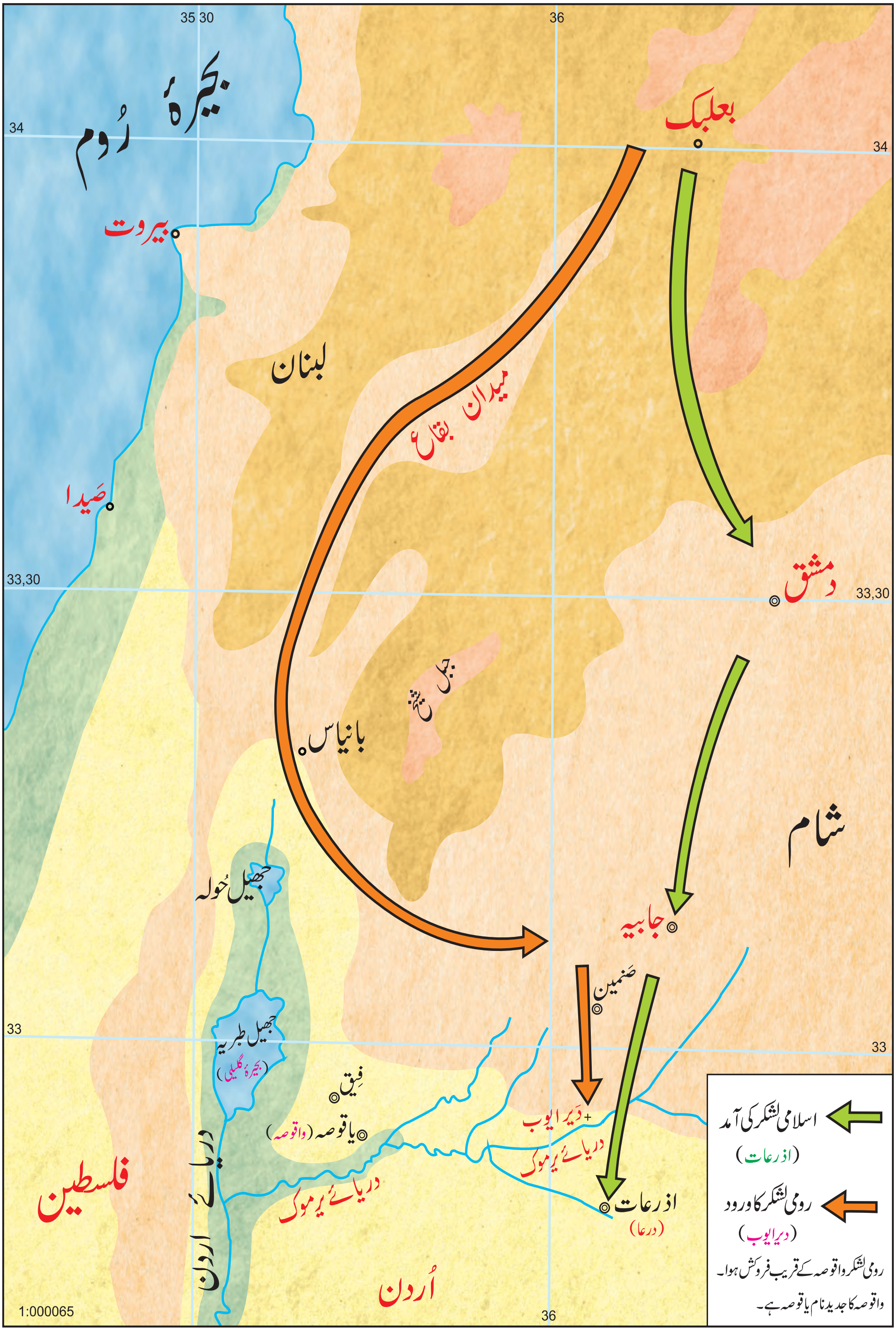

معرکۂ یرموک ...... مسلمانوں کو گھیرنے کی رومی کوشش

حفاظت حاصل ہے اور پیچھے بھی دریائے یرموک کا کنارہ ہے۔ اس طرح وہ مسلمانوں کا سامنے سے اطمینان کے ساتھ مقابلہ کرسکیں گے۔ لیکن ان کے اس مقام کو منتخب کرنے سے مسلمانوں کے لیے آسانی ہوگئی۔ انھوں نے اس سے نیک فال لی اور ایک دوسرے سے کہنے لگے: ''خوش ہو جاؤ، رومی محصور ہوگئے۔'' اس فال سے مسلمانوں کو محسوس ہوا کہ یہ ان کے لیے فتح کی ابتدا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے لیے رومیوں کے سامنے ایک کھلا میدان منتخب کیا جس میں ان کے لیے نقل و حرکت آسان تھی جبکہ رومی یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمانوں کی اس مقام پر صف بندی ان (رومیوں) کے فائدے میں ہے۔

پہلے دن رومی بڑی تیاری کے ساتھ جنگ کے لیے نکلے۔ مسلمان بھی پوری تیاری سے سامنے آئے۔ ان کی ترتیب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس طرح قائم کی تھی کہ انھیں چھتیس حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مسلمانوں کو اس نئی ترتیب سے دشمنوں کو خوف زدہ کرنے اور مسلمانوں کے عزم کو پختہ کرنے میں بہت مدد ملی۔

باقاعدہ جنگ شروع ہونے سے پہلے مسلمانوں کی افواج میں قرائے کرام اپنی اپنی جگہ پہنچ گئے اور سورۂ انفال کی تلاوت کرنے لگے۔ ان کے ساتھ ساتھ مجاہدین بھی یہ آیات دہرا رہے تھے۔ ان کے علاوہ واعظ اور خطیب بھی فوج میں پھیل گئے اور مسلمانوں کو دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی کی تلقین کرنے لگے۔ [1]

اس دوران میں رومیوں کے لشکر کے اگلے حصے میں موجود پادری اور راہب انھیں ثابت قدم رہنے اور نصرانیت کا دفاع کرنے کی تلقین کر رہے تھے۔ جنگ کی ابتدا مسلمانوں کی صفوں پر رومیوں کے دلیرانہ اور شدید حملے سے ہوئی۔ اگر مسلمان ثابت قدمی سے ڈٹے نہ رہتے تو ہوسکتا تھا کہ اس زبردست حملے کی وجہ سے ان کے قدم اکھڑ جاتے۔ [2]

مسلمانوں کے ایک دستے نے وعدہ کر لیا کہ وہ شہید تو ہو جائیں گے لیکن پسپا نہیں ہوں گے۔ ان افراد کی تعداد چار سو تھی جن میں نمایاں شخصیات سیدنا عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام اور ضرار بن ازور رضی اللہ عنہم تھے۔ انھوں نے زرہیں اتار دیں اور ایسی بہادری سے جنگ کی جس کی مثال نہیں ملتی حتی کہ یہ سب حضرات شہید یا زخمی ہوگئے اور مسلمان دوبارہ کارروائی کرتے ہوئے رومیوں پر جوابی حملہ کرنے میں کامیاب ہوگئے اور ان پر گھیرا تنگ کر دیا۔ رومی سواروں نے خوف زدہ ہو کر میدان سے فرار ہونے کی کوشش کی۔ مسلمانوں نے ان کے لیے ایک طرف سے راستہ چھوڑ دیا تا کہ وہ فرار ہوسکیں، چنانچہ رومی شہسوار شکست خوردہ ہو کر جانیں بچا کر بھاگے اور اپنی پیدل فوج کو قسمت کے حوالے کر دیا۔ مسلمانوں نے ان کا گھیرا مزید تنگ کر دیا اور ان پر تلواروں سے

---

[1] فتوح الشام: 218، و تاریخ الطبري: 34/3. [2] فتوح الشام: 223,222.

یرموک کی ایک موجودہ خوبصورت تصویر

حملہ کر دیا۔ وہ پیچھے ہٹے تو ان کے ہزاروں سپاہی ندی کے نشیبی کنارے سے گر کر مر گئے۔ انھوں نے خود کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تاکہ وہ ثابت قدم رہیں اور کوئی شخص بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب کچھ افراد وادی کے کنارے سے نیچے گرے تو زنجیر میں بندھے ہوئے باقی افراد بھی ساتھ ہی کھنچ کر گرتے چلے گئے۔ اس طرح ان کے بہت سے افراد بغیر لڑے ہلاک ہو گئے۔ یہ معرکہ ایک پورا دن اور دوسرے دن کے کچھ حصے تک جاری رہا اور مسلمان فتح یاب ہو گئے۔ [1]

اس جنگ میں مسلمان خواتین نے بھی حصہ لیا، جو میدان میں اپنے محرم مردوں کے ساتھ موجود تھیں۔ انھوں نے اس معرکے میں اہم کردار ادا کیا۔ [2]

اس جنگ میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے جن میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی خاصی تعداد شامل تھی۔ رومیوں کے تقریباً ایک لاکھ سپاہی قتل ہوئے۔ جب ہرقل کو حمص (یا انطاکیہ) میں جنگ کے نتیجے کی خبر ملی، تو وہ شام کے علاقوں سے ناامید ہو کر شمال کی طرف کوچ کر گیا۔ اس وقت اس کی زبان سے وہ مشہور جملہ نکلا تھا: «سَلَامٌ عَلَيْكِ يَا سُورِيَةُ! سَلَامَ مُوَدِّعٍ لَّا يَرٰى أَنَّهُ يَرْجِعُ إِلَيْكِ أَبَدًا» ''اے شام! تجھے الوداعی سلام! اس شخص کی طرف سے جسے تیری سرزمین میں کبھی واپس آنے کی امید نہیں۔'' [3]

---

[1] فتوح الشام:231، و فتوح البلدان:141، و تاريخ الطبري: 33/3، و تاريخ خليفة بن خياط: 130. [2] فتوح الشام:220، و فتوح البلدان:141، و تاريخ الطبري:33/3. [3] فتوح الشام:236، و تاريخ الطبري:38/4.

جنگِ یرموک [1] جاری تھی کہ خبر آئی جناب ابوبکر صدیقؓ وفات پا گئے ہیں اور جناب عمر بن خطابؓ منصبِ خلافت پر فائز ہوگئے ہیں۔ [2] ساتھ ہی سیدنا عمرؓ کی طرف سے سیدنا خالد بن ولیدؓ کو جنگ کی قیادت سے معزول کر کے سیدنا ابوعبیدہؓ کے تقرر کا حکم بھی وصول ہوا۔ یہ خط سیدنا ابوعبیدہؓ نے وصول کیا لیکن سیدنا خالدؓ کو ان کی معزولی کی اطلاع نہ دی۔ بعد میں جب سیدنا خالدؓ کو علم ہوا تو وہ سیدنا ابوعبیدہؓ سے ناراض ہوئے کیونکہ دونوں حضرات میں سے کوئی بھی سرداری کی حرص نہیں رکھتا تھا۔ سیدنا عمرؓ نے سیدنا خالدؓ کو اس لیے معزول کیا تھا کہ لوگ فتوحات کا باعث ان کی ذات کو نہ سمجھ لیں۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا تھا: ”میں نے خالدؓ سے ناراض ہو کر یا ان کی کسی خیانت کی وجہ سے انھیں معزول نہیں کیا لیکن لوگ ان کی وجہ سے فتنے میں پڑ رہے تھے۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ وہ (اللہ کے بجائے) ان پر اعتماد نہ کرنے لگیں۔ میں نے چاہا کہ انھیں معلوم ہو جائے کہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس طرح وہ فتنے میں مبتلا ہونے کے خطرے سے بچ جائیں۔“

یرموک کی ایک قدیم تصویر

ایک روایت کے مطابق انھوں نے فرمایا تھا: ”میں چاہتا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرتا ہے، خالد یا مثنیٰ کی مدد نہیں کرتا۔“ [3]

---

[1] جنگ یرموک کے بارے میں عرب مؤرخین میں سن کا اختلاف ہے۔ بعض اسے 13 ھ کا واقعہ قرار دیتے ہیں اور بعض 15 ھ کا واقعہ بتاتے ہیں۔ دراصل میدانِ یرموک میں دو جنگیں لڑی گئی تھیں۔ پہلی جنگِ یرموک 13 ھ میں اس وقت پیش آئی جب سیدنا خالد بن ولیدؓ معرکۂ اجنادین (جمادی الاولیٰ 13 ھ/ جولائی 634ء) کے بعد محاصرۂ دمشق کے لیے جا رہے تھے تو یرموک کے مقام پر ایک رومی لشکر سے ٹکراؤ ہوا جس میں مسلمان فتح یاب رہے۔ یہ خلافتِ صدیقی کے آخری ایام تھے۔ پھر خلافتِ فاروقی میں جمادی الآخرہ 15 ھ/ اگست 636ء میں اسی میدان میں عظیم جنگِ یرموک برپا ہوئی جس نے شام کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ اس دوسری جنگِ یرموک کے دوران میں سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی طرف سے سیدنا خالد بن ولیدؓ کی معزولی کا حکم نامہ آیا تھا۔ بعض یورپی مصادر میں پہلی جنگ یرموک کا ذکر ملتا ہے۔ (م ف)

[2] تاريخ خليفة بن خياط: 122، و تاريخ الطبري: 4/55-59، و تاريخ يعقوبي: 2/139.

[3] تاريخ الطبري: 4/206، و سير أعلام النبلاء: 1/378.

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات

① فارس (ایران) کی فتوحات

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخر میں جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شام چلے گئے، تو عراق میں جہاد کی قیادت سیدنا مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ کو ملی۔ [1] اس دوران میں ایرانیوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو عراق میں ان کے مفتوحہ علاقوں سے نکال دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے عراق میں فتنہ برپا کرنے اور مسلمانوں کے خلاف بغاوتیں کرانے کا منصوبہ بنایا۔ ایرانی باشندوں اور بہت سے عرب عیسائیوں نے اس معاملے میں ان کا ساتھ دیا، چنانچہ باقی ماندہ مسلمان سیدنا مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اکثر مفتوحہ علاقوں سے واپس آنے اور حیرہ کے قریب جمع ہونے پر مجبور ہوگئے۔ [2] اس کے بعد سیدنا مثنیٰ رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لے گئے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ فتوحات جاری رکھنے کے لیے مزید افواج روانہ کی جائیں۔ اس وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور اسی بیماری میں ان کی وفات ہوئی لیکن انھوں نے اپنے بعد نظامِ خلافت سنبھالنے والے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ عراق میں فوراً کمک بھیجیں اور اُن کی وفات کی وجہ سے اس میں تاخیر نہ ہو۔

---

[1] فتوح الشام:68. [2] تاريخ الطبري:64/4، والكامل:415/2.

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً لشکر روانہ کیا جس کے کمانڈر سیدنا ابوعبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ تھے۔[1] سیدنا ابوعبید رضی اللہ عنہ عراق پہنچے اور متعدد مقامات پر فارسیوں (ایرانیوں) اور عیسائیوں سے جھڑپیں ہوئیں جن کے نتائج مسلمانوں کے حق میں نکلے۔[2]

---

[1] آپ رضی اللہ عنہ کے تعارف کے لیے دیکھیے: الإصابة:131/4، و تاریخ الإسلام للذهبي:9/2. [2] تاریخ الطبري:61/4، و فتوح البلدان:451، و الکامل:416/2.

معرکۂ جسر (پُل) (شعبان 13ھ/ اکتوبر 634ء)

اہلِ فارس نے متعدد لڑائیوں میں سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوعبید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور اس کے لیے اپنے بہترین کمانڈروں کا انتخاب کرکے انھیں قس الناطق [1] کے علاقے میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ دریائے فرات کے قریب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ دونوں کے درمیان دریا تھا۔ اہلِ فارس نے مسلمانوں کو پیغام بھیجا: ''یا تم دریا پار کرکے ہماری طرف آجاؤ یا ہم دریا پار کرکے تمھاری طرف آجاتے ہیں۔'' مسلمانوں نے سیدنا ابوعبید رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں اور اہلِ فارس کو دریا پار کرنے دیں لیکن سیدنا ابوعبید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''وہ موت کا سامنا کرنے میں ہم سے زیادہ بہادر نہیں۔ ہم ان کی طرف جائیں گے۔'' [2] مسلمان پل پار کر گئے۔ ایرانیوں سے ان کی سخت جنگ ہوئی جس میں ایرانی فوج کے ہاتھیوں نے اہم کردار ادا کیا۔ ان کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت مشکل پیش آئی۔ ان کے سالار سیدنا ابوعبید رضی اللہ عنہ اور متعدد مسلمان ہاتھیوں کے پیروں تلے آکر شہید ہوگئے۔ [3] مسلمانوں نے پل کے راستے واپس آنے کی کوشش کی اور پل کے قریب جمع ہوگئے۔ ایک مسلمان نے ان کی پسپائی روکنے کے لیے قیادت سے پوچھے بغیر پل کاٹ دیا جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان ڈوب کر شہید ہوگئے، تاہم سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بہادر مسلمانوں کے ایک دستے کو پل کی حفاظت کا حکم دیا، حتی کہ اسے دوبارہ قابلِ استعمال بنا لیا گیا اور باقی ماندہ مسلمان دریا پار کرکے واپس آنے میں کامیاب ہوگئے۔ فریقین کی نظر میں فارسیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی یہ پہلی شکست تھی، حالانکہ ایرانی مقتولین کی تعداد مسلمان شہداء سے زیادہ تھی۔ مسلمانوں کے چار ہزار مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا جبکہ اہلِ فارس کے پانچ ہزار سے زیادہ فوجی لقمۂ اجل ہوئے۔ [4]

جنگِ جسر میں مسلمانوں کے دبدبے کو جو نقصان پہنچا اور ان کا دشمن کی نظر میں جو مقام کم ہوگیا تھا، اس کی تلافی کے لیے سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے متعدد مقامات پر اہلِ فارس پر حملے کیے [5] اور ساتھ ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر مزید افواج عراق بھیجنے کی درخواست کی۔ [6]

---

[1] بلاذری نے اس کا نام قس الناطق کا معرکہ رکھا ہے۔ دیکھیے: فتوح البلدان: 252. [2] تاريخ الطبري: 67/4، والكامل: 438/2. [3] فتوح البلدان: 152، و الكامل: 439/2. [4] تاريخ الطبري: 69,68/4، و الكامل: 439/2، و فتوح البلدان: 253. [5] سیدنا مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی ان لڑائیوں میں سے معرکۂ بویب بہت اہم ہے۔ رمضان 13ھ/ نومبر 634ء میں دریائے فرات اور نہر بویب کے درمیان لڑی جانے والی اس جنگ میں ایرانی سپہ سالار مہران نے زبردست شکست کھائی اور ایک لاکھ ایرانی مارے گئے۔ (اٹلس فتوحاتِ اسلامیہ، دارالسلام، ص: 95) [6] فتوح البلدان: 253، و تاريخ الطبري: 71,70/4، و الكامل: 441/2.

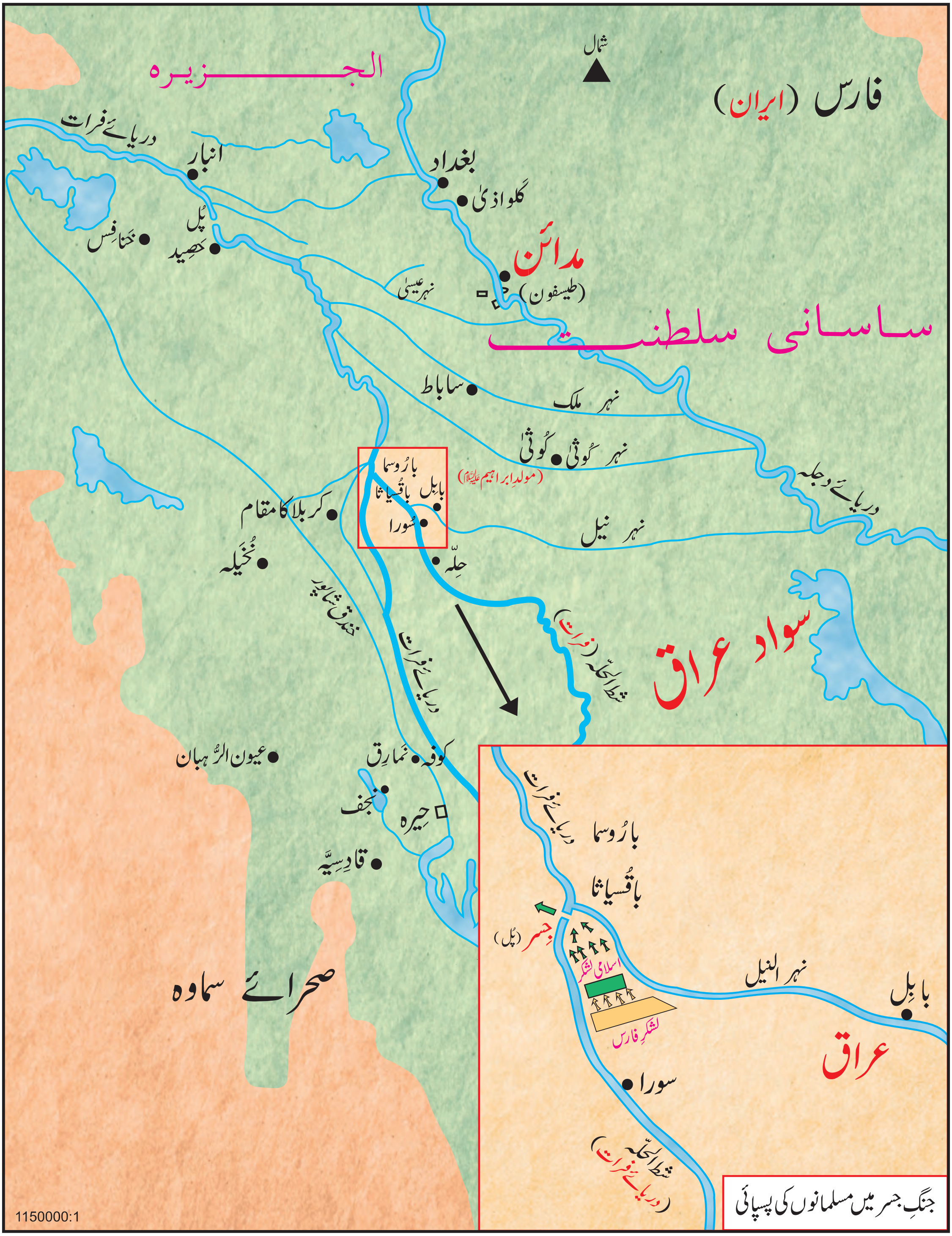

ابو عبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کا حملہ (جنگِ جسر)

جنگِ قادسیہ (شعبان 15ھ/ستمبر 636ء)

جب مدینہ منورہ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جنگ جسر کی خبریں ملیں، تو انھوں نے مسلمانوں کو عراق اور فارس میں جہاد کے لیے نکلنے کی ترغیب دی اور بذاتِ خود مدینہ سے باہر لشکر میں تشریف فرما ہو گئے، حتی کہ جہاد میں حصہ لینے کے خواہش مند تمام افراد جمع ہو گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ اس لشکر کی قیادت خود کریں لیکن بعد میں آپ رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ کی اس رائے سے اتفاق کر لیا کہ آپ رضی اللہ عنہ خود مدینہ منورہ میں تشریف فرما رہیں اور فوج کو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ فرما دیں تا کہ آپ رضی اللہ عنہ حسبِ ضرورت عراق وغیرہ کی طرف امدادی افواج روانہ فرما سکیں۔ [1]

آخر عراق جانے والے مجاہدین کی نئی فوج سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ ہوگئی۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عراق میں موجود پہلی افواج کو جن کی قیادت سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے، حکم جاری فرما دیا کہ وہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کام کریں۔ [2]

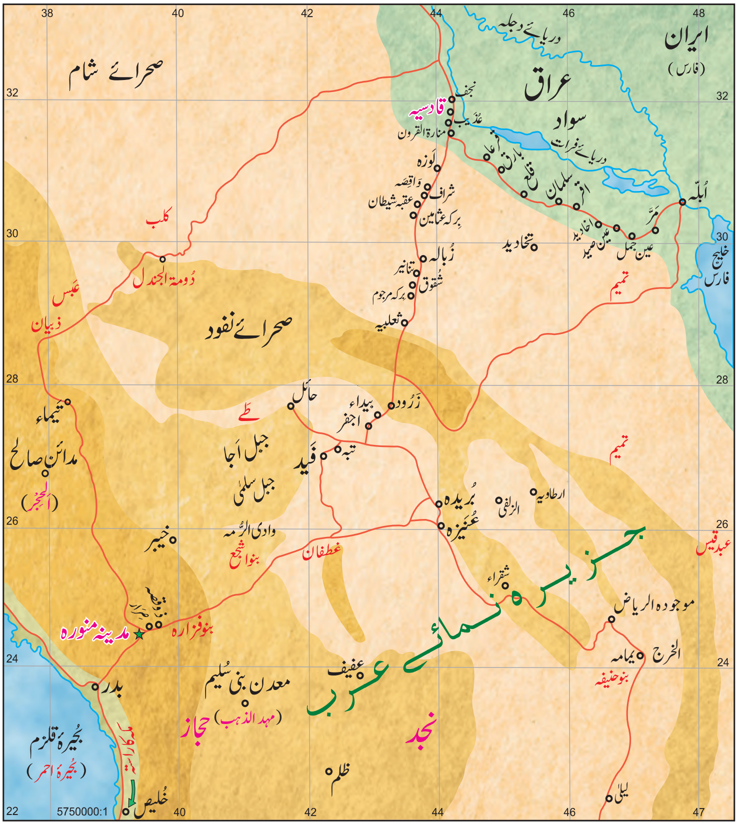

قادسیہ کو جانے والے راستے

---

[1] فتوح البلدان: 255، و تاريخ الطبري: 83/4، و الكامل: 450/2. [2] تاريخ خليفة بن خياط: 129، و فتوح البلدان: 255، و تاريخ الطبري: 83/4، و الفتوح لابن أعثم: 73/1، و الكامل: 451/2.

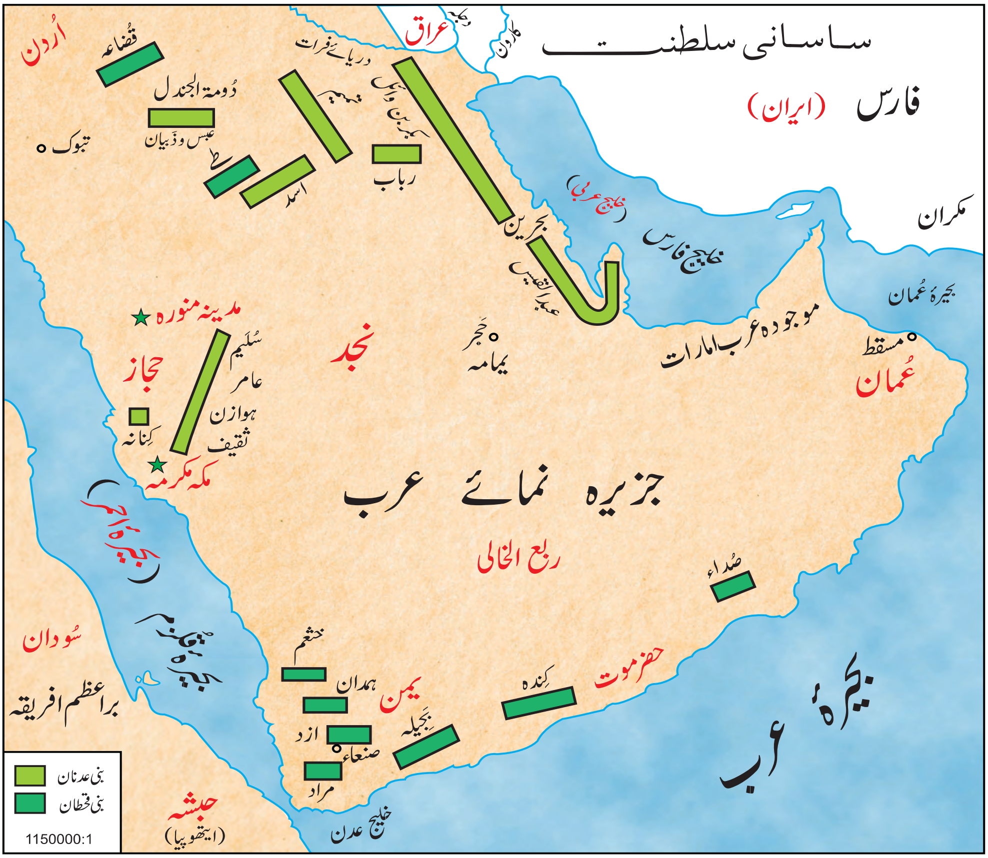

جزیرہ نمائے عرب کے قبائل جو قادسیہ روانہ ہوئے

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ چار ہزار مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے عراق پہنچے۔ سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ اپنی افواج کے ساتھ ان سے آ ملے، جبکہ سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے ہی جنگِ بویب میں لگنے والے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو چکے تھے لیکن وہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے لیے ایک بہترین وصیت چھوڑ گئے تھے جس میں انھوں نے اہلِ فارس سے جنگ کی حکمت عملی بیان کی تھی اور ان سے جنگ کے لیے بہترین طریق کار کی نشاندہی فرمائی تھی۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو لے کر تقریباً ایک مہینے تک قادسیہ کے قریب ٹھہرے رہے حتیٰ کہ مسلمانوں کی فوج مکمل ہوگئی اور ان کی تعداد تقریباً تیس ہزار مجاہدین تک پہنچ گئی۔ اہلِ فارس نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک بھاری لشکر تیار کر رکھا تھا جس میں تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار جنگجو شامل تھے۔ فارس کے بادشاہ یزدگرد نے اپنے سب سے مشہور کمانڈر رستم کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ رستم نے کوشش کی کہ بادشاہ یہ مہم کسی اور کے سپرد کر دے لیکن یزدگرد

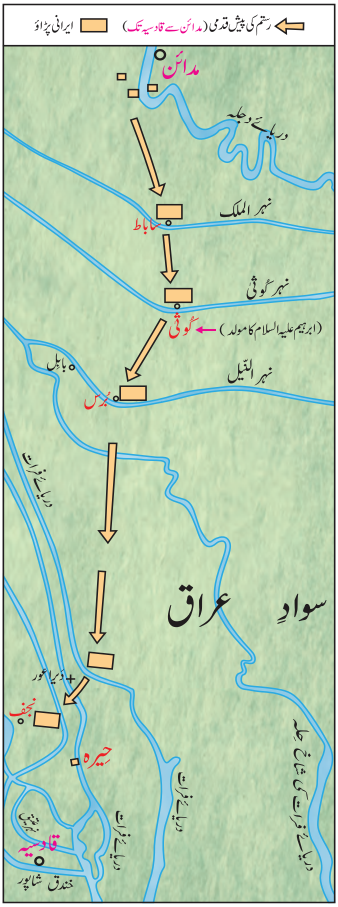

رستم کی پیش قدمی مدائن سے قادسیہ کی طرف

بکیر بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ کی صنّین کی طرف مہم

نے اصرار کیا کہ فوج کی قیادت وہی کرے، چنانچہ رستم اپنی افواج لے کر روانہ ہوا اور قادسیہ میں مسلمانوں کے قریب آ ٹھہرا۔[1] جنگ شروع ہونے سے پہلے مسلمانوں اور ایرانیوں میں رابطے اور مذاکرات ہوئے۔ رستم نے کہا کہ مسلمان اپنا وفد بھیجیں تاکہ وہ خود براہ راست ان کی بات سنے اور ان سے بات چیت کرے۔ مسلمانوں کے وفد میں سیدنا ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جو پہلے بھی ایک ملاقات میں مسلمانوں کی نمائندگی کرنے کی وجہ سے معروف تھے۔ رستم نے ان سے ملاقات کے لیے خوب تیاری کی اور پوری آن بان سے دربار سجایا۔ زمین پر ریشم سے بنے ہوئے اور سونے سے مزین غالیچے بچھائے گئے تھے، موتیوں اور جواہرات کی خوب نمائش کی گئی تھی، طرح طرح کی آرائشی اشیاء رکھی گئی تھیں اور سونے چاندی کی کڑھائی والے قالین بچھائے گئے تھے۔ ان کے درمیان میں رستم ملاقات کے لیے تیار ہو کر سونے کے تخت پر بیٹھا۔ سیدنا ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ رستم کے دربار میں تشریف لائے تو پیوند لگے ہوئے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سادہ سی تلوار لیے ایک چھوٹے سے گھوڑے پر تشریف لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ گھوڑے

---

[1] فتوح البلدان:256، و تاريخ الطبري:81/4.

سعد رضی اللہ عنہ کی فوج اور رستم کے لشکر جنگ سے پہلے

ہی پر اس کے دربار میں پہنچ گئے اور ریشمی قالین کو گھوڑے کے سموں سے روندتے ہوئے آگے بڑھے۔ پھر نیچے بچھے ہوئے ریشمی قالین کے ایک ٹکڑے کے ساتھ گھوڑا باندھ دیا، پھر ہتھیار پہنے ہوئے ہی رستم کی طرف بڑھے۔ ایرانیوں نے کہا: ”ہتھیار اتار دیجیے۔“ انھوں نے فرمایا: ”میں تمھارے پاس خود نہیں آیا، تم نے مجھے بلایا ہے۔ اگر تم مجھے ایسے ہی رہنے دو تو ٹھیک ہے، ورنہ میں واپس چلا جاتا ہوں۔“

رستم نے درباریوں سے کہا: ”اسے آنے دو۔“ سیدنا ربعی رضی اللہ عنہ قالینوں پر نیزہ ٹیکتے ہوئے آگے بڑھے جس سے بعض قالین پھٹ گئے۔ رستم نے کہا: ”تم لوگ کس لیے آئے ہو؟“ سیدنا ربعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے کہ جن کی قسمت میں ہو، انھیں بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کر دیں اور دنیا کی تنگی سے فراخی کی طرف اور (انسانی) مذاہب کے ظلم و ستم سے اسلام کے عدل کی طرف لے آئیں۔ اللہ نے ہمیں اپنا دین دے کر اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے تا کہ انھیں اس کی دعوت دیں۔ جو اسے تسلیم کر

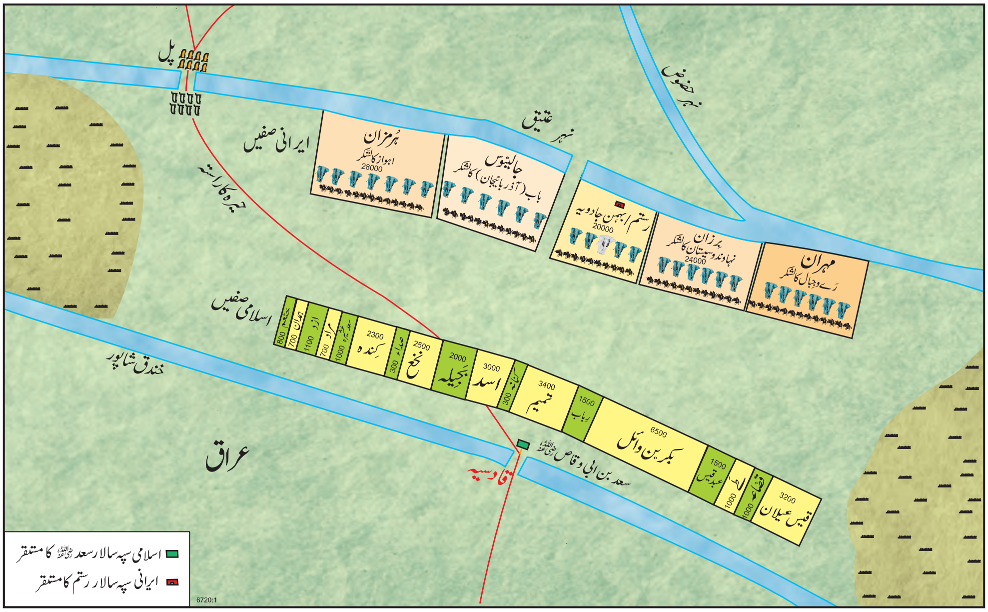

قادسیہ کے میدان میں مسلمان اور ایرانی آمنے سامنے

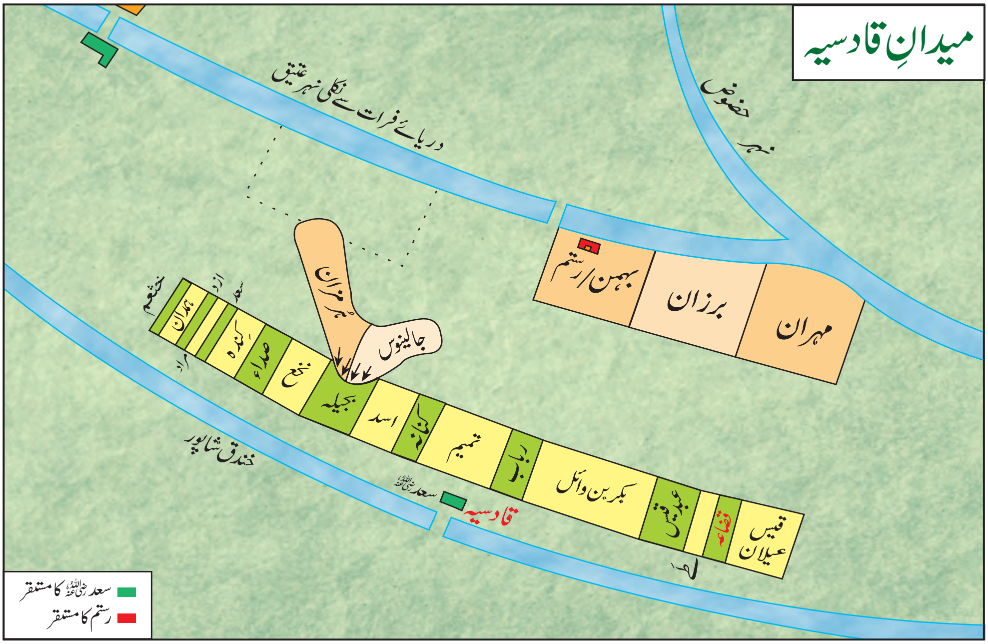

بجیلہ کے دستے پر ایرانیوں کا ہجوم

لے گا، ہم اس کا اسلام لانا تسلیم کر لیں گے اور واپس چلے جائیں گے اور جو انکار کرے گا، اس سے جزیہ لیں۔ اور جو اس سے بھی انکار کرے گا، اس سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے حتی کہ اللہ کے وعدے تک پہنچ جائیں۔‘‘

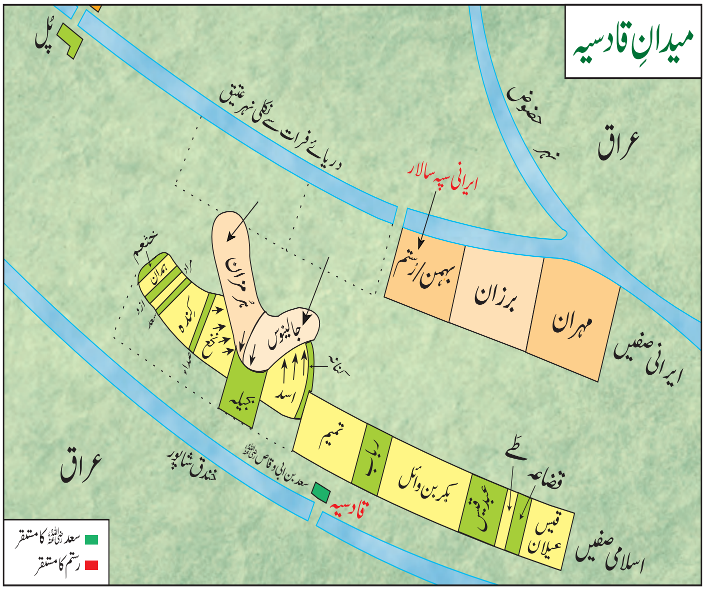

قبیلہ اسد قبیلہ بجیلہ کا دفاع کرتا ہے

رستم نے کہا: ''اللہ کا وعدہ کیا ہے؟''

سیدنا ربعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جو شخص منکروں سے جنگ کرتا ہوا مر جائے گا، اس کے لیے جنت اور جو زندہ رہا اس کے لیے فتح۔''

رستم نے کہا: ''کیا تم ہمیں غور و فکر کے لیے مہلت دے سکتے ہو؟''

سیدنا ربعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہاں۔ ہم تمھیں تین دن کی مہلت دیتے ہیں۔'' رستم نے مدت میں کچھ اضافہ کرنے کو کہا تو سیدنا ربعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے یہ طریقہ جاری نہیں فرمایا کہ ہم جنگ کے موقع پر دشمنوں کو تین دن سے زیادہ مہلت دیں۔''

اس کے بعد رستم نے اپنے سپہ سالاروں کا اجلاس بلایا اور ان سے اس معاملے میں مشورہ کیا۔ انھوں نے اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے کی پیشکش قبول نہ کرنے کا اور مسلمانوں سے جنگ کرنے فیصلہ کر لیا، پھر فریقین جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ [1]

مسلمانوں اور ایرانیوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو پھوڑے نکلے ہوئے تھے، اس لیے وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتے تھے، چنانچہ وہ دورانِ جنگ ایک گھر کی چھت پر سے ہدایات جاری کرتے رہے۔ [2]

ایرانیوں نے اس جنگ میں ہاتھی تیار کر رکھے تھے، کیونکہ جنگِ جسر میں وہ انھیں کامیابی سے استعمال کر چکے تھے۔ مسلمانوں کی افواج پر اس کا اثر پڑا کیونکہ ان کے گھوڑے ہاتھیوں سے ڈرتے تھے اور آگے بڑھنے سے رک جاتے تھے۔

---

[1] تاریخ الطبري: 4/106، و الکامل: 2/463. [2] تاریخ الطبري: 4/113.

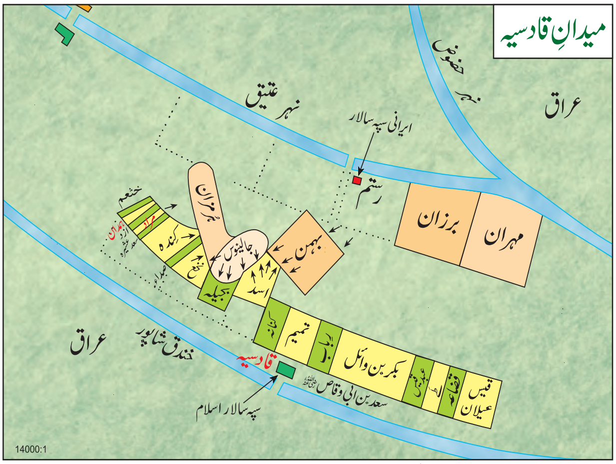

بہمن جادویہ کا بنو اسد پر حملہ...........قادسیہ

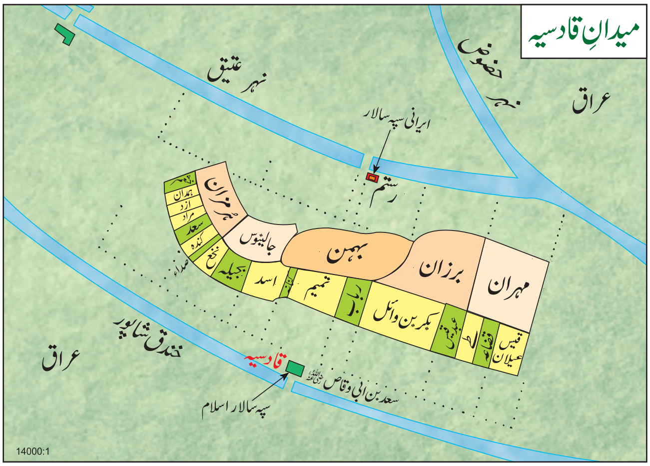

یوم ارماث......قادسیہ

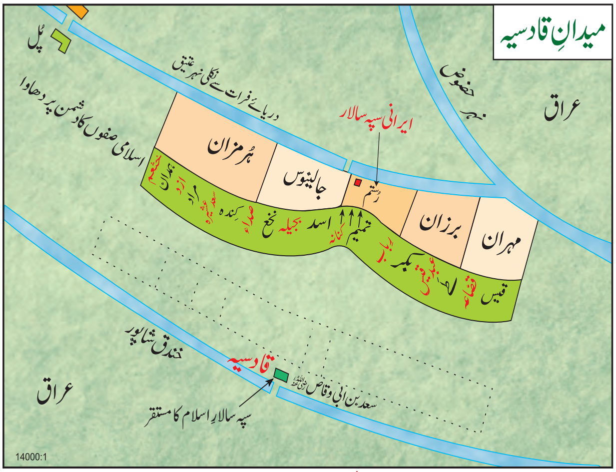

یومِ اغواث ....قادسیہ

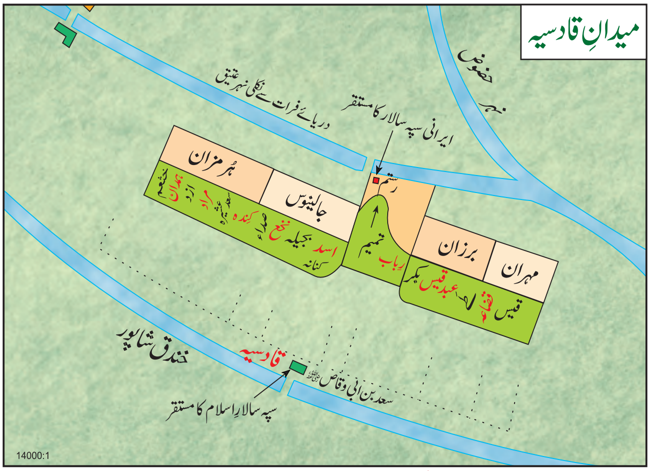

یومِ عماس...... جنگِ قادسیہ ...... لشکرِ اسلام کا ایرانیوں پر جارحانہ حملہ

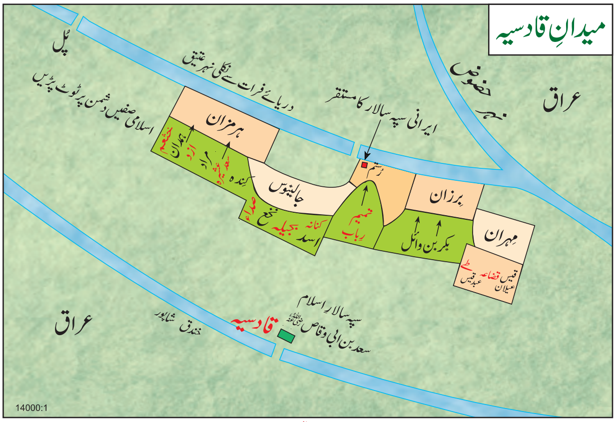

یومِ قادسیہ........بنوتمیم کا رُستم پر حملہ

یومِ قادسیہ............جالینوس کی پسپائی

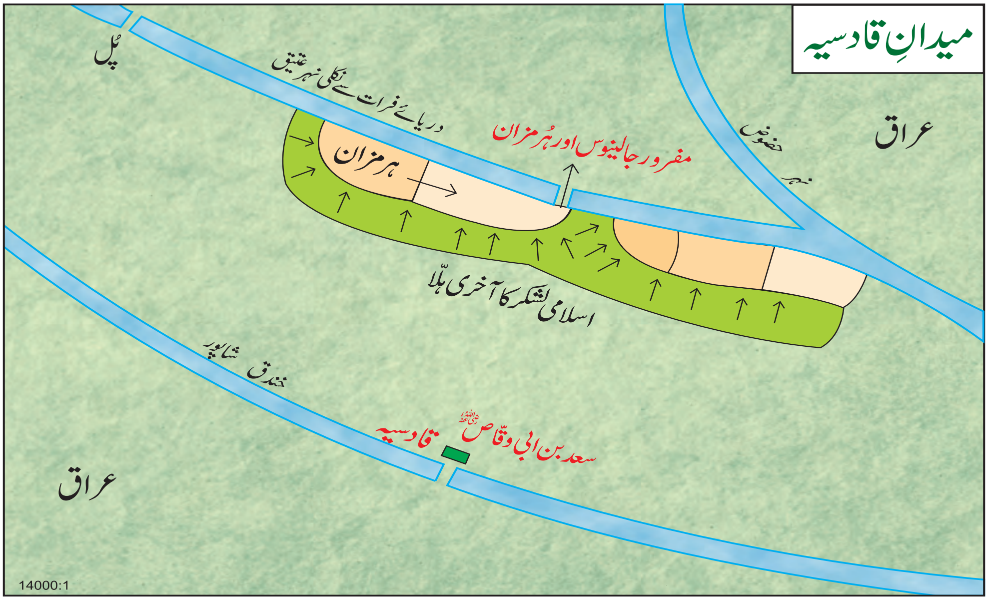

معرکۂ قادسیہ کا آخری مرحلہ.......... رستم کا قتل اور جالینوس اور ہُرمزان کا فرار

چند بہادر مسلمان پیدل ہی آگے بڑھے اور خطرات کے باوجود ہاتھیوں کے سواروں اور مہاوتوں کو زخمی کرنے میں کامیاب ہوگئے، چنانچہ ہاتھی بے قابو ہو کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے جس کی وجہ سے مسلمانوں کا ہونے والا نقصان کم ہوگیا۔ اس جنگ میں پہلے دن پانچ سو سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے۔ یہ دن ''یومِ ارماث'' کے نام سے معروف ہے۔ [1]

معرکے کے دوسرے دن مسلمانوں کو کمک پہنچنا شروع ہوگئی۔ یہ لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے آ رہے تھے۔ ان کے سالار سیدنا ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ مقدمۃ الجیش کی قیادت سیدنا قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ سیدنا قعقاع رضی اللہ عنہ نے فوج کو دس دس مجاہدین کے دستوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ مقررہ وقفے کے بعد دس افراد کا دستہ میدانِ جنگ میں پہنچتا۔ وہ خوب گرد و غبار اُڑاتے ہوئے آتے جس سے محسوس ہوتا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ کمک کا یہ سلسلہ ایک طویل عرصے تک جاری رہا جس سے ایرانی مرعوب ہوگئے اور مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوگئے۔ سیدنا قعقاع رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی میدانِ جنگ کے درمیان میں پہنچنے میں کامیاب ہوگئے اور ایرانیوں کے بڑے بڑے جرنیلوں کو قتل کر دیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے مشکیزوں میں ہوا بھر کر انھیں اونٹوں پر دونوں طرف باندھ دیا اور ان کو کپڑوں اور چادروں

---

[1] تاريخ الطبري:4/119، و مروج الذهب:2/321، و الكامل:2/469.

سے ڈھانک دیا، پھر انھیں ایرانیوں کے گھوڑوں کے سامنے لے گئے۔ انھیں دیکھ کر گھوڑے بدک گئے اور میدانِ جنگ سے بھاگ اٹھے۔ اس دن مسلمانوں کی فتح کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوگئے۔ یہ دن **يَوْمُ الْغَوْث** کہلاتا ہے کیونکہ اس دن مسلمانوں کو مدد پہنچی تھی اور ان کی فریاد سنی گئی تھی۔[1]

معرکۂ قادسیہ کے بعد دشمن کا تعاقب

جنگ کا تیسرا دن یوم عماس کے نام سے معروف ہے۔ اس دن صبح کے وقت مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔ ایرانیوں نے ایک بار پھر ہاتھی استعمال کیے جن کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت نقصان برداشت کرنا پڑا لیکن بہادر مسلمان ڈٹے رہے اور بڑی پامردی سے ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ انھوں نے ہاتھیوں کی آنکھوں اور سونڈوں کو نشانہ بنایا، چنانچہ وہ میدان سے بھاگ گئے۔

---

[1] تاریخ الطبري: 120/4، و الكامل: 473/2، و الفتوح لابن أعثم: 161/1.

ایک جاں نثارانہ جنگ کے بعد مسلمانوں کا پلہ بھاری ہونے لگا۔ شام ہوئی تو جنگ پورے زوروں پر تھی۔ رات کے اندھیرے میں بھی جنگ جاری رہی اور مسلمان بڑی بہادری سے ڈٹے رہے۔[1] اس تاریک رات کے اندھیرے میں تلواروں کی جھنکار کے سوا کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، چنانچہ یہ رات **لَیْلَةُ الْهَرِیر** کہلائی۔[2] مسلمانوں نے بہت بہادری کا مظاہرہ کیا۔ صبح ہوگئی لیکن جنگ جاری رہی، حتی کہ دوپہر ہوگئی۔ تب ایرانی میدان سے پسپا ہونے لگے۔ ایرانی سپہ سالار رستم نے جان بچا کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن ایک بہادر مسلمان نے اس کا تعاقب کر کے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ایرانی شکست کھاتے چلے گئے اور معرکے کے آخر میں مسلمان کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔[3]

یہ معرکہ ایرانیوں اور مسلمانوں کے درمیان انتہائی اہم اور فیصلہ کن معرکہ تھا جس میں ایرانی لشکر کے اپنے دور کے بہترین دستے شریک ہوئے تھے۔ ایرانیوں کی کمر ہمت توڑنے میں اس جنگ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس کے بعد مسلمان وہ بہت سے علاقے دوبارہ فتح کرنے کے قابل ہوگئے جو وہ پہلے فتح کر چکے تھے لیکن ایرانیوں نے ان پر پھر قبضہ کر لیا تھا۔ اس سے فتحِ مدائن کی راہ ہموار ہوئی۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کو بہت سی غنیمتیں اور ہتھیار ملے جن سے انھیں آیندہ فتوحات میں بہت مدد ملی۔

---

[1] تاريخ الطبري:4/124، و الكامل:2/477. [2] تاريخ الطبري:4/132، و الكامل:2/479. [3] تاريخ خليفة بن خياط:132، و فتوح البلدان:259.

مدائن کی فتح (صفر 16ھ / مارچ 637ء)

مدائن مملکت فارس کا دارالحکومت تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اس کی فتح کی خوشخبری دی تھی۔ مسلمانوں کو اس دن کا شدت سے انتظار تھا جب یہ وعدہ پورا ہوگا۔ قادسیہ کی فتح کے بعد سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہی دو مہینے قادسیہ میں ٹھہرے رہے۔ اس دوران میں انھوں نے زخمی مجاہدین کا علاج کیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آئندہ حکم کے منتظر رہے۔ اس کے بعد سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے دجلہ و فرات کے درمیانی علاقے میں اپنا اثر ونفوذ بڑھانا شروع کر دیا حتی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا حکم آ گیا کہ مدائن کی طرف پیش قدمی کریں۔

مسلمان مدائن کے سامنے جا پہنچے لیکن ان کے اور شہر کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ ایرانیوں نے اس کے تمام پل توڑ دیے تھے۔ اس کے باوجود مسلمانوں نے کئی مہینے اس کا محاصرہ جاری رکھا۔ اس دوران میں وہ اس کے غربی علاقے فتح کرتے رہے۔[1] محاصرے کے ان ایام میں ایرانی اس شہر کے خزانوں کو دوسری جگہ منتقل کرتے رہے۔ محاصرے کے دوران ہی ایران کا بادشاہ یزدگرد فرار ہوگیا۔ اس کے باوجود مدائن کا دفاع منظم اور مضبوط تھا۔ مسلمانوں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں گھوڑوں پر سوار ہو کر دریا پار کر لیا۔ یہ دیکھ کر ایرانی خوف زدہ ہوگئے اور بعض فرار ہوگئے۔ تب مسلمان سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مدائن میں داخل ہوگئے، پھر وہ قصرِ ابیض (سفید محل) میں داخل ہوئے۔ اس میں کسریٰ کا مشہور ایوان تھا (جہاں وہ دربار لگاتا تھا۔) سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اللہ کے سامنے سرنگوں

[1] تاریخ خلیفة بن خیاط: 133، و فتوح البلدان: 262.

ہو کر بڑے عجز و نیاز کے ساتھ محل میں داخل ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ آیاتِ مقدسہ تھیں:

﴿ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ ۫ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝﴾

”وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔ اور کھیتیاں اور شاندار محل۔ اور سامانِ عیش جن میں وہ مزے کر رہے تھے۔ اسی طرح (ہوا) اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان (سب) کا وارث بنا دیا، پھر ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور نہ انھیں مہلت دی گئی۔“ (الدخان 44:25-29)

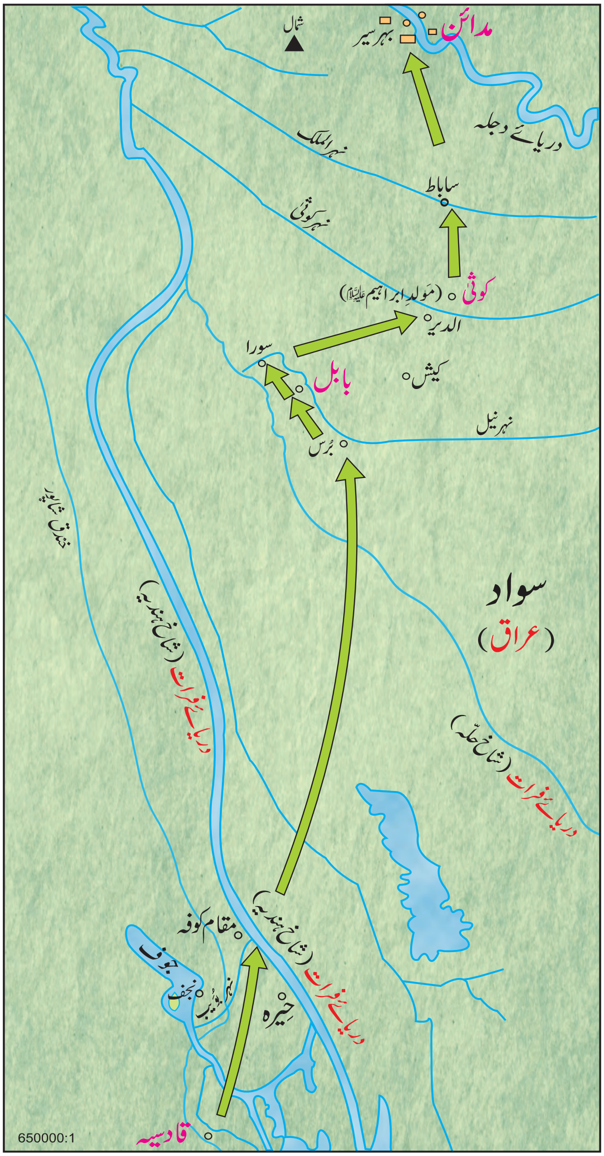

لشکرِ اسلام کی مدائن پر یلغار

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اس محل میں کلمۂ توحید کا اعلان کرتے ہوئے اذان کہی اور مجوسی مذہب کے مطابق جلتی ہوئی آگ بجھا دی اور وہاں جمعہ کی نماز ادا کی۔[1] مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہوا جس کا خمس (پانچواں حصہ) مدینہ شریف بھیج دیا گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اتنا مال دیکھا تو فرمایا: ”جن لوگوں نے یہ سب

---

[1] فتوح البلدان:263، و تاريخ الطبري:174,173/4، و الفتوح لابن أعثم:166، و الكامل:514/2.

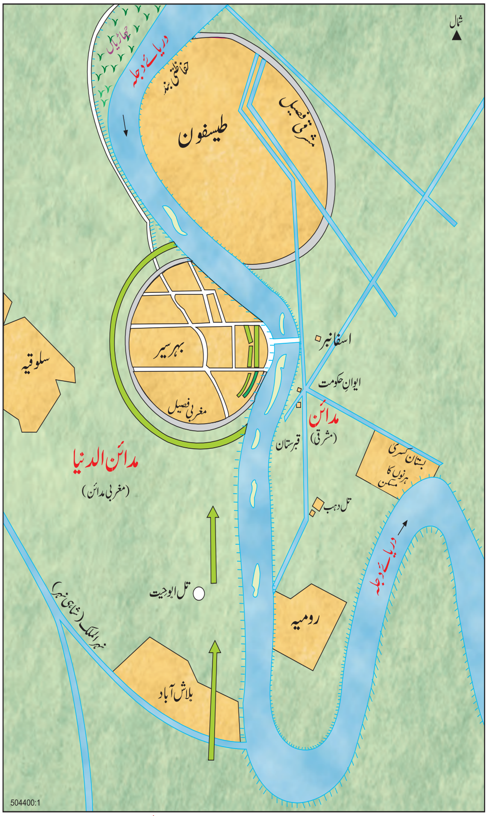

مسلمانوں کے ہاتھوں بہرسیر (مغربی مدائن) کی فتح

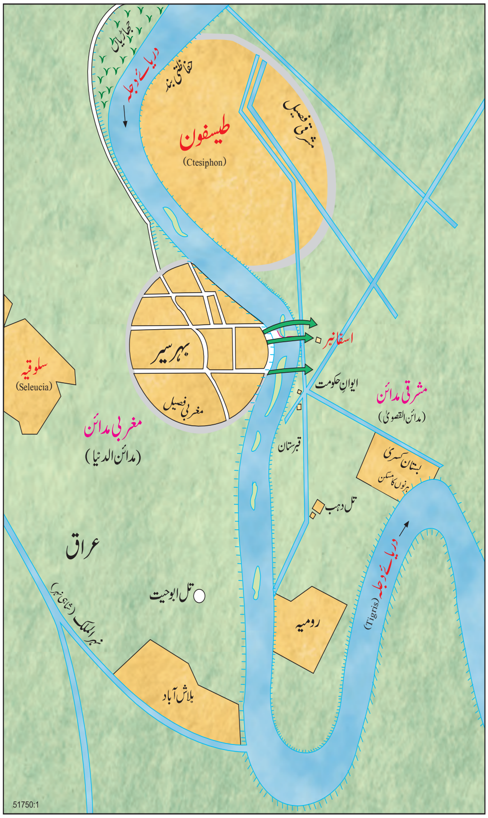

دجلہ پار اسفانبر اور طیسفون (مشرقی مدائن) پر یلغار

ادا کر دیا ہے، واقعی دیانت دار ہیں۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ نے پاک دامنی اختیار کی تو وہ بھی پاک دامن رہے، آپ خیانت کرتے تو وہ بھی خائن ہو جاتے۔'' [1]

مسلمانوں نے مدائن میں چند ماہ قیام کیا۔ وہاں سے انھوں نے چند مقامات فتح کیے اور پھر جلولاء، موصل، تکریت اور دوسرے شہر فتح کر لیے۔ [2]

مدائن فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے عراق میں اقامت پذیر ہونے کے لیے دو اہم مقام منتخب کیے اور کوفہ اور بصرہ کے نام سے شہر بسا لیے۔ ان شہروں سے اسلامی لشکر فتوحاتِ فارس کی تکمیل کے لیے روانہ ہوتے تھے۔ مسلمانوں نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو مدائن کا گورنر مقرر کیا۔ اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ کرنا بھی ان کی ذمہ داری تھی۔ [3]

---

[1] تاريخ الطبري: 177/4، و الكامل: 518/2. [2] فتوح البلدان: 264، و تاريخ الطبري: 179. [3] تاريخ الطبري: 173/4، و سير أعلام النبلاء: 546/1.

قلعہ نہاوند کی ایک قدیم تصویر

فتح نہاوند ''فتح الفتوح'' (19 ھ)

19 ھ میں مسلمان بصرہ اور کوفہ میں پوری طرح آباد ہو چکے تھے اور فتوحات کی تکمیل کے لیے وہاں سے روانہ ہونے لگے تھے۔ دونوں شہر مختلف علاقوں سے آنے والے مسلمانوں سے بھر گئے۔ ان میں عربی بھی تھے اور نو مسلم عجمی بھی۔ مدائن سے مفرور ایران کا بادشاہ یزدگرد سوم فارس کے مشرقی علاقوں کے دورے کر رہا تھا اور مسلمانوں کو ملک سے نکالنے کے لیے فوج تیار کر رہا تھا۔ [1] یزدگرد نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے ایک لاکھ سے زیادہ افراد پر مشتمل فوج تیار کر لی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس صورتِ حال کا علم ہوا تو وہ مسلمانوں کو اس معرکے کے لیے تیار کرنے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ اس لشکر کی قیادت بنفس نفیس کرنا چاہتے تھے لیکن شوریٰ میں شامل صحابہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں رہنے پر آمادہ کر لیا کیونکہ یہ مسلمانوں کے لیے زیادہ باعثِ قوت تھا۔ تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لشکر کی قیادت کے لیے سیدنا نعمان بن مقرن مُزَنی رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔ [2]

یزدگرد، شاہِ ایران

---

[1] تاريخ خليفة بن خياط: 147، و تاريخ الطبري: 4/231.

[2] تاريخ خليفة بن خياط: 128، و تاريخ الطبري: 4/232.

نہاوند اور ہمدان کی طرف اسلامی عساکر کی پیش قدمی

مسلمانوں نے ایرانیوں کے متوقع حملے کا انتظار نہیں کیا بلکہ ان کے حملہ کرنے سے پہلے خود فارسیوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ سیدنا نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی قیادت میں نہاوند کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس

نہاوند (ایران) کا قدیم قلعہ

وجہ سے فارسی نہاوند کے قلعے میں ٹھہرے رہنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں نے دو مہینے ان کا محاصرہ جاری رکھا لیکن فیصلہ کن جنگ کی نوبت نہ آئی۔ تب مسلمانوں نے اس صورتِ حال کو تبدیل کرنے کے لیے ایک منصوبہ بنایا۔ وہ یہ تھا کہ پہلے ایرانیوں سے لڑائی شروع کی جائے، پھر یوں ظاہر کیا جائے گویا مسلمان ان سے شکست کھا کر پیچھے ہٹ رہے ہیں تاکہ ایرانی اپنے قلعے سے باہر آ جائیں۔ اس منصوبہ پر عمل کیا گیا۔ ایرانیوں نے مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ مسلمان پسپائی ظاہر کرتے رہے حتی کہ ساری ایرانی فوج اپنے قلعے اور خندقوں سے نکل آئی۔ تب مسلمانوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا اور بہت بڑی شدید جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کے کمانڈر سیدنا نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اس کے باوجود مسلمان فتح یاب ہوئے اور قلعے والوں کو مجبوراً مسلمانوں سے صلح کرنا پڑی۔ ان کا بادشاہ یزدگرد وہاں سے بھاگ کر مشرق میں مَرْو چلا گیا۔

نہاوند کی جنگ سے فتوحاتِ فارس کے دوران میں ہونے والے بڑے بڑے فیصلہ کن معرکے ختم ہو گئے۔ اس لیے اسے فتح الفتوح (سب سے بڑی فتح) کہتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمان مملکت فارس میں فاتحانہ آگے بڑھتے چلے گئے اور مختلف مقامات کو فتح کرتے کرتے سندھ کی حدود تک پہنچ گئے۔ فارس کا بادشاہ یزدگرد اگرچہ زندہ تھا اور بعض مقامات پر اس کی حکومت باقی تھی لیکن وہ بھاگتا ہی پھرا۔ مسلمان افواج نے اسے موقع نہیں دیا کہ کسی جگہ اطمینان سے بیٹھ کر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے فوج تیار کر سکے۔[1]

[1] تاريخ خليفة بن خياط: 150، 151، و تاريخ الطبري: 4/247-262.

② شام کی فتوحات

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے شروع میں جنگِ یرموک مسلمانوں کی کامیابی پر ختم ہوئی تھی۔[1] اس کے بعد مسلمان یہ مشورہ کرنے کے لیے ٹھہر گئے کہ انھیں دمشق کی طرف رخ کرنا چاہیے جو شام کے علاقے کا دارالحکومت ہے، یا وہ فحل کی طرف پیش قدمی کریں جہاں رومیوں نے بہت سی فوجیں جمع کر رکھی ہیں۔ مسلمانوں نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا تو انھوں نے جواب میں لکھا: ''ابتدا دمشق سے کرو کیونکہ وہ شام کا قلعہ اور ان کے بادشاہ کی رہائش گاہ ہے۔ فحل والوں کو کچھ سواروں کے ساتھ مشغول رکھو جو ان کے مقابل موجود رہیں۔''[2] مسلمانوں کے سپہ سالار سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا

---

[1] یہ پہلی جنگِ یرموک (13ھ) تھی جو عہدِ صدیقی کے آخر اور ابتدائے خلافت فاروقی میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جیتی تھی۔ اکثر مؤرخین نے روایات کے ابہام کے باعث دوسری جنگِ یرموک (15ھ) اور پہلی جنگ یرموک میں فرق نہ کیا جس سے سنین کے فرق کے ساتھ ایک ہی جنگ یرموک کا تصور تاریخی کتب میں در آیا۔ (م ف) [2] تاريخ الطبري: 57/4.

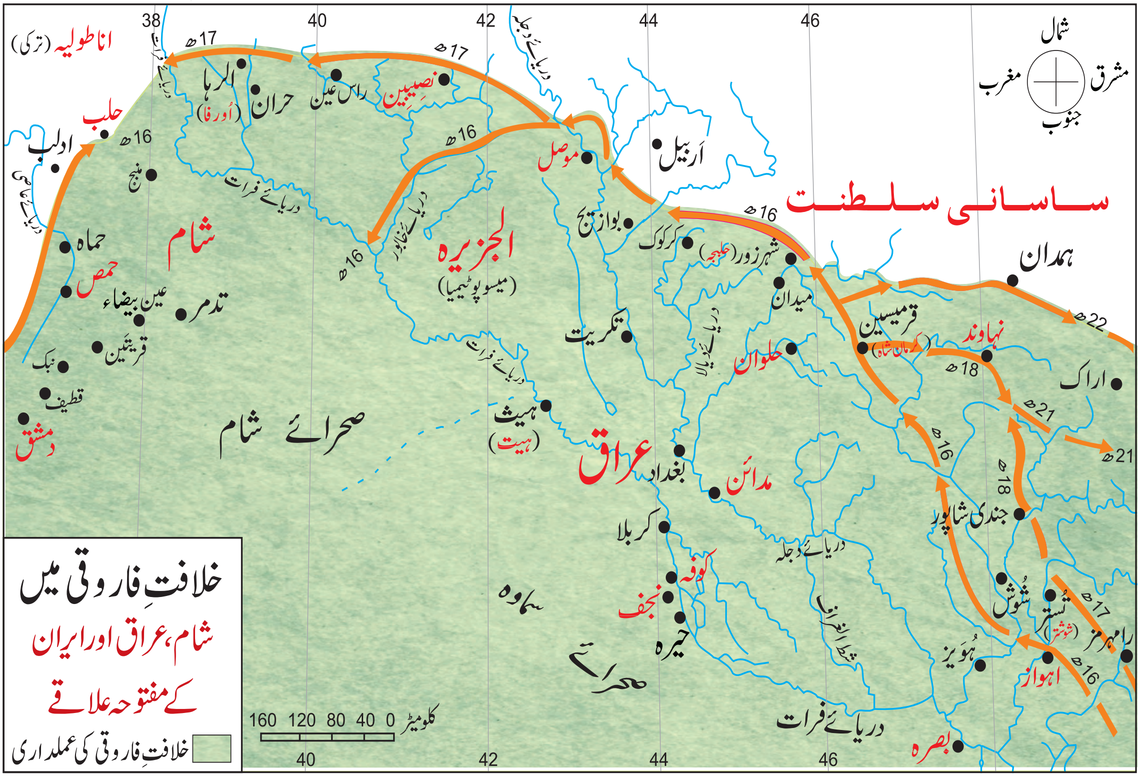

22ھ تک اسلامی فتوحات کی توسیع (فارس اور شام کے محاذوں پر)

مسلمانوں کی شام پر لشکر کشی کے لیے روانگی

مشورہ قبول کیا اور اپنی فوج کو لے کر دمشق کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہوگئے۔ تھوڑی سی فوج یرموک میں رہنے دی۔ اس کے علاوہ لشکر کا ایک حصہ فحل بھیج دیا تاکہ وہ رومیوں کو مشغول رکھے۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دمشق پہنچتے ہی اس کا محاصرہ کرلیا۔ اس کے ساتھ ہی فوج کا ایک حصہ دمشق کے شمال کی طرف بھیج دیا تاکہ شمالی شام میں موجود رومی فوجیں دمشق میں موجود اپنے ساتھیوں کی مدد نہ کرسکیں۔

دمشق چاروں طرف سے دیواروں اور دریا کی وجہ سے محفوظ تھا۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمان افواج کو مختلف حصوں میں تقسیم کرکے دمشق کے اردگرد متعین کردیا۔ انھوں نے ستر دن تک بہت استقامت سے محاصرہ جاری رکھا۔ اس دوران میں انھیں سخت سردی اور کھلے میدان میں ہونے کی وجہ سے انتہائی سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمانوں نے سیڑھیاں اور رسے تیار کر رکھے تھے تاکہ مناسب موقع پر فصیل پر چڑھ کر شہر پر حملہ کردیا جائے۔ [1]

ایک رات دمشق کے باشندے اپنا کوئی تہوار منانے میں مشغول تھے۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے موقع

---

[1] فتوح الشام للأزدي: 77. اس کے بیان کے مطابق دمشق کی فتح جنگ یرموک سے پہلے ہوئی تھی لیکن طبری کا موقف ہے کہ یہ شہر جنگ یرموک کے بعد فتح ہوا تھا۔ دیکھیے: تاریخ الطبري: 4/56، والكامل: 2/427. *

* بظاہر اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ یرموک کی دو جنگوں کو اکثر مؤرخین نے ایک ہی جنگ سمجھ لیا تھا۔ دراصل دمشق پہلی جنگ یرموک کے ایک سال بعد 15 رجب 14 ھ/ 5 ستمبر 635ء کو فتح ہوا اور پھر اگلے سال 5 رجب 15 ھ/ 13 اگست 636ء کو جنگ یرموک دوم میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ (اٹلس فتوحات اسلامیہ: 185، 210) [م ف]

سے فائدہ اٹھایا اور چند بہادر مسلمانوں کے ساتھ دریائے بُردیٰ کو تیر کر پار کر لیا۔ انھوں نے ایسی جگہ معلوم کرلی جہاں حفاظتی انتظامات کم تھے، چنانچہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے فصیل کے ساتھ سیڑھیاں لگائیں اور اوپر چڑھ گئے۔ انھوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ باہر سے مسلمان افواج نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ دمشق والے گھبرا گئے۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی فصیل کے اندر کی طرف اُترے اور تلواروں کے ساتھ جنگ کرتے کرتے مسلمانوں کے لیے شہر کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ فوج شہر میں داخل ہوگئی اور اندرونِ شہر کی طرف بڑھی۔ شہر کے سردار فوراً دوسرے بالمقابل دروازے کی طرف لپکے اور سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے شہر ان کے حوالے کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔ [1]

دمشق فتح ہو جانے کے بعد سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے وہاں کا گورنر اس شخصیت کو مقرر کیا جس کا تعین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور وہ تھے سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔ اس کے بعد آپ اپنے مسلمان ساتھیوں کے ہمراہ رومی افواج کا مقابلہ کرنے کے لیے فِحل کی طرف روانہ ہوگئے۔ [2] ان کی تعداد تقریباً اسی ہزار تھی۔ رومیوں نے فحل کے اردگرد پانی چھوڑ دیا کیونکہ وہاں کچھ تالاب موجود تھے جو مسلمانوں کی پیش قدمی میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔ مسلمانوں نے رومیوں کا محاصرہ کرلیا۔ وہ رات کے وقت مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے نکلے لیکن مسلمان ہوشیار تھے۔ انھوں نے اس اچانک حملے کا جواب دینے کی تیاری کر رکھی تھی۔ مسلمانوں اور رومیوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ رومی شکست کھا کر فحل کی طرف پلٹے لیکن راہ بھٹک گئے اور اس دلدل میں جا گرے جو انھوں نے مسلمانوں کے لیے تیار کی تھی۔ اس طرح وہی دلدل جو مسلمانوں کو ناگوار تھی، ان کی فتح میں معاون ثابت ہوئی، چنانچہ رومیوں میں سے شاذ و نادر ہی کوئی بچ سکا اور یہ معرکہ شام کی فتوحات میں سے ایک اہم فتح شمار ہوا۔ [3]

---

[1] فتوح البلدان: 128، 129، و فتوح الشام: 76، و تاريخ الطبري: 58/4، و الكامل: 428/2، و تاريخ الإسلام للذهبي (عهد الخلفاء الراشدين): 125.

[2] مصری محقق احمد عادل کمال کے مطابق جنگ فِحل بیسان (ذی قعدہ 13ھ/ جنوری 635ء) فتحِ دمشق (رجب 14ھ/ستمبر 635ء) سے 9 ماہ پہلے لڑی گئی تھی، نیز اسلامی کیمپ دریائے اردن کے مشرق میں فِحل (اردن) کے مقام پر تھا لیکن سکلاریوس کے رومی لشکر کی پیش قدمی کا سن کر مسلمان دریائے اردن پار کرکے عین جالوت کے پاس بیسان (فلسطین) پہنچ گئے جہاں رومی لشکر خیمہ زن تھا۔ ان کی آمد سے پہلے رومیوں نے جالوت ندی (موجودہ نہر جالود) کے کنارے توڑ دیے تھے۔ بیسان کے مقام پر لڑی جانے والی یہ جنگ اکثر ”جنگ فِحل بیسان“ کہلاتی ہے۔ [اٹلس فتوحات اسلامیہ: 199-206](م ف)

[3] تاريخ خليفة بن خياط: 126، و تاريخ الطبري: 59/4، و الكامل: 429/2.

حمص اور قنسرین کی فتح (15ھ)

جب مسلمانوں نے دمشق فتح کر لیا، تو اس کا نظم ونسق درست کرنے کے بعد لشکر کا ایک حصہ سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حمص فتح کرنے کے لیے روانہ ہوگیا۔ روم کے بادشاہ ہرقل نے انھیں روکنے کے لیے ایک لشکر روانہ کیا۔ مسلمانوں نے اس لشکر کو شکست دے کر حمص کی طرف پیش قدمی جاری رکھی اور وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ [1] موسم انتہائی سرد تھا، اس لیے رومی سمجھتے تھے کہ سردی کی وجہ سے مسلمان بہت جلد پیچھے ہٹ جائیں گے لیکن سردی کی شدت کے باوجود مسلمان ڈٹے رہے اور شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔ رومی شہر کی فصیلوں اور قلعوں کی وجہ سے محفوظ تھے، چنانچہ مسلمانوں نے دشمن کو اس کی قلعہ بندیوں سے باہر نکالنے کے لیے ایک حیلہ اختیار کیا۔ ایک جھڑپ میں مسلمانوں نے یوں ظاہر کیا کہ وہ رومیوں سے شکست کھا کر پسپا ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے اونٹوں اور سامان کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے۔ رومی ان کے تعاقب میں نکلے حتی کہ قلعے کی دیواروں سے دور آ گئے۔ تب مسلمان پیچھے مڑے اور رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان پر خوب زوردار حملہ کیا۔ حمص کے لشکر کا زیادہ حصہ مارا گیا۔ ان کا سپہ سالار بھی قتل ہوگیا اور باقی شکست کھا کر بھاگے، چنانچہ حمص کے پادریوں اور سرداروں نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی۔ انھوں نے طے پانے والی شرطوں پر ہتھیار ڈالنے کا اعلان کیا اور جزیہ دینے کا اقرار کر لیا۔ [2]

حمص کے حالات معمول پر آنے کے بعد سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر قنسرین بھیجا۔ شہر والے اپنی حفاظت کے لیے قلعوں کی طرف بڑھے۔ مسلمانوں کے سالار سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

> ''اگر تم بادلوں میں بھی ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمیں بلند کر کے تم تک پہنچا دیتا یا تمھیں اتار کر ہمارے پاس لے آتا۔''

قنسرین والوں نے محسوس کیا کہ مسلمان شہر فتح کر کے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ انھوں نے ہتھیار ڈالنے اور جزیہ دینے کا فیصلہ کر لیا، چنانچہ مسلمانوں کی ان سے صلح ہوگئی۔ [3]

---

[1] فتوح البلدان: 137، و تاریخ الطبري: 153/4. [2] فتوح الشام: 146، و فتوح البلدان: 137، و الفتوح لابن أعثم: 170، و تاریخ الطبري: 154/4، و الکامل: 491/2. [3] فتوح البلدان: 150، و تاریخ الطبري: 155/4، و الکامل: 493/2.

اس کے بعد مسلمان ملک شام کے ساحلی اور شمالی علاقے ایک ایک کر کے فتح کرتے چلے گئے۔[1]

---

[1] تاريخ خليفة بن خياط:130، و فتوح البلدان:151، و تاريخ الإسلام للذهبي(عهد الخلفاء الراشدين):128.

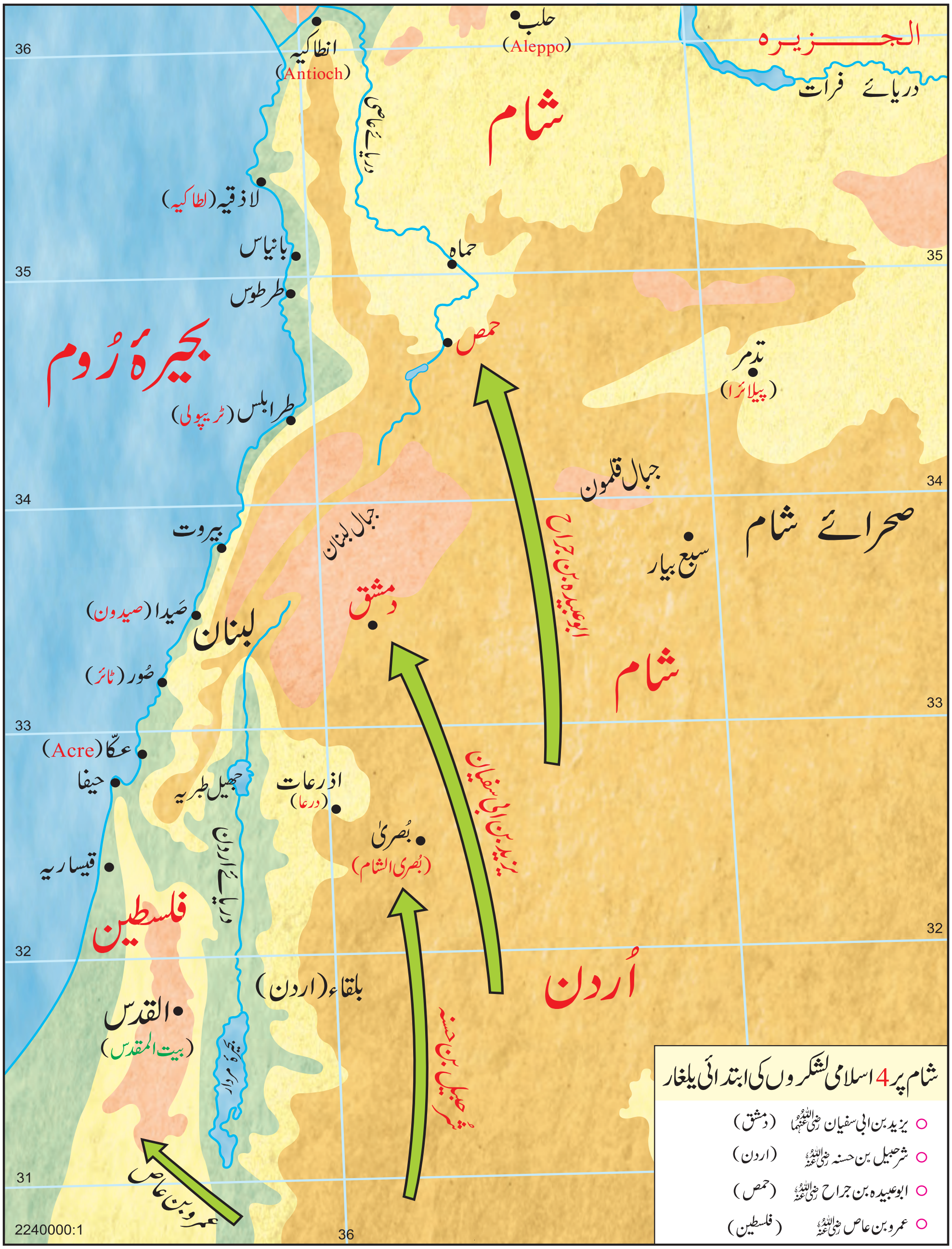

اسلامی عساکر شام کے علاقوں میں

فلسطین اور بیت المقدس کی فتح (16ھ)

دمشق کی فتح کے بعد سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر الگ ہو گئے اور فلسطین کے نواحی علاقے فتح کرنے لگے۔ رومی فوج ''ارطبون'' کی قیادت میں ''اجنادین'' کے مقام پر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آئی اور بڑی سخت جنگ ہوئی [1] جس میں مسلمان فتح یاب ہوئے اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فلسطین کے شمالی علاقے فتح کر لیے۔ [2] اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کا رُخ کیا جو تمام آسمانی مذاہب والوں، خصوصاً مسلمانوں کے ہاں ایک خاص مقام رکھتا ہے کیونکہ وہ پہلا قبلہ ہے اور حرمین شریفین کے بعد تیسرا مقدس مقام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا مقام ہے۔ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور رومیوں نے ارطبون کی زیر قیادت جاں نثاری سے اس کا دفاع کیا۔ انھوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں منجنیق بھی استعمال کی جس سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے امداد طلب کرنے کے لیے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بیت المقدس کا محاصرہ کرنے میں سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کی مدد کو پہنچیں، چنانچہ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کے پہنچنے سے مسلمانوں کی ہمت بڑھ گئی اور رومیوں کا حوصلہ پست ہو گیا۔ وہ ہتھیار ڈالنے اور صلح کرنے کے بارے میں سوچنے لگے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انھوں نے دیکھا تھا کہ مسلمان وعدے کی پابندی کرتے ہیں اور مفتوحہ علاقے میں عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں۔

بیت المقدس کا پادری (صُفرو نیوس) مسلمانوں سے صلح کے مذاکرات میں خود شریک ہوا۔ اس وجہ سے

---

[1] احمد عادل کمال کے مطابق جنگِ اجنادین فتح دمشق سے چودہ ماہ پہلے جمادی الاولیٰ 13ھ/ جولائی 634ء میں لڑی گئی تھی۔ [اٹلس فتوحاتِ اسلامیہ: 185، 193] (م ف) [2] تاریخ خلیفة بن خیاط: 134، و فتوح البلدان: 144، و تاریخ الطبري: 157/4، و الکامل: 498/2).

رومی کمانڈر ارطبون ناراض ہوگیا اور بیت المقدس چھوڑ کر مصر چلا گیا۔ بیت المقدس کے پادری اور مسلمانوں میں مذاکرات ہوتے رہے۔ آخر کار وہاں کے شہریوں اور سرداروں نے اس شرط پر صلح کرنے اور شہر مسلمانوں کے حوالے کرنے پر آمادگی ظاہر کی کہ صلح کا معاملہ طے کرنے کے لیے امیر المومنین سیدنا عمر ؓ خود تشریف لائیں اور وہ لوگ شہر کو صرف انھی کے حوالے کریں گے۔ سیدنا ابوعبیدہ ؓ اور سیدنا عمرو بن عاص ؓ نے سیدنا عمر ؓ کو تحریری طور پر اس کی اطلاع دی، چنانچہ سیدنا عمر ؓ نے مدینہ میں ایک نائب مقرر کیا اور شام کی افواج کو لکھا کہ وہ جابیہ کے مقام پر جمع ہو جائیں۔ آپ ؓ ان سے وہاں ملیں گے۔ [1]

سیدنا عمر ؓ شام پہنچ گئے۔ سپہ سالاروں نے آپ ؓ کا استقبال کیا تو انھوں نے ریشمی لباس پہن رکھا تھا۔ ان کے سلام کرنے سے پہلے ہی سیدنا عمر ؓ کنکریاں لے کر انھیں مارنے لگے اور فرمایا: ”کتنی جلدی تمھارے پیٹ بڑے ہوگئے ہیں (یعنی عیش و عشرت کی زندگی اختیار کرنے کی وجہ سے تمھاری توندیں نکل آئی ہیں) اور تم مجھ سے یہ لباس پہن کر ملتے ہو؟ ابھی تو تمھیں پیٹ بھر کھانا ملتے دو سال ہوئے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر تم دو سو سال بعد بھی یہ حرکتیں کرتے تو میں تمھاری جگہ دوسرے افراد مقرر کر دیتا۔“ انھوں نے عرض کی: ”امیر المومنین! یہ تو روئی بھرے لباس ہیں۔ ہم نے ہتھیار پہن رکھے ہیں۔“ ان کا مطلب یہ تھا کہ انھوں نے ان کپڑوں کے نیچے ہتھیار چھپائے ہوئے تھے تاکہ دشمن انھیں دھوکے سے نقصان نہ پہنچا سکیں کیونکہ اس وقت ان سے جنگ بندی کا معاہدہ تھا اور نظر آنے والی چیز موٹا پا تھا نہ فاخرانہ لباس۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: ”تب ٹھیک ہے۔“ [2]

جابیہ کے مقام پر سیدنا عمر ؓ نے مسلمانوں سے ملاقات کی اور ان کے حالات معلوم کیے۔ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن سیدنا بلال بن رباح ؓ نے اذان کہی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد انھوں نے اذان کہنا چھوڑ دی تھی۔ مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی یاد آئی تو سب اشک بار ہو گئے۔ [3]

---

[1] فتوح البلدان: 144، و تاريخ الطبري: 128/4، و الكامل: 500/2. [2] تاريخ الطبري: 158/4. [3] سير أعلام النبلاء: 357/1.

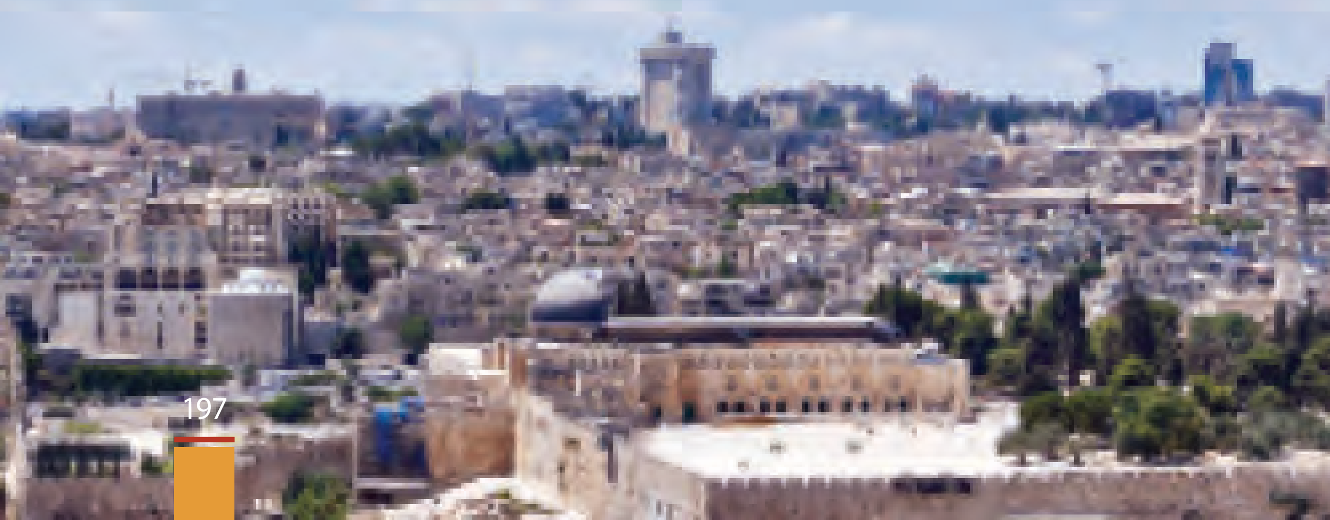

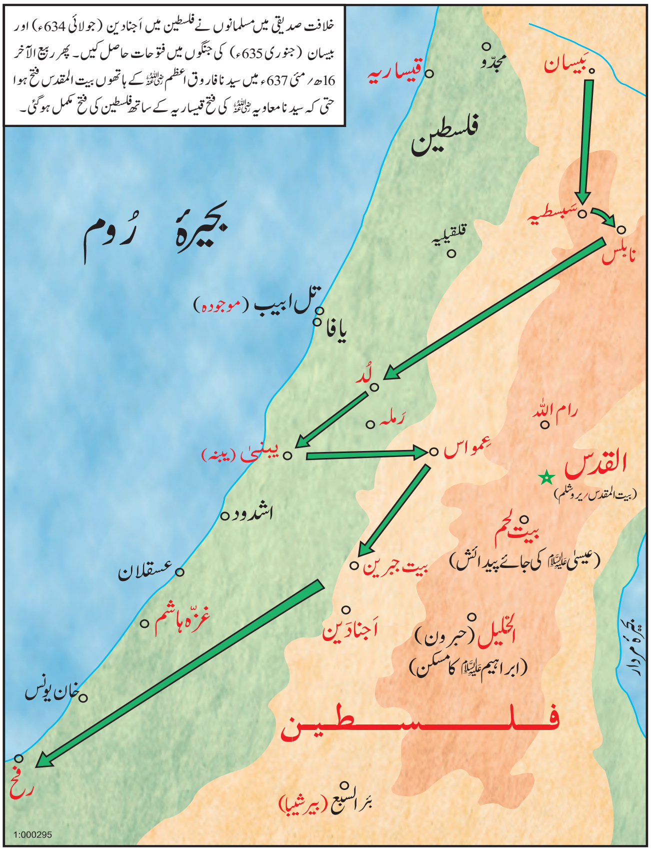

فلسطین سے رومیوں کا صفایا

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کے نمائندوں سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ معاہدہ تحریر فرمایا کہ ان کی جانیں، ان کے مال اور ان کے گرجے محفوظ رہیں گے، انھیں اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ انھیں اختیار ہوگا کہ جو شخص چاہے، وہ مسلمانوں کی حفاظت میں اپنے گھر میں قیام پذیر رہے اور جو شخص چاہے، رومیوں سے جا ملے۔ جو شخص جانا چاہے گا، اسے جان و مال کی امان حاصل ہوگی حتی کہ وہ اپنے مقامِ امن تک پہنچ جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کے باشندوں سے یہ شرط بھی طے کی کہ اس علاقے میں ان کے ساتھ کوئی یہودی رہائش نہیں رکھے گا۔ [1]

اس معاہدے سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے دوسرے مذاہب والوں سے بہت اچھا سلوک کیا اور ان کے حقوق کی حفاظت کی۔

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ شہر کے باشندوں اور پادریوں نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ [2] چند دن وہاں قیام فرمانے کے بعد آپ جابیہ تشریف لے آئے۔ وہاں آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں اور ان کے کمانڈروں کے ساتھ کچھ وقت

---

[1] فتوح البلدان: 145. ان کے ساتھ معاہدے کی عبارت کے لیے دیکھیے: تاریخ الطبري: 159/4. [2] سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس میں صخرہ اور براق باندھنے کی جگہ کے قریب ایک مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ یہی مسجد اقصیٰ کہلائی۔ [اٹلس فتوحات اسلامیہ: 190] قرآن کریم میں مسجد اقصیٰ کے احاطے کو ''المسجد الاقصیٰ'' کہا گیا جہاں صدیوں پہلے ہیکل سلیمانی تھا جسے 586 ق م میں شاہِ عراق بخت نصر نے اور 70ء میں رومی جرنیل ٹائٹس نے تباہ کردیا تھا۔ (م ف)

گزارا۔ اس دوران میں ان کے ساتھ مختلف معاملات پر تبادلہ خیال ہوا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔[1] بیت المقدس کی فتح سے شام کا اکثر علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل ہوگیا۔ اس طرح بہت سی مشکلات برداشت کرنے اور جنگیں لڑنے کے بعد آخر کار وہ اس پر بلاشرکت غیرے قابض ہوگئے۔

طاعونِ عمواس

پھر 18ھ میں شام میں وبا پھیلی جو ''طاعون عمواس'' کے نام سے مشہور ہے۔ عمواس فلسطین میں ایک بستی کا نام ہے۔ اس وبا میں شام میں مسلمان مجاہدین میں سے تقریباً بیس ہزار افراد فوت ہوگئے جن میں سیدنا ابوعبیدہ بن جراح، سیدنا معاذ بن جبل، سیدنا شرحبیل بن حسنہ، سیدنا فضل بن عباس، سیدنا یزید بن ابی سفیان ایسے بہت سے کبار صحابہ شامل تھے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اس کے باوجود مسلمان شام پر اپنا قبضہ قائم رکھنے میں کامیاب رہے اور مزید فتوحات کے بارے میں سوچتے رہے۔[2]

③ الجزیرہ کی فتوحات (18ھ تا 20ھ)

الجزیرہ ایک وسیع علاقے کا نام ہے جو موجودہ شام کے شمال مشرق میں، عراق کے شمال مغرب میں اور موجودہ ترکی کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے درمیان واقع ہے۔ اس میں کئی بڑے شہر واقع ہیں جن میں رہا، رقہ، نصیبین، حران اور ماردین زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ شہر ایران کے تابع تھے اور کچھ روم (بازنطینی سلطنت) کے۔ ان کے باشندے زیادہ تر عیسائی تھے۔[3] سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے 18ھ میں سیدنا عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو الجزیرہ فتح کرنے کے لیے شام سے بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے اکثر شہر فتح کر لیے جو اسلامی سلطنت میں شامل ہوگئے، ان میں سے بعض شہر جنگ سے فتح ہوئے اور بعض صلح کے ساتھ۔[4] سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخر میں الجزیرہ والوں نے اسلامی سلطنت کی اطاعت سے بغاوت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعدد لشکر بھیج کر ان کی شورش پر قابو پالیا۔ ان لشکروں کی قیادت سیدنا عمیر بن سعد انصاری، خالد بن ولید، ابوموسیٰ اشعری اور دیگر حضرات رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں تھی۔[5]

---

[1] تاريخ خليفة بن خياط: 135، و الفتوح لابن أعثم: 229/1، و تاريخ الطبري: 161/4، و الكامل: 501/2. [2] تاريخ خليفة بن خياط: 138، و تاريخ الطبري: 222/4، و الفتوح لابن أعثم: 238/1، و الكامل: 558/2، و تاريخ الإسلام (عهد الخلفاء الراشدين): 171. [3] اس کی حدود معلوم کرنے کے لیے دیکھیے: معجم البلدان: 134/2، اور ڈاکٹر صلاح الدين المنجد کی معجم أماكن الفتوح: 32. [4] تاريخ خليفة بن خياط: 139، و فتوح البلدان: 176، و تاريخ الطبري: 225/4، و الاستيعاب جو الإصابة کے حاشیے پر چھپی ہے: 138/3، و الكامل: 534/2، 569. [5] فتوح البلدان: 181-186، و الأموال: 98.

④ مصر کی فتوحات (20ھ)

18ھ میں مسلمان طاعون عمواس کا شکار ہوئے اور شام میں ان کے لشکر کا اکثر حصہ اس کی زد میں آ گیا حتی کہ اس وبا کی وجہ سے تقریباً بیس ہزار آدمی شہید ہو گئے۔ یہ تعداد شام میں موجود اسلامی لشکر کا تقریباً دو تہائی بنتی ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں کی فتوحات نہیں رُکیں۔ راجح قول کے مطابق 20ھ میں سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مصر فتح کرنے کی اجازت مانگی۔ انھوں نے واضح کیا کہ اس کا فتح ہونا مسلمانوں کے لیے کتنی اہمیت رکھتا ہے اور اس کا رومیوں کے قبضے میں رہنا تمام مسلمانوں کے لیے، بالخصوص شام کے مسلمانوں کے لیے کس قدر خطرناک ہے، چنانچہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی کمان میں مصر فتح کرنے کے لیے روانہ ہو جائیں۔ لشکر کی روانگی کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اسلامی لشکر کے بارے میں خطرہ محسوس ہوا، چنانچہ آپ نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: ''میرا یہ خط اگر آپ کو مصر کے علاقے میں داخل ہونے سے پہلے مل جائے تو لوٹ آئیں اور اگر آپ مصر میں داخل ہو چکے ہوں تو منزل کی طرف سفر جاری رکھیں۔'' یہ خط سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کو اس وقت ملا جب وہ مصر کے علاقے میں داخل ہو چکے تھے۔ خط پڑھنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے پوچھا: ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہ بستی مصر کے علاقے میں ہے؟'' انھوں نے کہا: ''معلوم ہے۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بات یہ ہے کہ امیر المومنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر ان کا خط مجھے مصر میں داخل ہونے سے پہلے مل جائے تو میں واپس پلٹ جاؤں جبکہ مجھے ان کا یہ خط مصر میں داخل ہونے کے بعد ملا ہے، اس لیے اللہ کا نام لے کر سفر جاری رکھو۔'' [1]

العریش (مصر) کا کھجوروں کا باغ

---

[1] فتوح البلدان: 214، و المواعظ والاعتبار: 288/1.